سیپارۂ رحمان : معارفِ سُوَرِ قرآن

قرآن مجید
کے تیس
پاروں کا
اجمالی
جائزہ

تدوین: سید لیاقت علی

بسم الله الرحمن الرحیم

فہرست

مقدمه

ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن خدا کا کلام ہے جسے فرشتۂ وحی، جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر نازل کیا گیا ہم قرآن کے الفاظ اور معانی دونوں کو خدا کی طرف سے نازل شدہ جانتے ہیں، قرآن کے متعدد اسامی ذکر کیے گئے ہیں جن میں قرآن، فرقان، الکتاب اور مُصحَف زیادہ مشہور ہیں قرآن کو ۱۱۴ سورتوں، تقریبا چھ ہزار آیتوں، تیس پاروں اور ۱۲۰ احزاب میں تقسیم کیا گیا ہے۔[1]

قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ہے جس کی وجہ سے غیر عرب مسلمان اسے آسانی سے سمجھ نہیں سکتے اس بنا پر دنیا کی تقریبا تمام زندہ زبانوں میں قرآن کا ترجمہ کیا گیا ہے تاکہ ہر مسلمان اسے با آسانی سمجھ سکے ترجمۂ قرآن کی تاریخ بہت پرانی ہے جس کی اصل صدر اسلام تک جا پہنچتی ہے۔

ختم قرآن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمانے سے ہی مسلمانوں کے درمیان رائج سنتوں میں سے ہے یہ کام انفرادی اور اجتماعی دونوں طریقوں سے انجام پاتا ہے قرآن سر پر اٹھانا شب قدر کے اعمال میں سے ایک ہے جس میں قرآن کو سروں پر اٹھا کر خدا، قرآن اور معصومین علیہم السلام کا واسطہ دے کر، خدا سے گناہوں کی مغفرت کی درخواست کی جاتی ہے۔

مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق قرآن خدا کا کلام ہے جو وحی کے ذریعے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ پر ۲۳ سال کے عرصے میں نازل ہوا[1] تمام مسلمان قرآن کے الفاظ اور معانی دونوں کو خدا کی طرف سے نازل شدہ مانتے ہیں[2]۔

قرآن پہلی بار غار حراء میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ پر وحی ہوا[3] کہا جاتا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ پر نازل ہونے والی پہلی آیات سورہ علق کی ابتدائی آیات تھیں اور پہلی بار مکمل طور پر نازل ہونے والا سورہ، سورہ فاتحہ ہے[4] ہمارا عقیدہ ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ آخری نبی اور قرآن آخری آسمانی کتاب ہے[5]۔ قرآن میں انبیاء علیہم السلام پر ہونے والی وحی کی تین قسمیں بیان ہوئی ہیں۔ الہام، پردے کے پیچھے سے اور فرشتوں کے ذریعے[6] بعض سورہ بقرہ کی آیت قُلْ مَن كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّـهِ (ترجمہ۔ اے رسول کہہ دیجئے کہ جو شخص بھی جبریل کا دشمن ہے اسے معلوم ہونا چاہئے کہ جبریل نے آپ کے دل پر قرآن حکم خدا سے اتارا ہے)[7] سے استناد کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ قرآن

---

[1] مصباح یزدی، قرآن شناسی، ۱۳۸۹، ج۱، ص۱۱۵-۱۲۲.

[2] میر محمدی زرندی، تاریخ و علوم قرآن، ۱۳۶۳ش، ص ۴۴؛ مصباح یزدی، قرآن شناسی، ۱۳۸۹، ج۱، ص ۱۲۳.

[3] معرفت، التمهيد، ۱۴۱۲ق، ج۱، ص ۱۲۴-۱۲۷.

[4] معرفت، التمهيد، ۱۴۱۲ق، ج۱، ص۱۲۷.

[5] مطہری، مجموعہ آثار، ۱۳۸۹ش، ج ۳، ۱۵۳.

[6] قرآن، سورہ شورا، آیت ۵۱.

[7] قرآن، بقرہ، ۹۷.

کا نزول صرف اور صرف "جبرئیل" کے ذریعے انجام پایا ہے؛[1] لیکن مشہور نظریہ کے مطابق دوسرے طریقوں منجملہ براہ راست حضرت محمد ﷺ کے قلب مطہر پر نازل ہوا ہے۔[2]

قرآن کی بعض آیات کے مطابق قرآن، رمضان المبارک کے مہینے میں شب قدر کو نازل ہوا ہے[3] اس بنا پر مسلمانوں کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا قرآن دفعتا (ایک ہی دفعہ) نازل ہوا ہے یا تدریجا (موقع محل اور حالات کی نزاکت کے مطابق تھوڑا تھوڑا کر کے) نازل ہوا ہے[4]، بعض کہتے ہیں، قرآن دفعی طور پر بھی نازل ہوا ہے اور تدریجی طور پر بھی[5]؛ اسی طرح بعض کا عقیدہ ہے کہ ہر سال جس مقدار میں نازل ہونا تھا وہ اسی سال شب قدر میں ایک ساتھ نازل ہو جایا کرتا تھا[6]؛ جبکہ اس کے مقابلے میں بعض یہ کہتے ہیں کہ قرآن صرف اور صرف تدریجی طور پر نازل ہوا ہے جس کا آغاز رمضان اور شب قدر میں ہوا تھا[7]۔

مقام و منزلت

قرآن مسلمانوں کا فکری منبع اور اسلامی فکری منابع جیسے حدیث اور سنت کی طرح ایک اور معیار ہے؛ یعنی دیگر منابع سے جو معارف ملتے ہیں اگر وہ قرآنی تعلیمات کے مخالف ہوں تو ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے[8] پیغمبر اکرم ﷺ اور ائمہ علیہم السلام کی احادیث کے مطابق احادیث کو قرآن مجید سے موازنہ کیا جائے اور اگر قرآن کے مطابق نہ ہوں تو ان کو جعلی اور غیر معتبر قرار دیا جائے[9] مثال کے طور پر پیغمبر اکرم ﷺ کے بارے میں کہا گیا ہے۔ جو بھی بات مجھ سے منقول ہو جائے، اگر وہ قرآن کے مطابق ہو تو وہ میری بات ہوگی اور اگر قرآن کے منافی ہو تو وہ میرا کلام نہیں ہوگا[10] امام صادق علیہ السلام سے بھی ایک حدیث آئی ہے کہ جو بھی حدیث قرآن سے منافی ہو تو وہ جھوٹی ہے"[11]۔

پیغمبر اسلام ﷺ قرآن مجید کو حفظ کرنے اسکی کی تلاوت کرنے اور اس کی کتابت پر بہت زیادہ زور دیتے تھے بعثت کے ابتدائی سالوں میں پڑھے لکھے افراد کی کمی اور کتابت کی سہولیات با آسانی میسر نہ ہونے کی وجہ سے مبادا قرآن میں کوئی کلمہ بھول جائے یا اسے غلط محفوظ کیا جائے،

---

[1] میر محمدی زرندی، تاریخ و علوم قرآن، ۱۳۶۳ش، ص۷.

[2] یوسفی غروی، علوم قرآنی، ۱۳۹۳ش، ص۴۶؛ معرفت، التمهید، ۱۴۱۲ق، ص۵۵و۵۶.

[3] قرآن، بقرہ، ۱۸۵؛ قدر، ۱.

[4] اسکندرلو، علوم قرآنی، ۱۳۷۹ش، ص۴۱.

[5] مصباح یزدی، قرآن شناسی، ۱۳۸۹، ج۱، ص۱۳۹؛ اسکندرلو، علوم قرآنی، ۱۳۷۹ش، ص۴۱.

[6] اسکندرلو، علوم قرآنی، ۱۳۷۹ش، ص۴۲.

[7] اسکندرلو، علوم قرآنی، ۱۳۷۹ش، ص۴۲و۴۹.

[8] مطہری، مجموعہ آثار، ۱۳۹۰ش، ج۲۶، ص۲۵و۲۶.

[9] مطہری، مجموعہ آثار، ۱۳۹۰ش، ج۲۶، ص۲۵و۲۶.

[10] کلینی، کافی، ۱۴۰۷ق، ج۱، ص۶۹.

[11] کلینی، کافی، ۱۴۰۷ق، ج۱، ص۶۹.

قرآن کی آیات کو صحیح حفظ اور قرائت کرنے پر بہت زیادہ توجہ دیتے تھے[1] آپ ﷺ جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی تو کاتبان وحی کو بلا کر وہ آیت ان کے سامنے تلاوت فرماتے اور اسے لکھنے کی تاکید فرماتے تھے[2] قرآن کی آیتیں مختلف چیزوں جیسے حیوانات کی کھال، کھجور کی شاخیں، کاغذ اور کپڑے وغیرہ پر جدا جدا طور پر لکھی ہوئی تھیں جنہیں آپ ﷺ کے بعد صحابہ نے اکٹھا کر کے کتاب کی شکل دے دی[3] پیغمبر اکرم ﷺ خود قرآن کی کتابت کی نگرانی فرماتے تھے آپ ﷺ کاتبان وحی کے سامنے آیتوں کی تلاوت فرمانے اور لکھنے کے بعد ان سے جو کچھ لکھا گیا ہے اسے پڑھنے کا حکم دیتے تھے تاکہ لکھنے میں کوئی غلطی یا اشتباہ ہو تو اسے رفع کیا جا سکے[4] سیوطی کے بقول۔ پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانے میں ہی پورا قرآن لکھا جا چکا تھا لیکن اکھٹے اور سوروں کی ترتیب وغیرہ مشخص نہیں تھی[5]۔

پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانے میں قرآن موجودہ شکل میں موجود نہیں تھا کتاب التمہید کے مطابق آپ ﷺ کے زمانے میں قرآن کی آیات اور سورتوں کا نام آپ ﷺ کے توسط سے ہی معین ہوئے تھے لیکن اسے باقاعدہ کتاب کی شکل دینا اور سورتوں کی ترتیب وغیرہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام کی صوابدید پر انجام پایا ہے[6] اس کتاب کے مطابق پہلی شخصیت جس نے قرآن کی تدوین کی، امام علی علیہ السلام تھے آپ علیہ السلام نے قرآن کی سورتوں کو ان کی تاریخ نزول کے مطابق ترتیب دے کر قرآن کو ایک کتاب کی شکل میں جمع فرمایا[7]۔

احادیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ ائمہ معصومین علیہم السلام قرآنی نسخوں کو یکساں کرنے اور پوری اسلامی حکومت میں قرآن کے ایک ہی نسخے کو ترویج دینے کے ساتھ موافق تھے سیوطی نے امام علیؑ علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ عثمان نے اس حوالے سے آپ علیہ السلام سے مشورہ کیا جس پر آپ علیہ السلام نے اپنی موافقت کا اعلان فرمایا[8] اسی طرح نقل ہوا ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے آپ کے سامنے موجودہ قرآن کے بر خلاف قرائت کرنے پر ایک شخص کو منع کیا[9] کتاب التمہید کے مطابق تمام شیعہ قرآن کے موجودہ نسخے کو صحیح اور کامل مانتے ہیں[10]۔

---

[1] رامیار، تاریخ قرآن، ۱۳۶۹ش، ص۲۲۱و۲۲۲.

[2] رامیار، تاریخ قرآن، ۱۳۶۹ش، ص۲۵۷.

[3] معرفت، التمهید، ۱۴۱۲ق، ج۱، ص۲۸۰و۲۸۱.

[4] رامیار، تاریخ قرآن، ۱۳۶۹ش، ص۲۶۰.

[5] سیوطی، الاِتقان، ۱۳۶۳ش، ج۱، ص۲۰۲؛ سیوطی، ترجمہ الاتقان، ج۱، ص۲۰۱.

[6] معرفت، التمهید، ۱۴۱۲ق، ج۱، ص۲۷۲-۲۸۲.

[7] معرفت، التمهید، ۱۴۱۲ق، ج۱، ص۲۸۱.

[8] معرفت، التمهید، ۱۴۱۲ق، ج۱، ص۳۴۱.

[9] حر عاملی، وسائل الشیعه، ۱۴۱۲ق، ج۴، ص۸۲۱.

[10] معرفت، التمهید، ۱۴۱۲ق، ج۱، ص۳۴۲.

قرآن ۱۱۴سورتوں اور تقریبا چھ ہزار آیتوں پر مشتمل ہے قرآن کی آیتوں کی دقیق تعداد کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے بعض مورخین نے امام علی علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ قرآن کی ۶۲۳۶ آیت ہیں[1] قرآن ۳۰ پاروں اور ۱۲۰ احزاب میں تقسیم ہوا ہے[2]۔

سورہ

قرآن کی تقسیم میں ایک اکائی کا نام "سورۃ" (یا سورت یا سورہ) ہے سورہ کے معنی لغت میں "منقطع شدہ" (کٹا ہوا) کے ہیں اور اصطلاح میں آیات کے اس مجموعے کو کہا جاتا ہے جو کسی خاص مواد اور مضمون پر مشتمل ہوتا ہے قرآن مجید میں سورتوں کی تعداد ۱۱۴ ہے اور سوائے سورہ توبہ کے سب کا آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم سے ہوتا ہے[3]۔

قرآن کا آغاز سورہ حمد سے اور اختتام سورہ ناس پر ہوتا ہے قرآن کی سورتوں کو ان کے نازل ہونے کے زمانے کو مد نظر رکھتے ہوئے مکی اور مدنی میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس طرح وہ سورتیں جو ہجرت مدینہ سے پہلے نازل ہوئی ہیں انہیں مکی اور وہ سورتیں جو ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہیں کو مدنی کہا جاتا ہے[4]۔ قرآن کریم کی تمام سورتوں کا مخصوص نام رکھا گیا ہے اکثر سوروں کا نام اس سورے کے ابتدائی حروف یا اس سورۃ کے مضامین میں موجود پیغام کو مد نظر رکھتے ہوئے رکھا گیا ہے اس بنا پر ہر سورت کا نام اس کے مضامین کے ساتھ خاص مناسبت اور ربط رکھتا ہے مثلا سورہ بقرہ کا نام اس سورۃ میں بنی اسرائیل کے گائے کی ذکر کی مناسبت سے رکھا گیا ہے اسی طرح سورہ نساء کا نام اس سورۃ میں عورتوں کے احکام ذکر ہونے کی مناسبت سے رکھا گیا ہے[5] بعض سورتیں ایک سے زیادہ نام رکھتی ہیں سیوطی نے سورہ حمد کیلئے ۲۵ نام ذکر کیے ہیں[6]۔

اس بات میں اختلاف نظر پایا جاتا ہے کہ سورتوں کے نام توقیفی ہیں یعنی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے وحی الہی کے تناظر میں یہ نام رکھے یا بعد میں صحابہ نے ان سورتوں کا نام تجویز کیا ہے سیوطی، زرکشی اور قرآنی محققین کا ایک گروہ ان ناموں کو توقیفی اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کی جانب سے قرار دیتے ہیں[7]۔

آیۃ اللہ جوادی آملی ان ناموں کے توقیفی ہونے کو قبول نہیں کرتے اور احادیث میں معصومین علیہم السلام کے توسط سے بعض سورتوں کا نام لئے جانے کو عوام کے ساتھ ہمراہی اور انہی کی زبان استعمال کرنے کے مترادف سمجھتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "بعید ہے کہ ایک سورہ جو نہایت بلند و بالا حکمتوں اور معارف الہی پر مشتمل ہو اور اس میں بہت سارے احکام کا ذکر ہو اس کا نام کسی حیوان کے نام پر رکھا جائے، اسی طرح ۴۰ توحیدی دلائل

---

[1] یوسفی غروی، علوم قرآنی، ۱۳۹۳ش، ص ۳۲.

[2] مستفید، «جزء»، ص ۲۲۹، ۲۳۰.

[3] جمعی از محققان، «آیہ بسملہ»، ص ۱۲۰.

[4] معرفت، التمہید، ۱۴۱۲ق، ج ۱، ص ۱۳۰.

[5] سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ج ۱، ص ۱۹۷.

[6] سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ج ۱، ص ۱۸۷.

[7] زرکشی، البرہان فی علوم القرآن، ج ۱، ص ۳۳۹، سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ج ۱، ص ۱۹۷.

پر مشتمل سورہ انعام کو حیوانوں کا نام دیا جائے یا سورہ نمل جو عمیق معارف اور بہت سارے پیغمبروں کی داستانوں پر مشتمل سورے کو چیونٹی (نمل) کا نام دیا جائے[1]۔

حزب اور پارہ

حزب اور پارہ بھی قرآن کی تقسیم بندی کے دو معیار ہیں جو مسلمانوں کی ایجاد ہیں احتمال دیا جاتا ہے کہ اس کام کو مسلمانوں نے قرآن کی تلاوت اور اسے حفظ کرنے میں آسانی کی خاطر انجام دیا ہے اس طرح کی تقسیمات فردی سلیقوں کی بنیاد پر انجام دیجاتی تھی اس بنا پر ہر زمانے میں ان کی کمیت اور کیفیت میں تبدیلی نظر آتی ہیں[2] مثلا کہا جاتا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کے دور میں قرآن سات احزاب پر مشتمل تھا اور ہر حزب کئی سوروں پر مشتمل تھا اسی طرح مختلف زمانوں میں قرآن کو دو یا دس حصوں میں تقسیم کرنے کے شواہد بھی پائے جاتے ہیں موجودہ دور میں قرآن کو تیس پاروں اور ہر پارے کو چار احزاب میں تقسیم کرنا رائج اور مرسوم ہے[3]۔

پارہ قرآن کو تقسیم کرنے کے اس معیار کو کہا جاتا ہے جس میں قرآن مجید کو ۳۰ برابر حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے؛ ان میں سے ہر ایک حصے کو پارہ کہا جاتا ہے اور خط عثمان طہ کی طباعت کے مطابق ہر پارے میں تقریبا ۲۰ صفحے ہیں ہر پارہ چار حصوں میں تقسیم ہوتا ہے جسے حزب کہا جاتا ہے (اردو اشاعت کے قرآن مجید میں حزب کو الربع، النصف اور الثلاثۃ سے تعبیر کیا ہے) تیسویں پارے میں سب سے زیادہ ۳۷ سورتیں موجود ہیں بعض معاشروں میں قرآن کے پاروں کو اس کے ابتدائی لفظ کا نام دیا گیا ہے یا ہر پارے کے عدد کے مطابق نام رکھا گیا ہے۔

بعض معاشروں میں قرآن کے پاروں کو اس کے ابتدائی لفظ کا نام دیا گیا ہے یا ہر پارے کے عدد کے مطابق نام رکھا گیا ہے مثلا «عَمّ پارہ» جس کا مطلب ۳۰ واں پارہ ہے جو «عَمَّ یَتَسَاءَلُونَ» سے شروع ہوتا ہے قرآن مجید کے مختلف نسخوں میں پاروں کی ابتدا اور انتہا کے بارے میں بعض اختلاف پایا جاتا ہے برصغیر میں طبع ہونے والے نسخوں میں پاروں کی ابتدا اور انتہاء، دنیا میں رائج خط عثمان طہ کی طباعت کے مطابق مختلف ہے اور یہاں پر برصغیر میں رائج نسخوں بالخصوص تاج کمپنی لاہور سے شائع ہونے والے نسخوں کے مطابق پاروں کے نام اور آغاز و انتہاء کو معین کیا گیا ہے

قرآن مجید کی ابتدائی تقسیم، روایات کے مطابق پیغمبر اکرم ﷺ کے دور میں ہوئی جس میں قرآن کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ «سَبعَ طِوال»، «سُنَن»، «مَثانی» اور «مُفَصَّل» ۳۰ پاروں میں تقسیم بندی کے آغاز کے بارے میں اختلاف نظر پایا جاتا ہے کہا گیا ہے کہ یہ تقسیم بندی حجاج بن یوسف ثقفی کے دور میں آغاز ہوئی ہے[4] بعض کا کہنا ہے کہ مأمون عباسی نے اس طرح سے تقسیم کرنے کا حکم دیا تھا مشہور یہ ہے کہ ۳۰ پاروں میں

---

[1] جوادی آملی، تفسیر تسنیم، ج ۲، ص ۷۲.

[2] مستفید، «جزء»، ص ۲۲۸، ۲۲۹.

[3] مستفید، «جزء»، ص ۲۲۹، ۲۳۰.

[4] فیض کاشانی، المحجۃ البیضاء، بی تا، ج ۲، ص ۲۲۴.

تقسیم کرنایا۱۲۰حزب میں تقسیم کرنے کا مقصد اسکولوں میں پڑھنے اور تلاوت کرنے میں آسانی کے پیش نظر ایسا کیا گیا ہے[1] لیکن قرآن کو پارے یا حزب میں تقسیم کرنے کے بارے میں قرآنی یا روائی کوئی منشاء نہیں ہے۔

قرآن میں مختلف موضوعات جیسے اعتقادات، اخلاق، احکام، گذشتہ امتوں کی داستانیں، منافقوں اور مشرکوں سے مقابلہ وغیرہ پر مختلف انداز میں بحث کی گئی ہے قرآن میں مطرح ہونے والے اہم موضوعات میں سے بعض یہ ہیں۔ توحید، معاد، صدر اسلام کے واقعات جیسے رسول اکرم ﷺ کے غزوات، قصص القرآن، عبادات اور تعزیرات کے حوالے سے اسلام کے بینادی احکام، اخلاقی فضایل اور رذایل اور شرک و نفاق سے منع وغیرہ[2]۔

قرآن کا تحریف سے محفوظ ہونا

جب قرآن کی تحریف سے بحث کی جاتی ہے تو معمولا اس سے مراد قرآن میں کسی کلمے کا اضافہ یا کمی ہے آیت اللہ خوئی لکھتے ہیں۔ مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن میں کسی لفظ کا اضافہ نہیں ہوا ہے لہذا اس معنی میں قرآن میں کوئی تحریف نہیں ہوئی ہے لیکن قرآن سے کسی لفظ یا الفاظ کے حذف ہونے اور کم ہونے کے بارے میں اختلاف نظر پایا جاتا ہے[3] آپ کے بقول شیعہ علماء کے درمیان مشہور نظریہ کے مطابق اس معنی میں بھی قرآن میں کوئی تحریف نہیں ہوئی ہے[4]۔

مرتبط رسومات

قرآن مسلمانوں کی انفرادی زندگی کے ساتھ ساتھ ان کی اجتماعی زندگی میں بھی ایک خاص اہمیت کا حامل ہے ختم قرآن کی عمومی محفلیں مختلف مساجد اور دیگر مذہبی مقامات جیسے امام بارگاہوں، ائمہ معصومین علیہم السلام کے حرم حتی مختلف افراد اپنے گھروں میں بھی ختم قرآن کی نشستیں منعقد کرتے ہیں[5]۔

مرتب : سید لیاقت علی

۲۵ شعبان المعظم ۱۴۴۰

❁❁❁❁❁

---

[1] معرفت، التمهید، ۱۴۱۲ق، ج۱، ص ۳۶۴.

[2] خرمشاہی، «قرآن مجید»، ص ۱۶۳۱، ۱۶۳۲.

[3] خوئی، البیان فی تفسیر القرآن، ۱۴۳۰ق، ص ۲۰۰.

[4] خوئی، البیان فی تفسیر القرآن، ۱۴۳۰ق، ص ۲۰۱.

[5] «آداب ختم قرآن در ماہ رمضان»، گلستان قرآن، ص ۳۶.

پہلے اور دوسرے پارے کا مختصر جائزہ

اس پارے کے ضمن میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کا ذکر کیا جائے گا۔

۱۔سورہ فاتحہ کا مختصر جائزہ

سورہ فاتحہ یا حمد قرآن کریم کی پہلی سورت ہے جسے ام الکتاب کا لقب ملا ہے اسکا شمار مکی سورتوں میں سے ہوتا ہے اور پہلے پارے میں واقع ہے یہ مختصر سورتوں یا [سُوَرِ قصار] میں شمار ہوتی ہے گو کہ روایات اور احادیث کے مطابق، معنوی لحاظ سے بہت عظیم اور قرآن کی اساس اور بنیاد ہے سورہ حمد تمام واجب اور مستحب نمازوں میں پڑھی جاتی ہے اور اس کا مضمون توحید اور حمد خداوندی پر مشتمل ہے،اس سورت کی فضیلت میں کہا گیا ہے کہ اس کا نزول،امتِ اسلامی پر عذاب نازل نہ ہونے کا باعث بنا۔

مضامین

اس سورت کا اصلی مضمون توحید،اللہ کا شکر،عبادت،مدد مانگنا اور ان سے ہدایت طلب کرنا ہے[1] اسی طرح اس سورت میں اللہ تعالی کے اوصاف،اللہ تعالی کے صالح بندوں کے اوصاف و نشانیاں بیان ہوئی ہیں اور ہدایت و صراط مستقیم کے مسئلے کو دعا کے سانچے میں بیان کرنے کے ساتھ ساتھ گمراہی اور غلط راستے پر چلنے والوں سے نفرت کا اظہار بھی ہوا ہے[2] اس سورت کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے ایک حصے میں اللہ تعالی کی حمد و ثنا بیان کیا گیا ہے اور دوسرے حصے میں بندوں کی احتیاج اور نیاز کو بیان کیا گیا ہے حدیث قدسی میں آیا ہے کہ۔ میں نے سورہ حمد کو اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان تقسیم کیا ہے؛اس میں سے کچھ میرے لئے ہے اور کچھ میرے بندوں کے لیے[3]۔

فضیلت اور خواص

اس سورت کی فضیلت اور اہمیت کے بارے میں بہت ساری روایات وارد ہوئی ہیں،ایک روایت کے مطابق جبرئیلؑ امین پیغمبر اکرم ﷺ سے کہتے ہیں کہ اس سورت کی وجہ سے امتِ اسلامی پر عذاب نازل نہیں ہوگا[4]۔ ایک اور روایت کے مطابق اس سورت کو ہر درد کی دوا قرار دیا ہے[5]۔ امام علی علیہ السلام پیغمبر اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ سورہ حمد عرش الٰہی کے خزانوں میں سے ہے جسے اللہ تعالی نے اپنے نبی ﷺ سے مختص کیا ہے جس میں دوسرے کسی پیغمبر کو شریک نہیں کیا ہے۔ سوائے بسم اللہ کے جس میں صرف سلیمان علیہ السلام پیغمبر شریک ہیں... جو بھی محمد و آل

---

[1] محققیان، «سورہ حمد» ص۲۶۷.

[2] خرمشاہی، «سورہ فاتحہ»، ج۲، ص۱۲۳۶.

[3] صدوق، امالی، ۱۳۷۶ش، ص۱۷۴؛ مکارم شیرازی، ناصر، تفسیر نمونہ، ۱۳۷۴ش، ج۱، ص۷.

[4] فخررازی، التفسیر الکبیر، ۱۴۲۰، ج۱، ص۱۵۸.

[5] بحرانی، البرہان، ۱۴۱۵ق، ج۱، ص۹۷.

محمد علیہ السلام کی محبت کے عقیدے کے ساتھ پڑھے تو ہر ایک حرف کے بدلے ایسا حسنہ اسے دیا جائے گا جو دنیا اور اس میں موجود ہر چیز سے بہتر ہے[1]...

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے سورہ فاتحہ کو سب سے بہترین سورت قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے۔ تورات، انجیل، زبور اور قرآن میں اس جیسی سورت نازل نہیں ہوئی ہے۔ ایک اور حدیث نبوی کے مطابق سورہ فاتحہ کی تلاوت کا ثواب دو تہائی قرآن تلاوت کرنے اور تمام مومنین کو صدقہ دینے کے برابر ہے[2]۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی سورہ فاتحہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ جو بھی اس کی تلاوت کرے گا اللہ اس پر دنیا اور آخرت کی خیر تک پہنچنے کا راستہ کھول دے گا۔ اور آپ علیہ السلام نے اسی طرح پھر فرمایا ہے کہ اللہ تعالی کا اسم اعظم اس سورت میں تقسیم ہوا ہے[3]۔ شیخ مفیدؒ اپنی کتاب الاختصاص میں ایک حدیث نقل کرتے ہیں جس میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سے کسی نے سورہ فاتحہ کی تلاوت کا ثواب دریافت کیا تو اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ نے اس کی تلاوت کے ثواب کو تمام آسمانی کتابوں کی تلاوت کے برابر قرار دیا ہے[4]۔

۲۔ سورہ بقرہ کا مختصر جائزہ

سورہ بقرہ قرآن کا دوسرا، سب سے بڑا اور مدنی سورہ ہے جو پہلے، دوسرے اور تیسرے پارے میں واقع ہے اس سورہ کا نام "سورہ بقرہ" اس میں موجود بنی اسرائیل کی اس داستان کی وجہ سے رکھا گیا ہے جس میں بقرہ (گائے) کا تذکرہ آیا ہے۔ سورہ بقرہ کا عمدہ مقصد انسان کی ہدایت اور یہ بتانا مقصود ہے کہ انسان کو چاہئے کہ وہ ان تمام چیزوں پر ایمان لے آئیں جنہیں خدا نے پیغمبروں کے ذریعے نازل کی ہیں اور اس سلسلے میں ان کے درمیان کسی قسم کی تفاوت کا قائل نہیں ہونا چاہئے سورہ بقرہ کو مضامین کے حوالے سے ایک جامع سورہ قرار دیا جاتا ہے جس میں جہاں اصول دین سے سیر حاصل بحث ہوئی ہے وہیں فروع دین سمیت دیگر اہم سیاسی، سماجی اور اقتصادی مسائل پر بھی بحث و گفتگو ہوئی۔

مضامین

علامہ طباطبائیؒ کے مطابق سورۂ بقرہ کا اصل مقصد اس بات کا اعلان کرنا ہے کہ انسان کو ہر اس چیز پر ایمان لانا ضروری ہے جسے خدا نے انبیاء کے توسط سے نازل کیا ہے اور اس سلسلے میں پیغمبروں کے درمیان کسی تفاوت کا قائل نہ ہو اسی طرح کافروں اور منافقین کی تنقید نیز مختلف بدعات

---

[1] صدوق، الامالی، ۱۴۱۳ق، ۱۷۶۔

[2] طبرسی، مجمع البیان فی تفسیر القرآن، ۱۳۷۲ش، ج۱، ص۸۸۔

[3] نوری طبرسی، مستدرک الوسائل، ۱۴۰۸ق، ج۴، ص۳۳۰۔

[4] شیخ مفید، الاِختصاص، ۱۴۱۳ق، ص۳۹۔

ایجاد کرنے پر اہل کتاب کی سرزنش کو اس سورت کے دیگر اہم مطالب میں شمار ہیں[1]۔ سورہ بقرہ کو مورد بحث موضوعات کے لحاظ سے ایک جامع سورہ جانا جاتا ہے جس میں اصول دین کے علاوہ فروع دین کے اہم مسائل کے بارے میں بھی گفتگو ہوئی ہے[2]۔

فضیلت اور خواص

مجمع البیان میں پیغمبر اکرم ﷺ سے منقول ایک حدیث کے مطابق سورہ بقرہ قرآن کی سب سے بافضیلت ترین سورہ اور آیۃ الکرسی اس سورت کی سب سے بافضیلت ترین آیت ہے[3]۔ اس سورت کا افضل ہونا اس کی جامعیت کی وجہ سے ہے اور آیۃ الکرسی کی فضیلت اس کے توحیدی مضمون کی وجہ سے ہے[4]۔

امام سجاد علیہ السلام سے منقول ایک حدیث میں آیا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص سورہ بقرہ کی ابتدائی چار آیتیں اور آیت الکرسی اور اس کے بعد والی دو آیتوں کی تلاوت کرے تو جان و مال میں کوئی ناخوشایند چیز نہیں دیکھے گا اور شیطان اس کے نزدیک بھی نہیں آئے گا اور یہ شخص قرآن کو فراموش نہیں کرے گا[5]۔

پہلے پارے کے چیدہ نکات

(سورۂ حمد، سورۂ البقرہ)

سورہ حمد

۱. خدا کے نام سے ابتدا انتہائی بابرکت شئے ہے جس سے تکمیل کار کی ضمانت بھی حاصل ہوتی ہے اور مسلمانوں کی ذہنی تربیت بھی ہوتی ہے کہ کسی کام میں یاد خدا سے غافل نہیں ہونا چاہیے اور جس کو ہر کام میں خدا یاد رہے گا اس کا کوئی کام قانون خدا کے خلاف نہ ہوگا اور اس کی زندگی میں گناہوں کا گزر نہ ہوگا کھانے میں بسم اللہ حرام کھانے سے پرہیز، جنسی تعلقات میں بسم اللہ حرام کاری سے پرہیز، پڑھنے میں بسم اللہ مہمل لٹریچر کے مطالعہ سے پرہیز کا سبق دیتا ہے۔

۲. رحمان مبالغہ کا صیغہ ہے جس کے معنی عظیم اور وسیع رحمتوں والا ہے، اس لفظ کا اطلاق عام طور سے خدا کے علاوہ کسی دوسرے پر نہیں ہوتا۔

---

[1] طباطبائی، المیزان، ۱۳۹۰ق، ج۱، ص ۴۳۔
[2] مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، ۱۳۷۱ش، ج۱، ص۵۸۔
[3] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۱، ص۱۱۱.
[4] مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، ۱۳۷۱ش، ج۱، ص۵۹.
[5] حویزی، نور الثقلین، ۱۴۱۵ق، ج۱، ص۲۶.

۳. رحیم وہ صفت ہے جس میں دوام کا مفہوم پایا جاتا ہے یعنی ہمیشہ رحمت اور مہربانی کرنے والا رحمان کے بعد رحیم کے لفظ کو اسی لئے رکھا گیا ہے کہ اس سے عظیم رحمتوں کے دوام کو ظاہر کیا جاتا ہے۔

۴. حمد۔ مدح سے مختلف چیز ہے جس کے لئے عمل کا اختیاری ہونا ضروری ہے اور چونکہ اختیارِ کل رب العالمین کے ہاتھ میں ہے لہذا واقعی حمد کا استحقاق بھی اسی کے لئے ہے یہ جملہ "الحمد للہ" اگرچہ کلام خالق ہے لیکن درحقیقت یہ بندوں کی تربیت کے لیے ہے کہ ہم تعریف کا سلیقہ نہ سکھائیں گے تو انسان ذاتی طور پر تعریف کرنے کے قابل بھی نہیں ہو سکتا ہے۔

واضح رہے کہ دنیا میں عام طور سے تعریف کے چار اسباب ہوتے ہیں ذاتی کمال، حاصل ہونے والا فائدہ، فائدہ کی توقع اور خوف؛ اور پروردگار عالم ان چاروں ہی جہات کا حامل ہے وہ اللہ بھی ہے، رب العالمین بھی ہے، رحمان ورحیم بھی ہے اور مالک یوم الدین بھی ہے، لہذا وہ ہر قسم کی تعریف کا حقدار ہے اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا ایسی تعریف کا حق دار نہیں ہے ہاں وہ خود کسی کو محمد بنادے تو اور بات ہے۔

۵. رب العالمین۔ عالمین عالم کی جمع ہے یعنی کسی ایک خاص قسم کی مخلوقات یعنی وہ تمام مخلوقات کا خالق بھی ہے اور پروردگار بھی، مخلوقات پیدا ہونے کے بعد بھی اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتیں۔

۶. مالک۔ دنیا کے تمام افراد زمانے کے ملک اور بادشاہ ہوتے ہیں مالک نہیں ہوتے اور سب کی ملوکیت بھی دنیا ہی تک محدود رہ جاتی ہے لیکن رب العالمین ملک بھی ہے اور مالک بھی اور وہ بھی روز جزا یعنی روز قیامت کا مالک ہے۔

۷. ایاک نعبد۔ عبادت کے ساتھ لفظ جمع کا استعمال کرنا جسے عام طور سے مقام تعظیم میں استعمال کیا جاتا ہے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ انسان میں انانیت اور خود غرضی نہیں پیدا ہونی چاہیے اور اسے سارے بندوں کی طرف سے اظہار بندگی کرنا چاہیے تاکہ جو کچھ بھی حاصل ہو اسے سب میں تقسیم کردے "ہم" اس لفظ میں انانیت کا شائبہ تھا لہذا اس کے بعد استعانت کا ذکر کردیا گیا کہ ہم سب عبادت کرنے میں بھی تیری ہی مدد کے محتاج ہیں ورنہ آقائی کرنا تو بڑی بات ہے ہم عبادت کرنے کے قابل بھی نہیں ہیں۔

۸. اھدنا۔ ہدایت کا مسلسل مطالبہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ صراط مستقیم ایمان و عمل کا مجموعہ ہے اور اس کے مل جانے کے بعد بھی انسان کے لئے ہر آن بہک جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔

روایات میں ثبات قدم کی تفسیر اسی مسلسل مطالبہ کی تعبیر ہے، ورنہ ہدایت کے معنی رہنمائی ہی کے ہیں۔

۹. انعمت علیھم۔ یہ لفظ اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام میں صاحبان کردار کی اس قدر اہمیت ہے کہ صراط مستقیم کا تعارف انہیں کے نام سے کرایا جاتا ہے حالانکہ وہ خود صراط مستقیم ہی کے پابند ہیں اور اسی پر چل رہے ہیں۔

۱۰. غیر المغضوب علیھم۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اسلام میں کوئی بات دونوں پہلوؤں کے بغیر تمام نہیں ہوتی اچھے انسانوں کو اپنایا جائے اور برے انسانوں سے نفرت کی جائے۔

۱۱. ولاالضالین۔ یعنی اسلام میں فقط مستحقِ غضب ہو جانا ہی عیب نہیں ہے جو دیدہ و دانستہ مخالفت کا نتیجہ ہوتا ہے، بلکہ بہک جانا بھی عیب ہے جس کے بعد انسان کا راستہ صراط مستقیم کہے جانے کے قابل نہیں رہ جاتا۔

سورہ البقرہ

۱۲. الم۔ قرآن مجید کے حروف مقطعات میں پہلا حرف ہے جس کے معنی بظاہر لغت عرب میں موجود نہیں ہیں، یہ درحقیقت عبد و معبود کے درمیان ایک رمز ہے جس کی تشریح خاصانِ خدا کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا۔

۱۳. لاریب فیہ۔ یعنی لوگ تشکیک کی بہت کوشش کریں گے لیکن اس کتاب میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور یہ کتاب ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے۔

۱۴. ھدی للمتقین۔ ہدایت کا لفظ منزل مقصود تک پہنچا دینے والی ہدایت کی طرف اشارہ ہے جو متقین کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہے اور واضح رہے کہ اسلام میں تقوی کے لئے ایمان بالغیب کے ساتھ نماز اور انفاق بھی ضروری ہے صرف ایمان کے بھروسے پر تقوی حاصل نہیں کیا جا سکتا اور قرآن مجید سے استفادہ کرنا بھی ممکن نہیں ہے بے شک قرآن مجید ہدایت دے گا لیکن تقویٰ کے بعد، اور تقویٰ ایمان کے ساتھ، یعنی بدنی اور مالی دونوں طرح کی قربانیوں کا مطالبہ کر رہا ہے، تقوی نہیں ہے تو قرآن کی ہدایت کا فائدہ بھی نہیں ہے، اور یہ قرآن و اہلبیت کا کمال اتحاد ہے کہ قرآن ھدی للمتقین ہے اور علی امام المتقین ہیں قرآن انھیں کو ہدایت دے گا جو مومن، نمازی اور کریم الطبع ہوں اور حضرت علی انھیں کی امامت کریں گے جو انھیں صفات سے متصف ہوں گے ایمان مکمل نہیں ہے تو نہ قرآن کام آئے گا اور نہ اہل بیت سفارش کریں گے جب کہ دونوں ہی ہادی ہیں اور دونوں ہی شفاعت کرنے والے ہیں اور دونوں ہی کا مطالبہ پرہیز گاری کا ہے کہ تم اپنے طور پر پرہیز گار بنو، پھر اگر غلطی ہو جائے گی تو شفاعت کرنا ہمارا کام ہے بغاوت میں شفاعت نہیں ہوا کرتی۔

۱۵. یقیمون الصلوۃ۔ یہ تمام ارکان و شرائط اور مکمل پابندی کے ساتھ نماز ادا کرنے کا اشارہ ہے ورنہ نماز کا تذکرہ تو یصلون سے بھی ہو سکتا تھا

۱۶. ممارزقناھم۔ یہ انسانی ذہن کی اصلاح ہے کہ انسان انفاق کر کے مغرور نہ ہو جائے کہ ہم نے کوئی کام کیا ہے نہیں اس نے اس مال میں سے انفاق کیا ہے جسے خدا نے پہلے بطور رزق دیا ہے پھر انفاق کرتے وقت رزق اور انفاق کے تناسب پر بھی نگاہ رکھے کہ خدا نے اسے رزق کتنا دیا ہے اور اس نے اس کی راہ میں کتنا خرچ کیا ہے انسان کارِ خیر کرتے وقت اس نکتے کی طرف سے بالکل غافل ہو جاتا ہے اور اپنے عمل کی مقدار کو دیکھنے لگتا ہے کہ ہم نے سب سے زیادہ چندہ دیا ہے وہ یہ بھول جاتا ہے کہ خدا نے بھی اسے سب سے زیادہ رزق دیا ہے اور خدا کی عطا کے مقابلہ میں اس کے عمل کی کوئی قیمت نہیں ہے۔

۱۷. غیب۔ یوں تو ہر غیر محسوس شئے کا نام غیب ہے جو نگاہوں میں نہیں آتی ہے لیکن ہر غائب پر ایمان لانا ایمان کا جزو نہیں بن سکتا اس سے ایسے امور مراد ہیں جو غائب بھی ہیں اور جزوِ ایمان بھی ہیں چاہے وہ قیامت کی تفصیلات ہوں یا امامت کے متعلقات۔

۱۸. بما انزل الیک۔ اس جملہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام نہ ماضی سے رابطہ توڑنا چاہتا ہے اور نہ مستقبل سے اس کے نزدیک جس طرح پیغمبر اسلام پر نازل ہونے والے حقائق پر ایمان لانا ضروری ہے اس طرح ماضی میں تمام نازل ہونے والی باتوں پر بھی ایمان لازم ضروری ہے اور آخرت کا ایقان بھی لازم ہے ماضی کا خیال عبرت کا سامان فراہم کرتا ہے اور مستقبل کا لحاظ ذہنی آمادگی کا سبب بنتا ہے۔

۱۹. یوقنون۔ یہ اشارہ ہے کہ صرف ایمان ہی کافی نہیں ہے بلکہ ایقان ضروری ہے اور یقینِ آخرت کے بغیر اصلاح عمل اور انفاق کا کوئی امکان نہیں ہے اور یقینِ آخرت کے بعد پھر بد عملی اور بخل کا امکان بھی نہیں رہ جاتا ہے۔

۲۰. انسانوں کی تین قسموں کا تذکرہ کیا گیا ہے پہلی قسم میں صاحبان ایمان ہیں جن کا ایمان غیب پر ہے اور نماز و انفاق وغیرہ کے پابند ہیں دوسری قسم ان کفار کی ہے جو انتہائی متشدد ہیں کہ ان پر ہدایت کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا ہے، گویا ان کے دلوں پر مہر لگ گئی ہے اور آنکھوں پر پردے پڑ گئے ہیں وہ بہرے ہیں کہ آواز سنتے نہیں ہیں گونگے ہیں کہ کلمہ حق نہیں بولتے ہیں اور اندھے ہیں کہ آیات حق کو نہیں دیکھتے ہیں اور ان سے کیا کارِ خیر کی امید نہیں کی جا سکتی ہے تیسری قسم ان منافقین کی ہے جن میں اتنی ہمت تو ہے کہ بظاہر کفر سے الگ ہو گئے ہیں لیکن دل میں ایسی بیماری باقی رہ گئی ہے کہ اپنے اسلام ہی کو فریب دہی کا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں اور اس طرح ان کی بیماری روز بروز بڑھتی جا رہی ہے، یہ اپنے فساد کو اصلاح کا نام دیتے ہیں اور صاحبانِ ایمان کو بیوقوف سمجھتے ہیں کہ انہوں نے کافروں سے قطع تعلق کر کے دنیاوی فوائد کے دروازے بند کر لئے ہیں۔

ان تمام تذکروں کا مقصد یہ ہے کہ عالم انسانیت کے سامنے یہ سارے کردار ہیں اور انسان دوسروں کا حساب کرنے کے بجائے اپنا محاسبہ کرتا رہے اور یہ دیکھتا رہے کہ خود اس کی نگاہ میں اس کا شمار کس قسم میں کیا جا سکتا ہے۔

۲۱. منافقین کا اصلی کردار ہر دور میں یہی رہا ہے کہ وہ صاحبان ایمان سے ایمان و ہدایت کی بات کرتے ہیں اور اپنی جماعت میں استہزاء اور مذاق کا حوالہ دیتے ہیں... حالانکہ خدا ان کے استہزاء کا جواب اس طرح سے دے رہا ہے کہ ان کا اعتبار نہ اُس جماعت میں ہے اور نہ اِس جماعت میں اب وہ ہر آن اپنے دل میں ایک طرح کا چور محسوس کرتے ہیں، اور یہ وہ کرب انگیز کیفیت ہے جس کا اندازہ وہی شخص کر سکتا ہے جو اس منزل سے گزرا ہو، اس کا اندازہ ہر شخص کو نہیں ہو سکتا، واضح رہے کہ کبھی کبھی صاحبان ایمان کو بھی ایسی دہری پالیسی اختیار کرنا پڑتی ہے اور اس کا سامنا کرنا پڑتا ہے فرق صرف یہ ہے کہ منافق کافر کی جماعت کا آدمی ہوتا ہے اور صاحبان ایمان کا مذاق اڑاتا ہے اور مومن ایمانی جماعت کا فرد ہوتا ہے اور کافر کو غلط فہمی میں رکھنا چاہتا ہے جو کام اسلامی فوج کی طرف سے جاسوسی یا تقیہ کے موقع پر انجام دیتا ہے، آیت کریمہ پر باقاعدہ غور کرنے سے منافق اور صاحبِ تقیہ مؤمن کے کردار کا فرق بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

۲۲. آیات میں مختلف مثالوں کے ذریعے منافقین کے کردار کی وضاحت کی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ منافق کی مثال گویا اس اندھے کی ہے جو چراغ لے کر چلتا ہے کہ دوسرے اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور وہ خود بدبختی کا مارا ہوا اپنی روشنی سے محروم رہتا ہے، منافقین نے فروغ اسلام میں ساتھ دیا کہ اسلام کی روشنی ہر طرف پھیل گئی دوسرے ملکوں تک اسلام پہنچ گیا اس کی قوت و شوکت میں اضافہ ہو گیا اس کے گرد ایک مجمع لگ گیا اور پھر خدا نے اس روشنی کو سلب کر لیا کہ نفع کی بنا پر خود اس سے فائدہ نہ اٹھا سکے اور انجام جہنم ہی ہوا۔

•••

دوسری مثال اس بارش کی ہے جس میں ابر رحمت کے ساتھ گرج چمک اندھیرا اجالا سب کچھ ہو کہ لوگوں کو خود اپنی موت دکھائی دینے لگے اور خوف کے مارے کانوں میں انگلی رکھ لیں ذرا روشنی کا سہارا ملے تو آگے بڑھ جائیں اور ذرا اندھیرا چھا جائے تو ٹھہر جائیں اور آخر کار اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے حالانکہ کان بھی موجود ہیں اور آوازیں بھی سن رہے ہیں اور آنکھیں بھی موجود ہیں کہ حقائق دیکھ بھی رہی، اور خدا چاہتا تو ان صلاحیتوں کو سلب کر لیتا لیکن اس وقت جبر کا الزام اس کی ذات اقدس پر آجاتا اس لیے اس نے صلاحیتوں کو سلب نہیں کیا اور ان کو انھی کے حال پر چھوڑ دیا مذکورہ بالا مثال میں صدر اول کی جس شوکت اسلام کا ذکر کیا گیا ہے اس سے فائدہ نہ اٹھانا انسان کی انتہائی بد بختی کی دلیل ہے، گرج ایسی کہ قیصر و کسریٰ کے دل دہل جائیں اور چمک کیسی کے ابولہب اور ابو جہل کی نگاہیں خیرہ کرنے لگیں، اور اس کے بعد بھی منافقین کو کچھ نہ نظر آئے اور نہ کچھ سنائی دے یہ انتہائی بد نصیبی اور نالائقی نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

یہ مثال آج بھی ان صاحبان ایمان کے لئے مرقع عبرت ہے جو کسی مرکزی ہدایت سے قریب تر ہوتے ہیں اور احکام الٰہیہ کی گرج چمک دیکھتے رہتے ہیں اور اس کے بعد آبائی طریقوں پر جمے رہتے ہیں اور حق کا راستہ اختیار نہیں کرتے ان کی بد نصیبی دیہات اور جنگل میں رہنے والے مسلمانوں سے کہیں زیادہ ہے اور ان کا کردار منافقین کی زندگی سے کہیں زیادہ عبرت انگیز ہے۔

۲۳. جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے بالکل مختلف ہے اسے انسانوں اور پتھروں سے بھڑکایا گیا ہے اور اس میں مجرم بیک وقت سزا یافتہ بھی ہے اور ایندھن بھی جس طرح بعض خاصان خدا صاحبِ نعمت بھی ہوتے ہیں اور وسیلہ ء نعمت بھی پابندِ شریعت بھی ہوتے ہیں اور ماخذ شریعت بھی، پتھروں سے مراد وہ پتھر ہیں جن کی پرستش کی گئی ہے کہ بندے اور خدا ایک ہی جگہ ہوں گے۔

۲۴. اعجاز قرآن کے ذیل میں ایک سورہ کا مطالبہ کرنا دلیل ہے کہ سورہ کا تعین پروردگار ہی کی طرف سے تھا اور وقت نزول قرآن ہو چکا تھا اور قرآن از اول تا آخر معجزہ ہے کہ اس کے ایک سورے کا جواب بھی ممکن نہیں ہے اس کے بعد منکرین کی تحدید کرنا بھی علامت ہے کہ حقائق کا انکار صرف انکار نہیں ہوتا اس کا انجام بھی بہت برا ہوتا ہے۔

۲۵. جنت کے پھل دنیا کے مشابہ ہونگے لیکن حقیقت میں بالکل مختلف ہونگے جس طرح کہ جنت کے صاحبان اختیار اور سردار عام انسانوں کے مشابہ ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں ان سے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔

۲۶. در حقیقت یہ چیز عبرت کا سامان ہے کہ انسان اپنے کو بہت بڑی شئے سمجھتا ہے حالانکہ اس کے بعض اعضاء و جوارح ایک مچھر سے بھی کم ہیں، صاحبان ایمان اس نکتے کو سمجھتے ہیں اور فاسق نہیں سمجھتے ہیں۔

۲۷. قدرت خدا کی طرف اشارہ ہے اور کافروں کو تنبیہ ہے کہ اپنی خلقت اور زمین و آسمان کی عظیم تخلیق کو دیکھنے کے بعد بھی کفر اختیار کرتے ہو یہ انتہائی عجیب و غریب بات ہے۔

۲۸. خلافت الٰہیہ کا کام خدا نے خود انجام دیا ہے اور اس کا معیار تقویٰ اور تقدس کے ساتھ علم اسماء کو قرار دیا ہے، ملائکہ کو بھی خدا نے تعلیم دی تھی جس کا انہوں نے خود اقرار کیا ہے لیکن وہ انہیں شخصیات پر منطبق نہ کر سکے، یہ کام بشری صلاحیت کا ہے تو خدا نے اپنے علم کا حوالہ

دے کر واضح کر دیا کہ جو آسمان و زمین کے غیب جانتا ہے وہ تمہارے دل کی بات بھی جانتا ہے اور آدمؑ کا مستقبل بھی جانتا ہے، اس کے پہلے مخلوقات نے فساد کیا تھا تو وہ خلیفہ نہیں تھے آدم کو خلیفہ بنا رہا ہوں تو خلیفۃ اللہ مُفسد نہیں ہوتا بلکہ صاحب کردار اور اعلم کائنات ہوتا ہے۔

۲۹. ابلیس ایک سجدے کے انکار سے کافر ہو گیا تو مستقل سجدے کو ترک کرنے والوں کا انجام کیا ہو گا؟ اس نکتہ پر ہر صاحب علم و عقل کو غور کرنا چاہیے۔

۳۰. و کلا منھا رغداً حیث شئتما۔ دلیل ہے کہ پابندی جگہ کی تھی کھانے کی نہیں تھی اور چونکہ جناب آدمؑ قریب نہیں گئے لہذا گناہ نہیں ہوا، صرف اتنی سی احتیاط لازم تھی کہ کھانے کے بارے میں بھی حکم خدا دریافت کر لیتے اس لئے ترکِ اولیٰ ہو گیا ورنہ وہ زمین کے خلیفہ تھے تو انہیں زمین پر آنا ہی تھا۔

۳۱. بعضکم لبعض عدو۔ اس فقرے میں اولادِ آدم کی کیفیات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کی دنیا میں عداوت فساد تعیش سب ہی کچھ ہوتا ہے۔

۳۲. کلمات۔ روایات میں "کلمات" سے مراد پنجتن پاک کے اسماء ہیں اور یہ تعجب خیز بات نہیں ہے، یہ حضرات مالک جنت ساقی کوثر اور سرداران جنت ہیں لہذا جنت میں جانے کے لیے ان کے علاوہ کس کا واسطہ درکار ہو گا۔

۳۳. اسرائیل جناب یعقوبؑ کا لقب تھا بنی اسرائیل کے لیے سب سے بڑی نعمت یہ تھی کہ ان کے درمیان بے شمار انبیاء اور راہنما آئے ان سے اطاعت کا عہد لیا گیا اور خدا نے ان سے ثواب کا عہد کیا لیکن ان لوگوں نے اپنے عہد کو پورا نہ کیا اور قرآن کو بھی نہ مانا آنا جو توریت کی مخالفت نہیں بلکہ اس کی تصدیق کرنے والا تھا۔

۳۴. جو کام توریت میں بنی اسرائیل نے کیا تھا وہی آیات قرآنی کے بارے میں مسلمانوں نے کیا وہ الفاظ نہ بیچ سکے تو معانی اور تفسیر و تعبیر کی تجارت شروع کر دی حق و باطل کو مخلوط کر دیا حق پر پردہ ڈال دیا، انجام کار دونوں کا ایک ہی ہے۔

۳۵. یہودیوں کی نماز میں رکوع نہ تھا لہذا رکوع کی دعوت دی گئی اور جماعت کی طرف بھی متوجہ کیا گیا کہ جماعت میں شرکت کا معیار یا اس کی آخری حد رکوع ہے اسکے بعد پھر رکعت شمار نہ ہو گی۔

۳۶. جس کے ذہن میں نماز کا فلسفہ لقاء الٰہی ہے اور اجر و ثواب کا یقین ہے اس کے لیے صبح دوپہر شام کوئی وقت مشکل نہیں ہے اور خدا ذہن سے نکل جائے تو پھر ہر وقت مشکل ہے۔

۳۷. بنی اسرائیل کی افضلیت ذاتی کردار کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ ان نعمتوں کا اثر ہے جو انبیاء اور مرسلین کی شکل میں دی گئی ہیں کہ سب سے زیادہ انبیاء انھی کے درمیان پیدا ہوئے ہیں کاش یہ ان نعمتوں کی قدر بھی کرتے۔

۳۸. لا یقبل منھا شفاعۃ۔ نعمت خدا کی ناشکری حق کی پردہ پوشی اور حق و باطل کا امتزاج ہی وہ جرائم ہیں جن کی سزا سے بچانے والا کوئی نہیں ہے آیت شریفہ میں جس شفاعت کا انکار ہے وہ انھی کے ساتھیوں کی شفاعت ہے خاصان خدا کی نہیں کہ وہ ایسے افراد کی سفارش کسی قیمت پر نہیں کر سکتے ہیں۔

۳۹. روایات میں صبر سے مراد روزہ ہے اور یہ طے شدہ بات ہے کہ نماز اور روزوں سے زیادہ طاقت کسی اسلحے میں نہیں ہے اور خدا سے مدد مانگنے کا اس سے بہتر کوئی ذریعہ بھی نہیں ہے آل محمد علیہم السلام نے اس قدر نمازیں پڑھیں اور روزے رکھے کہ وہ خود بھی استعانت کا بہترین وسیلہ قرار پا گئے، اسی لئے روایات میں صبر کو نصف ایمان بتایا گیا اور علی علیہ السلام کو کل ایمان!

۴۰. بنی اسرائیل پر کیے جانے والے احسانات اور ان کی نالائقیوں کا ذکر کیا گیا ہے فرعون اپنی حکومت کو بچانے کے لیے لڑکوں کو قتل کر دیتا تھا اور لڑکیوں کو خدمت کے لیے زندہ رکھتا تھا، اور اس نے موسیٰ کی قوم کا تعاقب کیا تو ہم نے قوم کو بچا لیا اور فرعون کو لشکر سمیت غرق کر دیا لیکن اس کے بعد بھی قوم نے جناب موسیٰ کے کوہ طور پر جاتے ہی دوسرا خدا اختیار کر لیا اور سامری کے کہنے میں آ گئے پھر بھی ہم نے معاف کر دیا لیکن اس کی بھی قدر نہ کی اور رؤیت کا مطالبہ کر دیا جس پر بجلی گرائی گئی اور پھر زندہ کر دیا کہ اب ہوش میں آجائیں لیکن نہ آئے، ابر کا سایہ دیا، من و سلویٰ کی غیبی غذا دی لیکن جب قریے میں داخل ہونے کا وقت آیا تو نہ سجدہ کیا اور نہ ہی حطہ کہا بلکہ حنطہ کہہ دیا جبکہ ہم معاف کرنے کے لئے تیار تھے بلکہ ہم تو اضافہ بھی کر دینے والے تھے۔

ان واقعات سے صاف اندازہ ہوتا ہے کہ خدا کی نعمتوں کا حاصل ہو جانا فرد یا قوم کا کمال نہیں ہے خدا ایسے نالائق افراد کو بھی ایسی عظیم نعمتیں دے دیتا ہے جن کا عالمین میں جواب نہیں ہوتا، کمال انسانی اس کے تشکر، دست شناسی، توبہ اور سجدہ و استغفار میں ہے جسے بنی اسرائیل نے نظر انداز کر دیا تھا اور بار بار عذاب الٰہی کے حقدار ہو گئے تھے۔

۴۱. خدا دیکھنے کے قابل نہیں ہے اور نہ کسی بشر میں اس امر کی صلاحیت پیدا ہو سکتی ہے اور جب جناب موسیٰ علیہ السلام جیسا پیغمبر نہ دیکھ سکے تو دوسرے افراد کے دیکھنے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔

۴۲. بنی اسرائیل اس قدر بے ایمان تھے کہ عملی اتباع تو بڑی بات ہے لفظِ حطہ اور مغفرت کو زبان پر نہیں لانا چاہتے تھے اور اس کے بجائے حنطہ کہہ رہے تھے یعنی آخرت کے بجائے دنیا کی نعمتوں کی فکر میں لگے ہوئے تھے یہی وہ طرز عمل تھا جو عذاب الٰہی کا باعث ہو گیا، دنیا کو آخرت پر مقدم کرنا بدترین طرز عمل ہے۔

۴۳. بظاہر دنیا میں نہ آسمان سے غذا نازل ہوتی ہے نہ عصا مارنے سے چشمہ نکلتا ہے لیکن پروردگار عالم نے اتمام حجت کے لیے یہ سب کچھ کر دیا کہ ہمارے ہو جاؤ تو اقتصادی بائیکاٹ یا معاشی ناکہ بندی کی کوئی فکر نہیں ہے ہم عصا سے چشمہ نکال سکتے ہیں اور فضا سے من و سلویٰ نازل کر سکتے ہیں۔

۴۴. آیات الٰہی کا انکار اور مادی غذاؤں کی فکر انسانی زندگی کا سب سے بڑا المیہ ہے، جو شخص خدائی عطیئے پر اکتفا نہیں کرتا اور ہوس میں پڑ جاتا ہے اور رنگ برنگ کی غذاؤں پر جان دیتا ہے اور پھر ان کا شکریہ ادا نہیں کرتا اس کے حصے میں ذلت اور محتاجی کے سوا اور کچھ نہیں ہے، دنیوی غذاؤں کا خاصہ ہی یہ ہے کہ جتنی قسمیں زیادہ ہوں گی اتنی ہی محتاجی زیادہ ہوگی، سادہ غذا انسان خود بھی بہ آسانی فراہم کر سکتا ہے، تلوّن اور تنوع کی فکر ہی اسے محتاج اور ذلیل بنا دیتی ہے۔

۴۵. صرف دعائے ایمان کافی نہیں ہے جب تک واقعی ایمان اور عمل صالح نہ ہو اور یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ سابق میں غیر مذہب پر ہونا ایمان لانے یا عمل کرنے کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتا، انسان کفر بھی اپنے اختیار سے اختیار کرتا ہے اور ایمان بھی اپنے ارادے سے اختیار کرتا ہے، پیدائشی طور پر نہ کوئی کافر ہوتا ہے نہ مسلمان، فطرت اسلام پر پیدا ہونا اور ہے اور مسلمان ہونا اور ہے، ایمان کے ذیل میں صرف اللہ اور آخرت کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ ایمان بالرسول در حقیقت ایمان باللہ ہی کا لازمہ ہے جس طرح کے ایمان بالامام ایمان بالرسول کا لازمہ ہے، رسول پر ایمان کے بغیر خدا پر ایمان لانے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے۔

۴۶. بنی اسرائیل سے توریت پر عمل کرنے کا عہد لینے کے لیے سر پر کوہ طور لٹکا دیا گیا تو انہوں نے عہد کر لیا لیکن پھر بھی عمل نہ کیا، اکثر لوگ کہا کرتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیل سکتا ہے، قرآن مجید نے یہ واضح کر دیا کہ جن کو نہیں ماننا ہوتا ہے وہ بہر حال نہیں مانتے ہیں چاہے عذاب الٰہی سر پر معلق کر دیا جائے۔

۴۷. بظاہر مخالفت بہت معمولی تھی کہ شنبہ کے دن مچھلی کا شکار ممنوع تھا اور وہ جمعہ کے دن گڑھے کھود دیا کرتے تھے کہ مچھلیاں اس طرف آ جائیں اور انہیں پکڑ لیں، لیکن خدا نے انہیں بندر بنا دیا کہ اگر تمہیں اس طرح کی ہیرا پھیری آتی ہے تو ہمیں بھی خلقت کو تبدیل کر دینا آتا ہے، خدا کسی بندے کا محتاج نہیں ہے سب اس کے محتاج ہیں انسانیت کا حق انھی لوگوں کا ہے جو احکام الٰہیہ کی اطاعت کرتے ہیں باقی سب بند رہیں۔

۴۸. بنی اسرائیل میں لوگوں نے ایک رئیس کو قتل کر دیا تھا کہ اس کا ترکہ تقسیم کر لیں اور دوسرے پر الزام رکھ دیا خدا نے کہا کہ گائے ذبح کر کے اس مقتول کے جسم سے مس کر دو وہ زندہ ہو کر قاتل کا نام بتادے گا ان لوگوں نے الزام باقی رکھنے کے لیے تادیر حیلہ حوالہ کیا اور اور بالآخر مجبور ہوئے۔

الزام تراشی کرنے والے حقائق کا سامنا کرنے سے ہمیشہ گھبراتے ہیں اور ان کا انجام ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں ہوتا اس واقعے سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جو خدا ایک گائے کے گوشت کو مس کر کے مقتول کو زندہ کر سکتا ہے وہ تقاضائے مصلحت کے بعد انسان کی ٹھوکر سے بھی مردے کو زندہ کر سکتا ہے، اور گہوارے سے جسم مس کرنے والے کو نئے بال و پر بھی عطا کر سکتا ہے، قدرت خدا سے کوئی شئے بعید نہیں ہے، صرف مصلحت کے تقاضے کی ضرورت ہے۔

۴۹. بعض روایات میں ہے کہ ایک عورت کے عقد کا جھگڑا تھا جس کا عقد ایک شخص سے ہو گیا اور اسکے رقیب نے اسے قتل کر کے دوسرے قبیلے میں لاش پھینک دی اور ہنگامہ شروع ہو گیا آخر میں اتنی بحث ہوئی کہ ایک گائے کی قیمت اس کی کھال کے اندر سما جانے والے سونے کے برابر قرار پائی اور یہ قیمت ایک مرد مومن کو مل گئی جس کا مطلب یہ ہے کہ رقابت پہلا جرم قتل دوسرا جرم اور اتنی قیمت ادا کرنا تیسری سزا ہے اور ان سب کا فائدہ ایک دیندار آدمی کو ہوا کہ پروردگار نیک بندوں کو مختلف طریقوں سے رزق عطا کرتا ہے اور موذیوں کے جھگڑے سے مومنین کو فائدہ پہنچتا ہے۔

۵۰. یہودی علماء توریت سے صفات پیغمبر کو نکال کر دوسرے الفاظ رکھ دیتے تھے کہ کہیں مرید ہاتھ سے نکل نہ جائیں، یہودی صفت افراد آج بھی عوام کو قبضے میں رکھنے کے لیے حقائق میں تحریف کرتے رہتے ہیں۔

۵۱. بعض لوگوں کا ہمیشہ یہ خیال رہتا ہے کہ کتاب کا مصرف صرف مرادیں پوری کرنا اور ثواب کمانا ہے، عمل و کردار سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، قرآن مجید نے اس طرز تفکر کو یہودی طرز فکر قرار دیا ہے اور مسلمانوں کو متوجہ کیا ہے کہ کتاب خدا امنت مراد اور فقط تحصیل اجر ثواب کے لئے نہیں ہے اس کا مقصد کردار سازی ہے اور اجر تو قہری طور پر حاصل ہو ہی جائے گا۔

۵۲. یہ کردار بھی ہر دور میں پایا جاتا رہا ہے کہ اپنی خانہ ساز باتوں کو خدائی کہہ کر عوام کو دھوکا دیا جائے اور چند پیسے کمائے جائیں حالانکہ اس کا انجام بہت برا ہوتا ہے اور اس پر دہرا عذاب ہوتا ہے۔

۵۳. و اذ اخذنا میثاقکم۔ یہ عہد ہر دور کے انسان سے ہے کہ آپس میں قتل و خون نہ کیا جائے اور لوگوں کو آوارہ وطن نہ بنایا جائے لیکن کل کے یہودیوں کی طرح آج کے مسلمان عوام اور حکام بھی اس بد عہدی میں مبتلا ہیں، اور اپنے علاوہ کسی کو زندگی کا حق دینے کے لیے تیار نہیں ہیں، قرآنی زبان میں اسے ایمان بالکتاب نہیں کہتے، اور اس کی سزا عذاب آخرت کے علاوہ دنیا کے ذلت و رسوائی بھی ہے جس میں یہودیوں کی طرح مسلمانوں کی اکثریت بھی مبتلا ہے۔

۵۴. و ان یاتوکم اُسـٰـریٰ۔ یہودیوں کے روساء غریبوں کو قتل کرتے تھے آبادی سے نکال دیتے تھے اور جب لوگ انہیں گرفتار کر لیتے تھے تو فدیہ دے کر آزاد بھی کرا لیتے تھے یہ "آگ لگا کر بالٹی لے کر دوڑنے" کی پالیسی ہے جو آج بھی پائی جاتی ہے اور جسے اکثر مسلمان لیڈر اپنائے ہوئے ہیں، پہلے عوام پر ظلم کرتے ہیں اور اس کے بعد جب ظلم عام ہو جاتا ہے تو اظہار ہمدردی کرنے لگتے ہیں تاکہ لوگوں کی توجہ ان کے مظالم کی طرف سے ہٹ جائے اور وہ قوم کے ہمدرد کہے جانے لگیں فاعتبروا یا اولی الابصار۔

۵۵. خواہش نفس انسانی زندگی کی وہ بلا ہے جس سے انسان چھٹکارا حاصل نہیں کر پاتا، بلکہ جس قدر قانون الٰہی سے دور تر ہوتا جاتا ہے خواہشات میں مزید گرفتار ہوتا جاتا ہے، یہ خواہش غریبوں کو گمراہ کرتی ہے اور رئیسوں کو قاتلِ انبیاء تک بنا دیتی ہے، اور انسان اس کے پیچھے دیدہ و دانستہ حقائق کا انکار کر دیتا ہے، جیسا کہ تاریخ اسلام میں اقوال پیغمبر ﷺ کی مخالفت اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے قتل کے پس منظر میں دیکھا گیا ہے کہ انسان اپنی مرضی کے خلاف کچھ سننے کے لئے تیار نہیں ہے۔

۵۶. پیغمبر اسلام ﷺ کے آنے سے پہلے یہودی اپنی کتاب کی بشارتوں کی بنا پر اپنے دشمنوں سے کہتے تھے کہ محمد آگئے تو تم سب کا قلع قمع ہو جائے گا لیکن جب وہ آگئے تو ان کا بھی انکار کر دیا، یہ در حقیقت اپنے نفس کا بدترین سودا ہے کہ انسان چند دن کے راحت و آرام کے لیے ابدی عذاب اختیار کر لے۔

۵۷. جن یہودیوں کو مخاطب بنایا گیا ہے وہ گذشتہ دور کے انبیاء کے قاتل نہیں تھے قاتل ان کے باپ دادا تھے لیکن چونکہ سب کا فلسفہ ایک ہی تھا اور اولاد اپنے بزرگوں کے طرز عمل سے راضی تھی لہذا اسے بھی قاتل فرض کیا گیا ہے جو اسلام کا کھلا ہوا قانون ہے کہ کسی کے بھی عمل

سے راضی ہونے والا اس کے عمل میں برابر کا شریک سمجھا جاتا ہے اسلامی روایات میں آئمہ معصومینؑ کے قاتلوں سے اتفاق رائے رکھنے والوں اور ان کے اعمال کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھنے والوں کو بھی انہی آیات کی روشنی میں ملعون قرار دیا گیا ہے۔

۵۸. جب باطل دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے تو نہ نبی و رسول کی بات کا اثر ہوتا ہے نہ ظاہری عذاب کا یہودیوں نے زبان سے اقرار کر لیا لیکن دل میں نافرمانی کی ٹھانے رہے، جو تمام مصلحت پرست مسلمانوں کا بھی طریقہ کار ہے اور اس کا اظہار پیغمبر اسلام (ص) کے بعد ہوا، قرآن مجید نے اس ایمان کو بدترین ایمان قرار دیا ہے۔

۵۹. تمنائے موت اللہ کی محبت اور آخرت پر ایمان کا بہترین نمونہ ہے یہ درحقیقت لقائے الٰہی اور حصول آخرت کا ذریعہ ہے اب اگر کوئی واقعی اللہ کا دوست ہے تو وہاں تک پہنچنے کے لیے خودکشی نہیں کر سکتا کیونکہ خودکشی محبوب کی مرضی کے خلاف ہے اور اس راستے سے محبوب کے ملاقات نہیں ہو سکتی یہی حال آخرت پر ایمان کا ہے کہ موت وہاں تک پہنچنے کا بہترین ذریعہ ہے جو آخرت کی نعمتوں کا یقین رکھتا ہے وہ موت کے لئے بے قرار رہتا ہے ،درحقیقت ان آیات کے ذریعے ان مومنین کا بھی امتحان ہوتا رہتا ہے جو یہ اعلان کرتے رہتے ہیں کہ ہماری جنت یقینی ہے اور پھر موت سے گھبراتے ہیں۔

۶۰. جبرائیل نے کوہ طور کو بلند کیا تھا اور وہی قرآن مجید بھی لے آئے تو یہودی ان کے دشمن ہو گئے، قرآن مجید نے اس سلسلے میں ایک مستقل معیار بیان کر دیا ہے کہ جو شخص بھی دوسرے کا پیغام پہنچاتا ہے اس کا دشمن اصل میں صاحب پیغام کا دشمن ہوتا ہے، کاش مبلغینِ اسلام کی مخالفت کرنے والے بھی اپنے اختلاف کی حقیقت کو سمجھتے اور اپنے نفس کا محاسبہ کرتے۔

۶۱. جناب سلیمان کے بعد شیاطین نے کچھ جادو کے کاغذات بنا کر ان کے تخت کے نیچے دفن کر دیے اور بعد میں مجمع عام میں نکال کر لوگوں کو دکھلایا کہ سلیمان اسی جادو کے زور پر مخلوقات پر حکومت کیا کرتے تھے اور قوم کے احمق افراد ان کے چکر میں آگئے، یہی صورتحال بعینہ بعد رسول روایات وضع کرنے والوں کی تھی کہ اپنی خودساختہ روایات کو رسول کی طرف منسوب کر کے عوام کو دھوکا دینے لگے اور نبی ﷺ کے خلاف نبی ﷺ کے نام پر محاذ قائم کرنے لگے۔

۶۲. مسلمان جب آیات کو فی الفور نہیں سمجھ پاتے تھے تو گذارش کرتے تھے کہ سرکار ہماری رعایت کریں اور اس کے لیے "راعنا" کا لفظ استعمال کرتے تھے جس کے معنی "ہمارے چرواہے" کے بھی ہوتے ہیں یہودیوں نے اس طریقے کو غنیمت سمجھا اور پیغمبر اسلام ﷺ کو اسی لفظ سے مخاطب کرنے لگے پروردگار عالم نے مسلمانوں کا لہجہ بدلا دیا کہ یہودی فائدہ نہ اٹھانے پائیں اس انداز سے اسلام کی سیاسی حکمت عملی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ دشمن جس طریقہ کار سے فائدہ اٹھانے لگے اسے مصلحت اسلام کے مطابق تبدیل کر دیا جائے اور انہیں استحصال کا موقع نہ دیا جائے۔

۶۳. مساجد کی آبادی سے روکنے کے مختلف طریقے آج بھی رائج ہیں نماز کا استخفاف کرنا نمازیوں کا مذاق اڑانا سماج میں نمازیوں کو پست درجہ دینا ،متولی مسجد بن کر مالکانہ تصرفات شروع کر دینا، مسجدوں میں بلا سبب قفل ڈال دینا، امکانات کے باوجود صحیح انتظامات نہ کرنا، مسجدوں کو

ایسی بد ترین حالت میں رکھنا کے باعزت آدمی داخل ہوتے ہوئے گھبرائے وغیرہ مسلمانوں کو ان تمام کافرانہ طریقوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔

۶۴. مسلمانوں کے اطمینان کا نسخہ ہے کہ اگر مسجدوں پر قبضہ بھی ہو جائے تو پریشان نہ ہوں مشرق و مغرب سب خدا کے لئے ہے جہاں چاہیں عبادت کریں خدا دیکھ رہا ہے اسلام کی عبادت جگہ کی پابند نہیں ہے اسکا خدا لامکان ہے۔

۶۵. یہودی ذہنیت یہ ہے کہ عظمت کردار سے نہیں ہے بلکہ رشتہ داری سے ہے لہذا اپنے درمیان خدا کا بیٹا بھی پیدا کرنا چاہتے ہیں اور اسلام اس تصور کو مٹانا چاہتا ہے کہ خدا قادر ہے وہ لاکھ بیٹے پیدا کر سکتا ہے لیکن وہ ان باتوں سے بے نیاز ہے اور وہ ان رابطوں کو قربت کا معیار نہیں بننے دینا چاہتا۔

۶۶. یہودیوں کی طرح مشرکین بھی خدا سے اپنے مطالبات منوانا چاہتے ہیں ان احمقوں کے پاس بھی اتنی عقل نہیں ہے کہ خدا حاکم کا نام ہے محکوم کا نام نہیں ہے لہذا انہیں اس کے احکامات پر عمل کرنا ہو گا وہ ان کے مطالبات پر عمل نہیں کرے گا۔

۶۷. دنیا میں ہر کام کا خاصہ ہے کہ وہ اپنے عقائد سے بہتر کسی کے عقائد کو نہیں سمجھتی اور سب کو اپنا ہی ہمخیال دیکھنا چاہتی ہے رب العالمین نے اس طرز فکر کا ایک ہی جواب دیا ہے کہ ہدایت خدا کی طرف سے ہے جس عقیدے کا خدائی ہونا ثابت ہو جائے وہ صحیح ہے ورنہ سب محمد ہے پھر خواہشات کے تباہ سے روکنے کے لیے بھی رسول کو مخاطب بنایا تا کہ مسئلے کی سنگینی کا اندازہ ہو سکے ورنہ رسول کے یہاں ان باتوں کا کوئی امکان نہیں ہے لیکن جب ان سے گفتگو کی جا رہی ہے تو غیروں کا کیا ذکر ہے۔

۶۸. یاد رہے کہ جب ابراہیم کی اولاد کے بے عمل اور ظالم امام اور قائد نہیں ہو سکتے تو دوسرے خاندانوں اور ساتھیوں کا کیا ذکر ہے قیادتِ امت کے لیے کردار شرط اول ہے۔

۶۹. یہ تعلیم ہے کہ انسان کو اپنے بہترین عمل پر بھی ناز نہ کرنا چاہیے بلکہ پروردگار سے قبول کر لینے کی التماس کرنی چاہیے کہ اصل کام عمل نہیں ہے اصل قبولیتِ عمل ہے۔

۷۰. وتُب علینا۔ خاصان خدا کو بہترین عمل کے بعد بھی یہ فکر رہتی ہے کہ پروردگار کے شایان شان عمل ہوا یا نہیں اور وہ اس کو تاہی کی معذرت کرتے رہتے ہیں ورنہ تعمیر کعبہ کوئی گناہ نہیں ہے کہ اس کی توبہ کی جائے اور یہیں سے معصومینؑ کے توبہ واستغفار کا فلسفہ بھی سامنے آتا ہے۔

۷۱. جناب ابراہیم علیہ السلام کو اپنی اولاد کے اسلام و ایمان اور ان کے درمیان ہادی و رہنما کی فکر ہے کہ ہر صاحب ایمان کو اپنی اولاد کے بارے میں اس طرح کی فکر ہونی چاہیے اور فقط فکر نہیں بلکہ اس کی وصیت بھی کرنا چاہئے جو اسلام کی عظیم ترین تعلیم ہے۔

۷۲. بے دینوں کا خیال ہوتا ہے کہ وہ کوئی عقلمندی کا کام کر رہے ہیں اور اسی لیے دانش کو دین کے مقابلے میں استعمال کرتے ہیں اور قرآن واضح کر رہا ہے کہ دین کو چھوڑنے کے بعد سفاہت و حماقت ہی ہاتھ آتی ہے عقل و دانش نہیں۔

۷۳. جناب ابراہیم علیہ السلام کا اسلام کلمہ پڑھنے کا اسلام نہیں ہے یہ سپردگی اور تسلیم کا اسلام ہے اور اسی کی فکر انہیں اپنی اولاد کے بارے میں بھی ہے اور اسی لئے ایک امت مسلمہ کی دعا کی ہے ورنہ ہر انسان اپنی ساری اولاد کو کلمہ گو دیکھنا چاہتا ہے۔

• • •

۷۴. انسان کو وقت آخر تک اپنی اولاد کا محاسبہ کرنا چاہیے کہ ان کا دین کیا ہے اور مستقبل میں ان کے عزائم کیا ہیں کاش امت قرآن کے ان نکات اور تعلیمات کی طرف متوجہ ہوتی اور انہیں کو نمونہ عمل قرار دیتی۔

۷۵. ایک باایمان انسان کا فرض ہے کہ تمام انبیائے خدا پر ایمان لے آئے اور ان میں تفریقانہ کرے کہ یہ اسلام کی طرف سے بہترین دعوت حق ہے کہ جس طرح ہم تمہارے انبیاء کو تسلیم کرتے ہیں تم بھی ہمارے نبی پر ایمان لے آؤ یہ سب خدا کے نمائندے ہیں اور ان میں کوئی خاص نہیں ہے۔

۷۶. صبغۃ اللہ۔ مختلف اقوام میں دین و مذہب رنگ سے پہچانا جاتا تھا اس لیے اسلام نے واضح کردیا کہ لال پیلے ہرے میں کچھ نہیں رکھا ہے اسلام وایمان خود ایک رنگ ہے جس میں ہر مسلمان کو ڈوب جانا چاہیے اور اس کا رنگ اظہار عبادت الٰہی سے ہوتا ہے جس کے بغیر اسلام کا دعوی بے رنگ ہے۔

۷۷. اسلاف کے کارناموں پر فخر کرنا اور ان کے کردار کی بلندی کی بیساکھیوں پر خود کو بلند کرنے کی کوشش کرنا بیکار ہے کیونکہ جو جیسا کرے گا اسے ویسا ہی نتیجہ بھی ہاتھ آئے گا۔

دوسرے پارے کے چیدہ نکات

(سورۂ البقرہ)

۱. آیت ۱۴۲۔ یہودیوں کی سازشوں کو بے پردہ کرنے کے لئے قبلے کی تبدیلی۔۔۔۔۔ کائنات کی ہر چیز خدا کے لئے ہے اور کعبہ اور بیت المقدس بذات خود کسی اہمیت کے حامل نہیں ہیں بلکہ یہ خدا کی ذات ہے کہ جس نے اہمیت عطا کی ہے[۱]۔

۲. آیت ۱۴۳۔ امت وسط۔ بعض بزرگ مفسرین کا کہنا ہے کہ اس آیت میں امت وسط سے مراد امت اسلامی کا ایک خاص گروہ ہے یعنی ائمہ اطہار علیہم السلام، اس آیت کے ذیل میں امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے۔ لوگوں کے گواہ سوائے پیغمبر اور ائمہ کے کوئی اور

---

[۱] المیزان ج ۱ ص ۳۱۳ اور ۳۲۶

نہیں ہے اور یہ بات کسی طور معقول نہیں ہے کہ اس سے مراد تمام امت اسلامی ہو، اور خدا ان سے گواہی طلب کرے، کیونکہ امت میں تو کچھ ایسے بھی ہیں کہ جن کی گواہی سبزی کی ایک گٹھری، یا مکھی کے پر کے برابر بھی اہمیت نہیں رکھتی[1]۔

۳. آیت ۱۴۶۔ گذشتہ آسمانی کتابوں میں پیغمبر اسلام کی خصوصیات کا ذکر کہ جسے یہودی چھپاتے تھے[2]۔

۴. آیت ۱۵۰۔ اتمام نعمت کا تحقق خلافت بلا فصل علی علیہ السلام میں۔ بعض مفسرین نے اس آیت کے ضمن میں بیان کیا ہے کہ پروردگار نے اس آیت میں مسلمانوں کو اس بات کا وعدہ دیا ہے کہ اپنی نعمت کو ان پر تمام کرے گا اور اس کا عملی نمونہ سورہ مائدہ کی آیت نمبر تین میں پیش فرمایا ہے جیسا کہ اکثر علماء نے بیان کیا ہے سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۳ غدیر خم میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہٖ کے ہاتھوں حضرت علی علیہ السلام کی جانشینی پر فائز ہونے کے بعد نازل ہوئی[3]۔

۵. آیت ۱۵۲۔ یاد خدا اور اسکے شکر کی فضیلت و حقیقت۔ یاد خدا سے مراد فقط اس کا زبانی ذکر نہیں ہے بلکہ ذکر خدا دل و جان کی عبادت ہے اور اگر زبانی ذکر دل سے نہ ہو تو کوئی اہمیت نہیں رکھتا، جاننا چاہیے کہ خدا کی حقیقی یاد انسان کے عمل سے نمایاں ہوتی ہے جیسا کہ ایک روایت میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہٖ سے منقول ہے۔ جس نے خدا کی اطاعت کی گویا اس نے خدا کو یاد کیا چاہے اس کا نماز، روزہ اور تلاوت قرآن کم ہی کیوں نہ ہو لیکن جس نے خدا کی نافرمانی کی اس نے خدا کو فراموش کر دیا ہے چاہے اس کا نماز روزہ اور تلاوت قرآن زیادہ ہی کیوں نہ ہو[4]۔

۶. آیت ۱۵۵۔ صبر کرنے والے سربلند ہیں۔ اس آیت کے مطابق پروردگار ہمیشہ ہی انسان کو مختلف طریقوں سے آزماتا رہتا ہے اور اس امتحان میں قبول ہونے والے افراد فقط اور فقط صبر کرنے والے ہیں جو مصائب و مشکلات میں بس یہی کلمہ دہراتے رہتے ہیں کہ ہم تو خدا ہی کے لیے ہیں اور خدا ہی کے جانب پلٹ کر جائیں گے واضح رہے کہ کہ اس سے مراد صرف زبانی کہنا نہیں ہے بلکہ اس جملے پر دل سے اعتقاد رکھنا ضروری ہے اس سلسلے میں کے صبر اور انا للہ وانا الیہ راجعون کا آپس میں کیا ربط موجود ہے بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ انسان کا وجود اور اس کی تمام ملکیت؛ مال و دولت بچے استقلال نہیں رکھتے ہیں اور خدا کے ارادے کی وجہ سے اور اس کی خواہش کے مطابق موجود ہوئے ہیں اور خدا ہی انسان کا حقیقی مالک اور اس کی ملکیت کا مالک ہے اگرچہ خدا نے ظاہراً انسان کو ان چیزوں کا مالک بنادیا ہے لیکن یہ مالکیت نسبی ہے اور یہی مالکیتِ ظاہری اور نسبی دوبارہ انسان سے لے لی جائے گی اور انسان بغیر اس کے کہ کسی چیز کا مالک رہے گا خدا کی طرف خالی ہاتھوں واپس پلٹ جائے گا، امیر المومنینؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔ جو ہم کہتے ہیں "ان

---

[1] اطیب البیان ج ۲ ص ۲۲۸ اور المیزان ج ۱ ص ۳۱۴

[2] اطیب البیان ج ۲ ص ۲۴۰

[3] المیزان ج ۱ ص ۳۲۴

[4] المیزان ج ۱ ص ۳۲۴

للہ"اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا ہی حقیقی فرمانروا ہے اور ہم اس کے مملوک ہیں اور یہ جملہ کہ جو ہم کہتے ہیں "انا الیہ راجعون" یہ اس بات کا اقرار ہے کہ ہم ایک دن مرنے والے ہیں[1]۔

۷. آیت ۱۶۰۔ پروردگار کا انسان کی توبہ کو قبول کرنا۔ سوائے اس آیت کے قرآن مجید میں کہیں پر بھی پروردگار نے توبہ کے لئے اپنی زبان سے اسے اپنی جانب نسبت دیتے ہوئے کوئی گفتگو نہیں کی اور کہیں بھی "انا التوّاب الرحیم" نہیں کہا اور یہ چیز خدا کے لطف و کرم کو توبہ کرنے والے کے لئے بیان کرتا ہے کہ جس نے اپنے ماضی کی اصلاح کر لی ہے اور مستقبل میں اپنی اصلاح پر باقی رہنے کا عزم مصمم کر لیا ہے اسکے لیے خدا تواب و رحیم ہے، اس آیت میں خدا نے اپنے آپ کو دو صفات سے یاد کیا ہے ایک تواب اور دوسرے رحیم جو اس خصوصیت کو اپنے کمال تک پہنچاتی ہے ایک روایت میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے۔ پروردگار کی خوشی آپ نے توبہ کرنے والے بندے کے لئے اس خوشی سے بڑھ کے ہوتی ہے کہ جب رات کے اندھیرے میں کوئی اپنا سامان سفر گم کر دے اور اچانک سے پھر وہاں سے پالے[2]۔

۸. آیت ۲۴۷۔ شرائط رہبری۔ علم و قدرت ہے حسب و نسب، مال و ثروت نہیں۔

❁❁❁❁❁

---

[1] المیزان ج۱ص۳۴۹

[2] سفینۃالبحار ج۱ص۴۷۶

تیسرے پارے کا مختصر جائزہ

اس پارے کے ضمن میں سورۂ آل عمران کا ذکر کیا جائے گا۔

۳۔ سورہ آل عمران کا مختصر جائزہ

سورہ آل عمران قرآن کی تیسری اور مدنی سورتوں میں سے ہے جو تیسرے اور چوتھے پارے میں واقع ہے اس سورت میں عمران اور ان کے خاندان کا ذکر آیا ہے اسی مناسبت سے اس کا نام "آل عمران" رکھا گیا ہے سورہ آل عمران کا اصلی موضوع مؤمنین کو دشمن کے مقابلے میں اتحاد اور صبر کی تلقین ہے توحید، خدا کے صفات، معاد، جہاد، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، تولی، تبریٰ اور حج کے بارے میں بھی اس سورت میں بحث کی گئی ہے اس کے علاوہ اس سورت میں حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ جیسے انبیاء نیز حضرت مریم کی داستان کے ساتھ ساتھ جنگ احد اور جنگ بدر کے واقعات کو بھی بطور عبرت بیان کیا گیا ہے، آیت اعتصام، آیت محکم و متشابہ، آیت کظم غیظ، آیت مباہلہ اور آیات ربنا اس سورت کی مشہور آیات میں سے ہیں۔

مضامین

علامہ طباطبائی کے مطابق سورہ آل عمران کا اصل مقصد مؤمنین کو اسلام کے دشمنوں کے خلاف اتحاد، صبر اور استقامت کی دعوت دینا ہے آپ لکھتے ہیں کہ اس سورت میں مسلمانوں کو ایک دوسرے کو صبر کی تقلین کرنے کی سفارش کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں شبہات اور شیطانی وسوسوں سے بچانے کیلئے دینی تعلیمات کو اس کی حقیقی شکل میں متعارف کرایا گیا ہے[1]۔

فضیلت اور خواص

طبرسی تفسیر مجمع البیان میں پیغمبر اکرم ﷺ سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں جس کے مطابق جو شخص سورہ آل عمران کی تلاوت کرے، خداوند عالم ہر آیت کے بدلے میں اس شخص کے لیے پل صراط سے عبور کرنے کا پروانہ عطا فرماتا ہے۔ پیغمبر اکرم ﷺ سے منقول ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ "جو شخص سورہ آل عمران کو جمعہ کے دن پڑھے تو اس دن سورج غروب ہونے تک خدا اور فرشتے اس شخص پر درود و سلام بھیجتے ہیں[2]۔

[1] طباطبائی، المیزان، ۱۳۹۰ق، ج ۳، ص ۵و۶۔
[2] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج ۲، ص ۶۹۳۔

تیسرے پارے کے چیدہ نکات

۱. آیت ۲۵۵۔ نقطۂ اوج قرآن۔ یہ آیت شریفہ کہ جو آیت الکرسی کے نام سے بھی معروف ہے قرآن مجید کی عظیم ترین آیات میں شامل ہے اور اس کی فضیلت میں بہت زیادہ روایات موجود ہیں جو اس کے والا تر معارف پر دلیل ہے، امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ابوذر غفاری نے رسول خدا سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ وہ اہم ترین اور با فضیلت ترین آیت جو آپ پر نازل ہوئی کونسی ہے حضرت نے ارشاد فرمایا۔ آیت الکرسی امام صادق علیہ السلام سے ایک روایت میں ہم کچھ یوں پڑھتے ہیں۔ ہر چیز کے لئے ایک نقطۂ اوج اور محل ارتقاء ہے اور قرآن کا نقطہ اوج آیت الکرسی ہے[1]۔

۲. آیت ۲۵۷۔ مومنین کا ولی۔ اس آیت میں ولی کے معنی سرپرست اور صاحب اختیار کے ہیں اس آیت کے مطابق پروردگار نے اپنی ولایت اور سرپرستی کو مؤمنین سے مخصوص کر دیا ہے، جس کی بنا پر خدا مومنین کے کاموں کا متولی ہے اور وہ مومنین کو تیرگی سے خارج کرتا ہے اور اور نور کی جانب لے جاتا ہے جس کی وجہ سے انسان علمی مسائل میں جہل کی تیرگی اور عمل کے میدان میں ظلم کی تاریکی میں گرفتار نہیں ہوتا[2]۔

۳. آیت ۲۶۷۔ اچھی چیزوں کے ذریعہ انفاق۔ اس آیت کے ضمن میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ایک روایت نظر سے گزرتی ہے کہ جب کبھی آپ فرمان دیتے تھے کہ زکات خرما کی جمع واری کی جائے تو بعض افراد زکوۃ کے لیے بے کار اور بدترین خرما کا انتخاب کرتے تھے[3]۔

۴. آیت ۲۷۲۔ غیر مسلمان پر انفاق اور اسکے شرائط۔ یہ آیت غیر مسلمان پر انفاق کے جواز کے سلسلے میں بات کرتی ہے ان معنوں میں کہ غیر مسلم ضرورت مندوں پر انفاق نہ کرنا اس وجہ سے کہ وہ تنگدستی کا شکار ہو جائیں اور اسلام لے آئیں اور ہدایت پا جائیں صحیح نہیں ہے، جس طرح سے کہ خدا کی بخشش وعطا اور اس کی نعمتیں اس دنیا میں تمام انسانوں کو شامل ہیں مذہب و عقیدے سے صرف نظر کرتے ہوئے تو مومنین کو بھی چاہیے کہ اپنے مستحب انفاق میں اور ضرورت مندوں کی ضرورتوں کو دور کرنے کے لئے غیر مسلم کے حالات کی بھی رعایت کریں لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ جب غیر مسلمان پر انفاق کرنا ایک انسانی مدد ہو اور کفر کی تقویت نہ کہلائے بلکہ انہیں اسلام کی انسان دوستی روح سے آشنا کرائے[4]۔

---

[1] المیزان ج۲ص ۳۴۱
[2] تفسیر موضوعی ج۱۱ص ۹۵
[3] المیزان ج۲ص ۳۹۵
[4] نمونہ ج۲ص ۳۶۰

۵. آیت ۲۷۴۔ انفاق علی علیہ السلام۔ بہت ساری روایات و احادیث میں مذکور ہے کہ یہ آیت امیر المومنین علی علیہ السلام کے سلسلے میں نازل ہوئی، بیان کیا گیا ہے کہ آپ علیہ السلام کے پاس چار درہم موجود تھے جس میں سے ایک درہم کو آپ نے رات میں، ایک دن کو دن میں، ایک درہم کو آشکارا، اور ایک درہم کو چھپ کر انفاق کیا اور پھر یہ آیت نازل ہوئی[1]۔

۶. آیت ۲۷۵۔ ربا کے منفی اثرات۔ رباخوری صدقہ کے بالمقابل ہے رباخور بلاعوض پیسہ لیتا ہے جبکہ انفاق اور صدقہ کرنے والا بلاعوض پیسہ دیتا ہے، ربا طبقاتی اختلاف کو بھڑکاتا ہے اور دشمنی لاتا ہے جبکہ صدقہ محبت و دوستی کو بڑھاتا ہے، ربا مسکینوں اور محتاجوں کے خون کو چوستا ہے جبکہ صدقہ مجبوروں کی زندگی کو سنوارتا ہے، ربا باعث اختلاف و ناامنی ہے جبکہ صدقہ ضامن امنیت ہے، امام صادق علیہ السلام سے نقل ہے۔ ایک درہم بھی ربا لینے کا گناہ اس سے بڑھ کر ہے کہ کوئی بیت اللہ الحرام میں ستر بار زنا کا مرتکب ہو[2]۔

۷. آیت ۲۸۵۔ سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات کے پڑھنے کا ثواب۔ بہت ساری روایات میں سورہ بقرہ کی آخری دو آیات کی تلاوت کی بہت زیادہ فضیلت وارد ہوئی ہے، روایات کے مضامین کچھ اس طرح سے ہیں کہ جو کوئی ان دو آیات کو نماز عشاء کے بعد پڑھے گا اس کا ثواب تمام رات عبادت کرنے والے کی طرح ہوگا اسی طرح وارد ہے کہ اگر کسی گھر میں اس آیت کو پڑھا جائے تو شیطان اس گھر میں داخل نہیں ہوسکتا[3]۔

۸. سورہ آل عمران آیت ۲۸۔ تقیہ۔ تقیہ ان امور میں سے ہے کہ جسے قرآن عترت نے جائز شمار کیا ہے اور عقل بھی اس کی تائید کرتی ہے جو معنوں میں ہے کہ انسان دشمن کے خوف سے ظاہری طور پر اس سے موافقت کرلے اور اسکے ہمراہ ہوجائے،، بہت سارے ایسے مواقع آتے ہیں، کہ تقیہ اور ظاہراً دشمن کے کہنے کے مطابق عمل کرنا دین کی مصلحت کو اور اس کی بقا کو کچھ اس طرح سے محفوظ کر دیتا ہے کہ جو ترک تقیہ اور نتیجتاً قتل ہوجانا اسے محفوظ نہیں بناتا یہ آیت واضح طور پر تقیہ کو خاص شرائط میں جائز شمار کرتی ہے۔ بہت ساری روایات بھی اس سلسلے میں وارد ہوئی ہیں[4]۔

۹. قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ تقیہ ہمیشہ ہر ایک مقام پر ایک حکم نہیں رکھتا بلکہ کبھی واجب ہے تو کبھی حرام اور کبھی مباح جب انسان کی جان خطرے میں ہو تو واجب ہے، لیکن ایسے مواقع پر کہ جب باطل کی ترویج کا موجب اور لوگوں کے گمراہ ہونے کا سبب اور ظلم و ستم کی

---

[1] نمونہ ج۲ ص۳۶۰

[2] اطیب البیان ج۳ ص۶۲

[3] اطیب البیان ج۳ ص۹۰

[4] المیزان ج۳ ص۱۷۷ اور ۱۸۸

تقویت کا باعث ہو تو حرام اور ممنوع ہے[1]۔

❁❁❁❁❁

---

[1] نمونہ ج۲ ص۵۰۱

چوتھے پارے کا مختصر جائزہ

اس پارے کے ضمن میں سورۂ نساء کا ذکر کیا جائے گا۔

۴۔سورہ نساء کا مختصر جائزہ

سورۂ نساء قرآن کی مدنی سورتوں میں سے چوتھی سورہ ہے کہ جو قرآن پاک میں چوتھے سپارے سے شروع ہو کر چھٹے سپارے میں ختم ہوتی ہے اس سورت میں اکثر عورتوں سے متعلق احکام بیان ہونے کی وجہ سے اسے نساء کہا جاتا ہے سورت نساء میں اکثر ارث کے احکام،عائلی احکام نیز نماز،جہاد اور شہادت کے احکام بھی بیان ہوئے ہیں اسی طرح خلاصہ کی صورت میں اہل کتاب،پہلی امتوں کی سرگذشت اور منافقین کے متعلق خدا کی تنبیہ مذکور ہے۔

سورت نساء کی مشہور آیات میں سے ۵۹ویں آیت آیت اولی الامر ہے جس میں اولی الامر کی اطاعت کا حکم مذکور ہے احادیث کے مطابق اولی الامر سے ائمہ معصومین علیہم السلام مراد ہیں دیگر مشہور آیات میں آیت تیمم اور آیت محارم وغیرہ ہیں۔

مضامین

تفسیر میزان کے مطابق سورت نساء میں ازدواج کے احکام جیسے جائز شادیوں کی تعداد اور مَحرم خواتین (جن سے ازدواج کا جائز نہ ہونے) کے احکام بیان کرنا مقصود ہیں[1] اسی طرح یہ سورہ میراث کے احکام اور آیات کے درمیان نماز،جہاد و شہادت وغیرہ کے احکام بیان کرتی ہے نیز خلاصے کی صورت میں اہل کتاب کے متعلق بھی گفتگو ہے'ایمان و عدالت کی دعوت،چند ایک گذشتہ امتوں کی سرگذشت،معاشرے میں انسانوں کے باہمی حقوق اور فرائض،کفار سے جہاد اور منافقوں کے بارے میں تنبیہ جیسے عناوین زیر بحث آئے ہیں[2]۔

فضیلت اور خواص

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ سے مروی ہے کہ اس سورے کی تلاوت کرنے والا ایسے شخص کی مانند ہے جیسے اس نے میراث پانے والے تمام مؤمنین پر صدقہ کیا ہے،ایک غلام آزاد کرنے کے اجر کا مستحق ہو گا،وہ شرک سے دور رہے گا اور وہ مشیت الٰہی میں ان افراد کے ساتھ شمار ہو گا جن سے خدا نے درگذر کیا ہو گا[3]۔امام علی علیہ السلام سے نیز منقول ہے کہ اگر کوئی اسے جمعہ کے روز تلاوت کرے گا تو فشار قبر سے محفوظ رہے گا[4]۔

---

[1] طباطبائی،المیزان،ترجمہ، ۱۳۷۴ش،ج ۴، ص ۲۱۳.

[2] مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، ۱۳۷۴ش،ج ۳، ص ۲۷۳تا ۲۷۵.

[3] طبرسی، مجمع البیان،۱۳۹۰،ج ۳،ص ۵.

[4] شیخ صدوق،ثواب الاعمال وعقاب الاعمال،۱۳۸۲ش،ص ۱۰۵.

حدیثی مصادر میں اس سورہ کے خواص بھی مذکور ہیں جیسے خوف کا خاتمہ (اسے کسی برتن میں لکھ کر بارش کے پانی سے دھونا اور پھر اسے پینا)[1] اور اسی طرح تلاش گمشدہ کو پیدا کرنا[2] بھی اس کے خواص میں مذکور ہے۔ شیخ طوسی کی مصباح المتہجد میں آیا ہے کہ جمعہ کے دن نماز صبح کے بعد اس سورے کی تلاوت مستحب ہے[3]۔

چوتھے پارے کے چیدہ نکات

۱. سورۂ آل عمران آیت ۹۶۔ عبادتِ خدا کے لیے پہلا گھر۔ اس آیت کے ذیل میں امام علی علیہ السلام سے روایت نقل ہے کہ آپ نے فرمایا۔ مکے سے پہلے بہت سارے گھر موجود تھے لیکن وہ پہلا گھر کہ جو خدا کی عبادت کے لیے تشکیل دیا گیا وہ خانہ کعبہ ہے[4]۔

۲. سورۂ آل عمران آیت ۱۰۳۔ حبل اللہ قرآن و اہلبیت علیہم السلام ہیں[5]۔

۳. سورۂ آل عمران آیت ۱۱۰۔ بہترین امت۔ یہ آیت تمام مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے انہیں بہترین امت کے طور پر متعارف کراتی ہے اور امر بالمعروف اور نہی از منکر اور خدا پر حقیقی ایمان کو برتری کا سبب بیان کرتی ہے؛ یاد رکھنا چاہیے کہ امر بالمعروف اور نہی از منکر انسان کی خدادادی آزادی کے ساتھ کسی بھی صورت منافات نہیں رکھتی، در حقیقت یہ انسان کی صحت مندانہ زندگی کی ضامن بھی ہیں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے اس نکتے کو بڑے خوبصورت انداز میں کچھ یوں بیان فرمایا ہے۔ لوگوں کے درمیان ایک گناہ گار شخص بالکل اس طرح سے ہے کہ کچھ لوگوں کے ساتھ وہ کسی کشتی میں سوار ہو اور جب کشتی سمندر کے بیچوں بیچ پہنچ جائے تو وہ ایک کلہاڑی اٹھائے اور اپنی جگہ پر سوراخ کرنا شروع کر دے؛ اس درمیان اگر کوئی اس پر اعتراض کرے تو وہ جواب دے کہ میں تو اپنی جگہ پر سوراخ کر رہا ہوں؛ جبکہ اگر دوسرے لوگ اسے اس خطرناک عمل سے نہ روکیں تو زیادہ دیر نہ گزرے گی کہ سمندر کا پانی کشتی میں نفوذ پیدا کرلے گا اور اچانک سے تمام لوگ سمندر میں غرق ہو جائیں گے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ اس عمدہ مثال سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے منطقی ہونے کو مجسم کرتے ہیں اور معاشرے پر فردی نظارت کے حق کو ایک معاشرتی حق مانتے ہیں کہ جو سماج اور معاشرے کی نجات کا ضامن ہے[6]۔

۴. سورہ ء نساء آیت ۱۹۔ خواتین کا احترام اور ان سے نیک برتاؤ۔ پروردگار نے اس آیت میں مردوں کو حکم دیا ہے کہ اپنی زوجہ کے ساتھ نیک برتاؤ کریں، روایات میں بھی اس مطلب پر بہت زیادہ تاکید موجود ہے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سے روایت ہے کہ۔ جس کسی

---

[1] سید بن طاووس، الامان من أخطار الاسفار والأزمان، ۱۴۰۹ق، ص ۸۹.

[2] کفعمی، مصباح کفعمی، ۱۴۰۳ق، ص ۴۵۴.

[3] شیخ طوسی، مصباح المتہجد، ۱۴۱۱ق، ص ۲۸۴.

[4] المیزان ج ۳ ص ۴۰۷

[5] نمونہ ج ۳ ص ۴۱

[6] نمونہ ج ۳ ص ۵۰ اور ۶۴

نے بھی اپنے لئے زوجہ کا انتخاب کیا ہے تو اس پر لازم ہے کہ اس کا احترام کرے[1] اسی طرح آپ سے مروی ہے کہ۔ ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص کہ جو اپنی سرپرستی میں رہنے والے والوں کے حقوق کو ضائع کرے[2] ایک روایت میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ خدا اس شخص پر رحمت نازل فرمائے کہ جو اپنے اور اپنی زوجہ کے درمیان نیک برتاؤ رکھتا ہے[3]۔

❁❁❁❁❁

[1] مستدرک الوسائل ج۱۴ص۲۴۹

[2] وسائل الشیعہ ج۲۰ص۱۷۱، باب ۸۸

[3] وسائل الشیعہ ج۲۰ص۱۷۰، باب ۸۸

پانچویں اور چھٹے پارے کا مختصر جائزہ

اس پارے کے ضمن میں سورۂ مائدہ کا ذکر کیا جائے گا۔

۵۔ سورہ مائدہ کا مختصر جائزہ

سورہ مائدہ قرآن کریم کی پانچویں اور مدنی سورتوں میں سے ہے جو چھٹے اور ساتویں پارے میں واقع ہے مائدہ کے معنی غذا یا دستر خوان کے ہیں اس سورت میں حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں کی درخواست پر آسمان سے مائدہ اترنے کے واقعے کا ذکر کیا گیا ہے اسی مناسبت سے اس کا نام "مائدہ" رکھا گیا ہے سورہ مائدہ میں بہت سارے فقہی احکام جیسے حلال و حرام، وضو اور تیمم وغیرہ کے بیان کے ساتھ ساتھ مختلف موضوعات پر بھی بحث ہوئی ہے جن میں اسلام میں مسئلۂ ولایت، مسیحیت میں تثلیث، قیامت و معاد، وفائے عہد، عدالت اجتماعی، عدالت کے ساتھ گواہی دینا اور انسانوں کے قتل کا حرام ہونا وغیرہ شامل ہیں۔

آیت اکمال اور آیت تبلیغ اس سورت کے مشہور آیات میں سے ہیں جو شیعہ نقطہ نگاہ سے واقعہ غدیر اور حضرت علی علیہ السلام کی جانشینی کے اعلان سے متعلق نازل ہوئی ہیں اسی طرح آیت ولایت بھی اس سورت کی مشہور آیات میں سے ہے جس کے بارے میں شیعہ سنی دونوں متفق ہیں کہ یہ آیت امام علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے اس کے علاوہ اس سورت میں بہت سارے تاریخی واقعات کا تذکرہ بھی ہوا ہے جن میں بنی اسرائیل کی روئیداد، ہابیل و قابیل کی داستان، حضرت عیسی علیہ السلام کی رسالت اور آپ کے معجزات وغیرہ شامل۔

مضامین

تفسیر المیزان کے مطابق اس سورت کا اصلی مقصد عہد و پیمان کی پاسداری ہے اس سورت کے مطابق خدا کی سنت یہ رہی ہے کہ پرہیزگاروں اور لوگوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے والوں کے اوپر اپنی رحمتیں نازل کرے اور اپنے امام کے ساتھ کیے ہوئے عہد و پیمان کی پاسداری نہ کرنے والوں کے ساتھ سختی سے پیش آئے[1]۔

فضیلت و خواص

اس سورت کی تلاوت کے بارے میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سے منقول ہے کہ جو شخص سورہ مائدہ کی تلاوت کرے اسے دنیا میں موجود یہودیوں اور عیسائیوں کی تعداد کے دس گنا ثواب دیا جائے گا اور دس گنا اس کے گناہ معاف کئے جائیں گے اور اس کے درجات میں دس گنا اضافہ کیا جائے گا[2]۔

---

[1] طباطبائی، المیزان، ترجمہ، ۱۳۷۴ش، ج۵، ص۲۵۶.

[2] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۳، ص۲۳۱.

ابو حمزہ ثمالی امام صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ سورہ مائدہ ایک بار پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ پر نازل ہوئی اس موقع پر ستر ہزار فرشتے بھی نازل ہوئے[1]۔

حدیثی منابع میں اس سورت کی قرائت کے مختلف خواص بیان ہوئے ہیں جن میں ایمان میں اضافہ (اگر ہر جمعرات کو پڑھے)[2] مال و دولت کے چوری ہونے سے محفوظ (اگر اسے اسی صندوق یا اس جگہ پر رکھا جائے جہاں پر مذکورہ مال ہے)[3]۔

پانچویں پارے کے چیدہ نکات

۱۔ آیت ۲۴ سورہ نساء۔ ازدواج موقت۔ اس آیت میں واضح طور پر ازدواج موقت کا جواز موجود ہے جیسا کہ روایات اہل بیت علیہم السلام میں بھی ازدواج موقت کے لیے اس آیت سے استناد کیا گیا ہے، امام باقر علیہ السلام سے جب ابو بصیر کے ذریعے سوال کیا گیا تو امام نے فرمایا۔ قرآن مجید نے اس سلسلے میں بیان دیا ہے؛ وہاں پر کہ جہاں ارشاد ہے فَمَا اسْتَمْتَعْتُم ،اسی طرح امام باقر علیہ السلام یہ بھی منقول ہے۔ اسے قرآن نے زبان پیغمبر سے حلال گردانہ ہے اور یہ تا روز قیامت حلال ہے تاریخ سے بھی یہ بات روشن ہے کہ ازدواج موقت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمانے میں جائز تھا اور مسلمان اس پر عمل کرتے تھے اور پھر عمر بن خطاب نے اپنے شخصی رائے اور نظریے کی بنیاد پر اس سے منع کر دیا، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے معروف صحابی جابر بن عبد اللہ انصاری سے نقل ہے متعہ ہمارے درمیان پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمانے میں اور خلافت ابو بکر میں اور خلافت عمر کے کچھ حصے میں عام سی بات تھی پھر اس کے بعد عمر نے اسے منع کر دیا خود عمر سے منقول ہے کہ زمانہ پیغمبر میں دو متع تھا کہ جسے میں حرام کر رہا ہوں اور جو بھی اس پر عمل کرے گا اسے سزا دوں گا۔ ایک متعۃ النسا اور حج تمتع[4]۔

۲۔ آیت ۲۹ سورہ نساء۔ خود کو قتل نہ کرو۔ مفسرین نے اس آیت کے جملے وَلَا تَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ کے بارے میں کہا ہے کہ یہ جملہ خود کشی کی نہی میں ہے۔

۳۔ آیت ۵۸ سورہ نساء۔ امانت کی اہمیت۔ امانت کے معنی بہت وسیع ہیں اور ہر طرح کے مادی اور معنوی سرمائے کو اپنے اندر شامل کرتا ہے اور ہر مسلمان اس آیت کے واضح بیان کے بعد وظیفہ رکھتا ہے کہ کہ وہ کسی بھی امانت میں کسی کے ساتھ بھی خیانت نہ کرے چاہے صاحب امانت مسلمان ہو یا غیر مسلمان ایک روایت میں امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اپنے ایک صحابی سے فرمایا۔ اگر کوئی ایسا شخص کہ جس نے علی علیہ السلام کو شمشیر سے قتل کیا ہو اگر وہ بھی میرے پاس امانت رکھے یا مجھ سے نصیحت مانگے یا مجھ سے مشورہ کرے اور میں اسے قبول کر لوں تو قطعی طور پر حقِ امانت کو ادا کروں گا، اسی طرح ایک دوسری روایت میں امام صادق علیہ

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۳، ص۲۳۱۔

[2] شیخ صدوق، ثواب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ص۱۰۵۔

[3] سید بن طاووس، الامان من اخطار الاسفار، ۱۴۰۹، ص۸۹۔

[4] نمونہ ج ۳ ص ۳۷۳

السلام سے ہی منقول ہے کہ آپ نے فرمایا۔ لوگوں کے طولانی رکوع و سجود کی طرف ہی فقط نگاہ نہ کرو کیونکہ ممکن ہے کہ یہ ان کی عادت بن چکی ہو جسے انہیں چھوڑنا ناگوار گزرتا ہو، بلکہ گفتگو میں صداقت اور ادائے امانت میں وہ کیسے ہیں اس کی جانب نگاہ کرو[1]۔

۴. آیت ۵۹ سورہ نساء۔ ایک روایت میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ کے خاص صحابی جابر بن عبداللہ انصاری سے منقول ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اے پیغمبر خدا ہم نے خدا اور اس کے پیغمبر کو پہچان لیا، یہ اولی الامر لوگ کون ہیں جنکی اطاعت کو پروردگار نے اپنی اطاعت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا وہ میرے بعد میرے جانشین ہیں جو مسلمانوں کے پیشوا ہیں جن میں سے سب سے پہلے علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں اس کے بعد حسن علیہ السلام اس کے بعد حسین علیہ السلام ہیں[2]۔

چھٹے پارے کے چیدہ نکات

۱. آیت ۱۶۴ سورۂ نساء۔ وہ انبیاء کہ جنکا نام قرآن میں آیا ہے۔ اس آیت کے ذیل میں امام باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا۔ انبیاء میں سے بعض اپنی نبوت کو لوگوں سے پوشیدہ کرکے رکھتے تھے اسی وجہ سے ان کا نام قرآن میں مخفی رکھا گیا ہے اور ذکر نہیں کیا گیا؛ لیکن بعض انبیاء نے اپنی نبوت کو علنی رکھا اور یہ وہی ہیں کہ جن کے اسمائے گرامی قرآن میں آئے ہیں اور یہ آیت اسی معنیٰ کی جانب اشارہ کرتی ہے[3]۔

۲. آیت ۱۷۱ سورۂ نساء۔ غلو میں ہمیشہ سے ایک بہت بڑا عیب یہ رہا ہے کہ وہ مذہب کے بنیادی عقائد یعنی خدا پرستی اور توحید کے چہرے کو خراب کرڈالتا ہے اسی وجہ سے اسلام نے غلات کے سلسلے میں بہت ہی سخت اقدامات اٹھائے ہیں اور انہیں بدترین کفار کے طور پر یاد کیا ہے (نمونہ ج ۴ ص ۲۲۱) امام علی علیہ السلام سے منقول ہے۔ هَلَكَ فِيَّ رَجُلَانِ مُحِبٌّ غَالٍ و مُبْغِضٌ قَالٍ؛ میرے بارے میں دو طرح کے لوگ ہلاک ہوگئے ہیں۔ وہ دوست جو دوستی میں غلو سے کام لیتے ہیں اور وہ دشمن جو دشمنی میں مبالغہ کرتے ہیں[4]۔

۳. ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام ایک ایسے شخص سے کہ جو آپ کی تعریف میں افراط سے کام لے رہا تھا اور امام جانتے تھے کہ اس کا دل اس کی زبان کے ساتھ نہیں ہے تو آپ نے اس سے فرمایا۔ و قَالَ علیہ السلام لِرَجُلٍ أَفْرَطَ فِي الثَّنَاءِ عَلَيْهِ و كَانَ لَه مُتَّهِماً- أَنَا دُونَ مَا تَقُولُ و فَوْقَ مَا فِي نَفْسِكَ؛ آپ نے اس شخص سے فرمایا جو آپ

---

[1] نمونہ ج ۳ ص ۴۷۶

[2] کمال الدین و تمام النعمۃ ج ۱ ص ۲۵۳

[3] المیزان ج ۵ ص ۱۴۸

[4] نہج البلاغہ حکمت ۱۱۷

کا عقیدت مند تو نہ تھا لیکن آپ کی بے حد تعریف کر رہا تھا" میں تمہارے بیان سے کمتر ہوں لیکن تمہارے خیال سے بالا تر ہوں" (یعنی جو تم نے میرے بارے میں کہا ہے وہ مبالغہ ہے لیکن جو میرے بارے میں عقیدہ رکھتے ہو وہ میری حیثیت سے بہت کم ہے[1]۔

۴. آیت ۱۷۴ سورہ َنساء۔ بعض دانشوروں کے مطابق برہان کے معنی سفید ہونے کے ہیں اور اس بنیاد پر کے بہترین استدلال حق کے چہرے کو سننے والے کے لئے نورانی اور آشکار و سفید کر دیتا ہے اسے برہان کہاجاتا ہے،اس آیت میں برہان سے مراد ذات پیغمبر گرامی صلیٰ اللہ علیہ و آلہ ہے اور نور سے مراد قرآن مجید ہے (نمونہ ج ۴ ص ۲۲۴) کچھ دوسری احادیث میں برہان سے مراد پیغمبر صلیٰ اللہ علیہ و آلہ اور نور سے مراد علی علیہ السلام کی تفسیر پیش کی گئی ہے[2]۔

۵. سورہ َمائدہ آیت ۳۔ ولایت علی علیہ السلام دین کے کمال اور نعمتوں کی بلندی۔ [تفصیلی مطالب کے لیے رجوع فرمائیں تفسیر نمونہ ج ۴ صص ۲۶۳،۲۷]۔

۶. سورہ َمائدہ آیت ۳۵۔ توسل؛ متنِ قرآن سے ایک روشن حقیقت۔ [رجوع فرمائیں تفسیر المیزان ج۵ ص ۳۳۵]۔

۷. سورہ َمائدہ آیت ۵۵۔ حالت رکوع میں زکات۔ اس آیت سے مراد امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام ہیں [رجوع فرمائیں تفسیر نمونہ ج ۴ ص ۴۳۳]۔

۸. سورہ َمائدہ آیت ۶۷۔ غدیر خم میں اعلان ولایت علی علیہ السلام۔ [رجوع فرمائیں تفسیر المیزان ج۶ ص ۴۴]۔

❁❁❁❁❁

---

[1] نہج البلاغہ حکمت ۸۳

[2] نمونہ ج ۴ ص ۲۳۴

ساتویں پارے کا مختصر جائزہ

اس پارے کے ضمن میں سورۂ الانعام کا ذکر کیا جائے گا۔

۶۔سورہ انعام کا مختصر جائزہ

سورہ اَنعام قرآن کریم کی چھٹی اور مکی سورتوں میں سے ہے جو ساتویں اور آٹھویں پارے میں واقع ہے اس سورت کی ۱۴۵ویں آیت میں چوپایوں کے متعلق گفتگو کی گئی ہے اسی مناسبت سے اس کا نام "اَنعام" رکھا گیا ہے جس کے معنی چوپایوں کے ہیں سورہ انعام کی محوری گفتگو اصول دین، یعنی توحید، نبوت اور معاد کے بارے میں ہے اس سورت میں سورج اور چاند ستاروں کی عبادت و پرستش سے متعلق کافروں کے ساتھ ہونے والی حضرت ابراہیؑ م کی گفتگو بھی نقل ہوئی ہے۔

آیت نمبر ۲۰اور ۱۶۴اس سورت کی مشہور آیات میں سے ہیں آیت نمبر ۲۰ میں پیغمبر اکرم ﷺ کی خصوصیات سے متعلق اہل کتاب کی آشنائی جبکہ آیت نمبر ۱۶۴ آیت وزر کے نام سے مشہور ہے سورہ انعام کی بعض آیات، آیات الاحکام میں سے ہیں جن میں قتل اور کافروں کو گالی دینا، خدا اور پیغمبر ﷺ کی طرف جھوٹ کی نسبت دینا اور ایسے حیوان کا گوشت کھانا جسے خدا کا نام لئے بغیر ذبح کیا گیا ہو کا حرام ہونا شامل ہیں۔

بعض احادیث کے مطابق یہ سورت ایک ہی دفعہ پیغمبر اکرم ﷺ پر نازل ہوئی جس کے ساتھ خدا کی تسبیح میں مشغول ستر ہزار فرشتے بھی نازل ہوئے، جو شخص اس سورت کی تلاوت کرے گا یہ فرشتے قیامت تک اس شخص کے لئے تسبیح پڑھیں گے۔

مضامین

اس سورت میں بیان ہونے والے اہم ترین فقہی احکام میں سے بعض یہ ہیں۔ حرمت گوشت میتہ،ذبح شرعی نہ ہونے والے حیوان؛ حرمت خون، حکم اضطرار۔

سورہ انعام کے بعض دیگر اصولی اور بنیادی موضوعات و مسائل۔ خدا کے ساتھ شرک سے باز رہنا؛ وحی، نبوت اور رسالت کا مسئلہ؛ معاد اور حشر و نشر کا مسئلہ؛ حضرت ابراہیم ؑ کی داستان؛ والدین پر احسان؛ (غربت کے خوف سے) فرزند کُشی سے باز رہنا؛ انسان کُشی اور قتل و خون سے باز رہنا؛ مال یتیم نہ کھانا اور یتیموں پر احسان کرنا؛ راہ راست (سیدھے راستے) کی پیروی؛ عدل و انصاف کا لحاظ رکھنا؛ وفائے عہد؛ ناپ تول میں انصاف کی رعایت کرنا؛ خداوند متعال کی عنایت کردہ بے شمار نعمتوں کی یاد آوری[1]۔

---

[1] دانشنامہ قرآن و قرآن پژوہی، ج ۲، ص ۱۲۳۸۔۱۲۳۷۔

فضیلت اور خواص

احادیث میں سورہ انعام کی بہت زیادہ اہمیت بیان کی گئی ہے۔ تفسیر نور الثقلین میں امام رضاؑ سے منقول ہے کہ سورہ انعام تسبیح و تہلیل (لاحول و لاقوۃ الّا باللہ) اور تکبیر میں مشغول ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ دفعی طور پر نازل ہوئی۔ جو شخص سورہ انعام کی تلاوت کرے یہ فرشتے قیامت تک اس کی طرف سے تسبیح پڑھتے رہیں گے[1]۔ اس سے ملتی جلتی ایک حدیث پیغمبر ﷺ سے بھی نقل ہوئی ہے[2]۔

کتاب ثواب الاعمال میں امام صادقؑ سے یوں نقل ہوا ہے۔ سورہ انعام ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ دفعی طور پر حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی، پس اس کی اہمیت کو درک اور اس کی قدر کرو؛ کیونکہ اس سورت میں ستر جگہوں پر خدا کا اسم اعظم آیا ہے، اگر لوگوں کو اس سورت کی صحیح معرفت ہوتی ہو ہرگز اس کی تلاوت کو ترک نہ کرتے[3]۔

ساتویں پارے کے چیدہ نکات

وَ إِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ

۱۔ ابتدائے اسلام میں مشرکین نے اپنے مفادات کو خطرہ میں دیکھ کر مسلمانوں کو ستانا شروع کیا تو سرکار دوعالم نے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دے دیا اور جناب جعفر طیار کو قافلہ سالار بنا دیا، یہ ہجرت ایک طرف مسلمانوں کی تسکین کا ذریعہ تھی کہ اذیت کے ماحول سے نکل گئے اور دوسری طرف اسلام کی اشاعت کا بہترین وسیلہ تھی جو اجتماعی ہجرت کے بغیر ممکن نہ تھی چنانچہ جناب جعفرؑ نے نجاشی کے یہاں پناہ لی اور ادھر مشرکین نے عمرو عاص وغیرہ کو بھیج دیا کہ ان لوگوں کو واپس لے آئے انہوں نے نجاشی کو تحفہ تحائف دے کر واپسی کا مطالبہ کیا اس نے جناب جعفرؑ سے صورت حال دریافت کی آپ نے فرمایا کہ ہم نہ ان کے غلام ہیں نہ مقروض ہیں اور نہ کسی کو قتل کر کے آئے ہیں ہم ان کے مظالم سے پناہ لینے آئے ہیں اور ہمارا جرم یہ ہے کہ ہم آخری نبی (ص) پر ایمان لے آئے ہیں جس کے پیغامات یہ ہیں.......... یہ سن کر نجاشی دنگ رہ گیا کہ تو بعینہ حضرت عیسیٰؑ کے پیغامات ہیں اور قرآن سنانے کی فرمائش کی جناب جعفرؑ نے سورہ مریم کی آیات پڑھ کر سنائیں تو نجاشی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور عمرو عاص کے منہ پر ایک طمانچہ مار کر اسے نکال باہر کر دیا اور مسلمان وہاں ایک مدت تک سکون و اطمینان سے رہے اور یہ جناب جعفرؑ کی ایسی فتح تھی کہ جب خیبر کے موقع پر وہ واپس آئے تو پیغمبر اسلام (ص) نے فرمایا کہ میں کس چیز سے زیادہ مسرت کا اظہار کروں فتح خیبر سے یا رجوعِ جعفرؑ سے

---

[1] عروسی حویزی، نور الثقلین، ۱۴۱۵ق، ج۱، ص۶۹۶۔
[2] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۴، ص۴۲۱.
[3] شیخ صدوق، ثواب الاعمال، ۱۴۰۶ق، ص۱۰۵۔

اور حقیقت یہ ہے کہ یہ موقع انتہائی حسین تھا جب روح ابو طالب وجد کر رہی تھی کہ اسلام کے دو فاتح اکٹھا ہو رہے ہیں ایک بیٹے نے یہودیت کے محاذ کو فتح کیا ہے اور دوسرے نے عیسائیت کے محاذ کو.........یا ایک نے زور بازو کا مظاہرہ کیا ہے اور دوسرے نے زور بیان کا ایک نے قرآن کی عظمت کا اظہار کیا ہے اور دوسرے نے اہل بیت کی جلالت کا ایک نے کفر کے حوصلے پست کیے ہیں اور دوسرے نے اسلام کی شوکت میں اضافہ کیا ہے اور یہ تمام باتیں عین ان کی توقع اور تمنا کے مطابق واقع ہوئی ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

۲. دین اسلام نے شراب اور جوائے کی شدت سے مخالفت کی ہے اور اس کے دینی اور دنیاوی نقصانات سے آگاہ کیا ہے کہ شراب عقل کی بربادی اور جوا مال کی بربادی اور حرام خوری کی دعوت ہے، لیکن حیرت کی بات ہے کہ مسلمان معاشروں میں ان مفاسد کی طرف سے توجہ ہٹتی جارہی ہے اور شراب سے پرہیز کرنے والے بھی جوے کی لعنت میں گرفتار ہیں اور عالم اسلام کا یہ بدذوقی ہے کہ دنیا کے مشہور ترین جواریوں کو بھی خادم الحرمین کا درجہ دینے کے لئے تیار ہے اسلام کا اس سے بڑا مذاق اور ضمیر فروشی کا اس سے زیادہ واضح مظاہرہ اور کیا ہو سکتا ہے۔

قُل لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ

۳. یہ ایک عام قانون ہے جس سے خبیث و طیب اشیاء اور خبیث و طیب افراد سب مراد ہیں کہ خبیث لاکھ اچھا معلوم ہو طیب کے برابر نہیں ہو سکتا طیب خدا کی نگاہ میں پاکیزہ ہوتا ہے اور خبیث خدا کی نگاہ میں خبیث ہوتا ہے اور خدا کی نگاہ سے گر جانے کے بعد کوئی حیثیت نہیں رہ جاتی ہے۔ دنیا میں خبیث افراد کا راحت و آرام میں رہنا اس بات کی علامت نہیں ہے کہ وہ نگاہ خدا میں محبوب کی حیثیت رکھتے ہیں متاع دنیا کا قانون الگ ہے اور ربوبیت پروردگار کا نظام الگ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ ۖ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۚ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ

۴. انسانیت کی تباہی کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب تقلید آباء بھی ہے جس کی بیماری ہر دور میں رہی ہے اور اس کی مذمت قرآن مجید نے بڑے کھلے الفاظ میں کی ہے اور اس نکتہ کی طرف توجہ دلائی ہے کہ جب تمہارے باپ دادا صاحبان علم و ہدایت نہیں تھے تو ان کی تقلید کے کیا معنی ہیں۔ یہ تو یہود و نصاریٰ کا عالم تھا لیکن آج دنیائے اسلام و ایمان میں بھی ایسے نادان و احمق پائے جاتے ہیں جو باپ دادا کی احمقانہ رسموں کو کلیجے سے لگائے بیٹھے ہیں جب کہ یہ جانتے ہیں کہ ان کے پاس دین و دنیا کا اتنا علم بھی نہیں تھا جتنا خود ان کے پاس ہے اور اس کا راز صرف یہ ہے کہ ان کی تربیت انہیں رسموں کی چھاؤں

میں ہوئی ہے اور انہیں ابتدا سے انہیں رسموں کی لوریاں دی گئی ہیں تو اگر صاحبان ایمان ایسی حماقتیں کر سکتے ہیں تو اگر دوسرے لوگ حقائق کے روشن ہو جانے کے بعد بھی باپ دادا کے مذہب پر اڑے ہوئے ہیں تو کیا حیرت کی بات ہے۔

إِذْقَالَ الْحَوَارِيُّونَ يَاعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَن يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ

۵. اس دستر خوان کے بارے میں مفسرین نے بڑی بڑی تفصیلات بیان کی ہیں اور اس کے تمام کھانوں کا تذکرہ کیا ہے لیکن ان کا مدرک اسرائیلیات کے علاوہ کچھ نہیں ہے لہٰذا اجمالی ایمان ہی کافی ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے خطبہ میں جناب عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پتھر کا تکیہ بناتے تھے موٹا لباس پہنتے تھے معمولی غذا کھاتے تھے بھوک ان کی غذا نور ماہتاب ان کا چراغ مشرق و مغرب ان کا سائبان اور زمین سے اگنے والی گھاس ان کا پھل تھی نہ کوئی زوجہ جو فتنوں میں مبتلا کر سکے نہ اولاد جس کا رنج ہو نہ مال جو اپنی طرف متوجہ کر سکے نہ طمع جو باعث ذلت ہو دونوں پیر ان کی سواری اور دونوں ہاتھ ان کے خادم تھے لیکن اس کے باوجود قوم نے انہیں الزامات سے معاف نہیں کیا اور جادوگر کہہ دیا تو دوسروں کا کیا ذکر ہے۔

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ

۶. جناب عیسیٰ علیہ السلام کا مطالبہ قوم کے تقاضے کی ترجمانی اور اپنی طرف سے اتمام حجت کی بنا پر تھا اور نہ نبی خدا کو ان مادی غذاؤں کی پرواہ نہیں ہوتی ہے وہ راہ خدا میں ہر طرح کی مصیبت برداشت کرنے کے لئے تیار رہتا ہے اور یہیں سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے حوارین اور سرکار دوعالم (ص) کے مخلص اصحاب میں کس قدر فرق تھا کہ حوارین نے طرح طرح کی غذاؤں کا مطالبہ کر دیا اور اصحاب مخلصین نے طرح طرح کی مصیبتوں کا سامنا کیا اور ان اُف تک نہیں کی اور اسی معیار پر امام حسینؑ کو کہنے کا حق تھا کہ جیسے اصحاب مجھے ملے ہیں ان کی نظیر کہیں بھی نہیں پیدا ہوئی ہے کہ تین دن کی بھوک اور پیاس کے باوجود سماوی دستر خوان یا ارضی غذاؤں کا مطالبہ نہیں کر رہے ہیں اور جہاد خدا کے لئے کمر باندھے ہوئے ہیں۔

إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

۷. اس فقرہ سے نبوت کے جن جذبات کی ترجمانی ہوتی ہے ان کا اظہار لفظوں کے ذریعے ناممکن ہے ایسے سخت ترین حالات میں بھی نبی یہ نہیں چاہتا کہ اس کی قوم پر عذاب نازل ہو جائے؛ اور خدائی معاملات میں دخل بھی نہیں دے سکتا ہے تو انتہائی حسین لہجہ میں گذارش کرتا ہے کہ بالآخر یہ سب تیرے ہی بندے ہیں۔

امام سجاد علیہ السلام نے بھی کس حسین انداز سے مناجات کی ہے اور یہ فقرات عرض کیے ہیں کہ۔ پروردگار! تو ہمیں جنت میں جگہ دے گا تو تیرا رسول خوش ہو گا کہ میرا امتی جنت میں آگیا اور جہنم میں ڈال دے گا تو تیرے دشمن خوش ہوں گے کہ تیرا کلمہ گو جہنم میں چلا گیا اور مجھے یقین ہے کہ تو رسول کے مقابلہ میں دشمن کی خوشی کو مقدم نہ کرے گا۔

اللہ! قربان جائیے اس حسن طلب پر ایسی معرفت ہو تو انسان امام کہا جائے اور ایسی مناجات کرے تو کلیم طور بھی رشک کریں۔

سورۃ الأنعام

الْحَمْدُ لِلَّـهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ ۖ ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ

۸. سورہ مبارکہ کا آغاز عظمت پروردگار کے تذکرے سے کیا گیا ہے جس میں آسمان و زمین کی خلقت اور نور و ظلمت کی تخلیق و تقدیر بھی شامل ہے جو کسی غیر خدا کے بس کی بات نہیں ہے اور جس کے بعد شرک یا خدا سے انحراف کا کوئی عقلی جواز نہیں رہ جاتا ہے۔ اور اسی لئے کفر اختیار کرنے والوں کو متوجہ کیا گیا ہے کہ وہ خدا قدرت کے اعتبار سے خالق ہے عظمت کے اعتبار سے زمین و آسمان کا معبود ہے علم کے اعتبار سے تمہارے ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے اور قوموں کے ساتھ سلوک کے اعتبار سے منحرفین کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر دوسری قوموں کو آباد کرنے والا ہے۔

قُلْ أَرَأَيْتَكُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّـهِ أَوْ أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ أَغَيْرَ اللَّـهِ تَدْعُونَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ

۹. آیات کریمہ میں قدرت خدا کے اعلان کے بعد انسان کو اس کی فطرت کی طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ ہم نے اس کی فطرت میں اپنی توحید اور عظمت کے دلائل ودیعت کر دیے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اگر مصیبت پڑ جاتی ہے تو سب کو ہمیں یاد آتے ہیں کسی کو اس کا اپنا خدا یاد نہیں آتا ہے اس لئے کہ یہ بات اس کی فطرت میں محفوظ ہے کہ کائنات کا اختیار رب العالمین کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا کوئی صاحب اختیار نہیں ہے باطل پرستوں کا یہ اندازِ کار ہر مرحلہ پر دیکھا گیا ہے کہ پہلے اپنے خود ساختہ رہبروں کے پیچھے چلتے ہیں اور کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور اس کے بعد جب مصیبت پڑ جاتی ہے تو اپنے والے یاد نہیں آتے ہیں بلکہ ہر مصیبت میں اہل حق ہی کو آواز دیتے ہیں۔

فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰ إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُم بَغْتَةً فَإِذَا هُم مُّبْلِسُونَ

۱۰. یہ قدرت کا ایک نظام عقاب و عتاب ہے کہ وہ پہلے پیغام پہنچاتا ہے اس کے بعد مختلف مصیبتوں کے ذریعہ متوجہ کرتا ہے کہ بندہ ہوش میں آجائے اور جب یہ سب تدبیر میں بے اثر ہو جاتی ہیں تو رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے انسان جی بھر کر گناہ کر لے اور کوئی حسرت باقی نہ رہ جائے جیسا کہ گذشتہ اقوام کے حالات میں دیکھا گیا ہے۔ اس کے بعد جب ان میں غرور پیدا ہونے لگتا ہے کہ اتنی سرکشی اور بغاوت کے بعد بھی خدا کچھ نہیں کر سکا اور راحت و آرام کے دروازے کھلے ہوئے ہیں تو اچانک عذاب نازل ہو جاتا ہے اور سارا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور انسان یکسر مایوس ہو جاتا ہے کہ اب خدا کے علاوہ کسی دوسرے سہارے کا تصور بھی ممکن نہیں ہے۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۖ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِم مِّن شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِم مِّن شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ

۱۱۔ مذہب میں سودے بازی کا رواج بہت پرانا ہے اور ہر شخص اس میں اپنی ایک الگ حیثیت چاہتا ہے چنانچہ کفار نے بھی یہ مطالبہ کیا کہ ہم اسلام لانے کے لئے تیار ہیں بشرطیکہ غرباء اور فقراء آپ کی محفل میں نہ آیا کریں ورنہ ہم ان کے برابر بیٹھ کر اپنی حیثیت خراب نہیں کرسکتے ہیں۔ پروردگار عالم نے اس مطالبہ کو شدت سے ٹھکرادیا اور غرباء و فقراء کی تعریف بھی کردی کہ ان روساء پر واضح ہوجائے کہ تمہارے مطالبہ کی تکمیل کے بعد تم ایمان لے بھی آئے تو یہ رسول اور دین خدا پر ایمان نہ ہوگا، یہ اپنی حیثیت اور شخصیت پر ایمان ہوگا اور اسلام اس طرح کے ایمان کا متحمل نہیں ہے جہاں شخصیت پرستی اور قوم پرستی کا جذبہ پایا جاتا ہو۔

وَ ذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَ لَهْوًا وَ غَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا

۱۲۔ دین کے معاملے میں مختلف قسم کے افراد ہوتے ہیں بعض لوگ اپنے دین پر مکمل طور سے عمل کرتے ہیں اور بعض اس کو صرف غرض کے مواقع پر استعمال کرتے ہیں اور بعض اس کے احکام کو دو حصوں میں بانٹ دیتے ہیں بعض احکام کو قابل عمل قرار دیتے ہیں اور بعض کو نظر انداز کردیتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے دین کو کھیل تماشہ بنالیا ہے، ورنہ اگر ان کے ذہن میں قانون الٰہی ہوتا تو اس پر عمل درآمد کرنے میں اپنی ذاتی فکر اور رائے کو دخل نہ دیتے ایسے افراد کے ساتھ ایک بڑا محتاط طرز عمل بتایا گیا ہے کہ عملاً ان سے کنارہ کشی بھی کی جائے تاکہ انسان ان کے جرم میں شریک نہ ہوسکے اور بالکل قطع تعلق بھی نہ کرلیا جائے کہ وہ اپنے جرائم میں مکمل طور پر آزاد ہوجائیں بلکہ قرآن کے ذریعہ ان کو برابر نصیحت کی جاتی رہے تاکہ راہ راست پر آنے کے امکانات باقی رہیں۔

وَ كَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُم بِاللَّـهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ

۱۳۔ باطل جب دلائل کے میدان میں شکست خوردہ ہوجاتا ہے تو تخویف و ترہیب کا سہارا لیتا ہے جناب ابراہیمؑ نے اس مسئلہ کو بھی حل کردیا کہ خدائے برحق کے ماننے والے باطل سے ہرگز نہیں ڈرا کرتے تو وہ بے جان خداؤں سے کسی طرح خوفزدہ ہوجائیں گے کاش امت اسلامی بھی اس نکتے کی طرف متوجہ ہوجاتی۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّـهِ فَيَسُبُّوا اللَّـهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ

۱۴۔ یہ اسلام کا عظیم اخلاقی نقطہ ہے جس سے اس کی عملی سیاست کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ انسان کی اس کمزوری پر نگاہ رکھتا ہے کہ جب اس کے معبودوں کو برا کہا جائے گا تو وہ بھی تمہارے معبود کو برا کہے گا اور اس طرح خدا کو برا بھلا کہلانے کے مجرم تم خود قرار پاؤ گے۔

❁❁❁❁❁

آٹھویں پارے کا مختصر جائزہ

اس پارے کے ضمن میں سورۃ الاعراف کا ذکر کیا جائے گا۔

۷۔ سورہ اعراف کا مختصر جائزہ

سورہ اعراف قرآن مجید کی ساتویں سورت ہے جس کا شمار مکی سورتوں میں ہوتا ہے اور قرآن مجید کے آٹھویں اور نویں پارے میں واقع ہے۔ اس سورت کو اعراف کہا گیا ہے کیونکہ اس میں اصحاب اعراف کا تذکرہ موجود ہے، دیگر مکی سورتوں کی طرح سورہ اعراف میں بھی زیادہ تر حصہ مبداء اور معاد، توحید کا اثبات، قیامت کی عدالت، شرک سے مقابلہ، جہان آفرینش میں انسان کے مقام کی تثبیت کے بارے میں بیان ہے۔

مضامین

سورہ اعراف دیگر مکی سورتوں کی مانند مکہ کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کا بیشتر حصہ مبداء اور معاد، توحید کا اثبات، قیامت کی عدالت، شرک سے مقابلہ، جہان آفرینش میں انسان کے مقام کی تثبیت کے بارے میں ہے۔ اس سورت کا مقصد بھی مسلمانوں میں عقیدہ اور ایمان کے مبانی کو مضبوط کرنا ہے[1]۔ سورہ اعراف میں ان عہد و پیمان کی طرف اشارہ ہے جنہیں اللہ تعالی نے انسانوں کی ہدایت اور اصلاح کے لیے ان سے لیا ہے؛ ان میں سے ایک عالم ذر کی طرف اشارہ ہے اور جو قومیں توحید کے راستے سے بھٹک گئی ہیں ان کی ناکامی اور شکست کو بیان کرنے کے لیے اقوام ماضی اور گزشتہ انبیاء جیسے حضرت نوحؑ، حضرت لوطؑ اور حضرت شعیبؑ کی امتوں کے انجام اور عاقبت کو بیان کیا ہے[2]۔ سورہ اعراف کا نزول مکہ میں مسلمانوں کی اقتصادی خستہ حال حالات اور شعب ابی طالب میں اقتصادی محاصرے کے دوران ہونا اس عہد و پیمان کو یاد دلانا اور اس کی اہمیت بیان کرنا مقصود تھا جو انسانوں نے اللہ تعالی سے کیا تھا[3]۔

فضیلت

سورہ اعراف کی تلاوت کی فضیلت کے بارے میں پیغمبر اکرم ﷺ سے منقول ہے۔ جو بھی سورہ اعراف کی تلاوت کرے گا؛ اللہ تعالی اسکے اور ابلیس کے درمیان ایک مانع قرار دے گا اور قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السلام کو اس کا شفیع قرار دے گا[4]۔ امام صادق علیہ السلام سے بھی منقول ہے۔ جو شخص ہر مہینے سورہ اعراف کی تلاوت کرتا ہے قیامت کے دن ان لوگوں میں شمار ہوگا جن کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ حزن[5]۔

---

[1] مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، ۱۳۷۱ش، ج۶، ص ۷۴.

[2] مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، ۱۳۷۱ش، ج۶، ص۷۵.

[3] طباطبائی، المیزان، ۱۳۹۰ق، ج۸، ص۶.

[4] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۴، ص۶۰۸۔

[5] بحرانی، البرہان فی تفسیر القرآن، ۱۴۱۶ق، ج۲، ص۵۱۵۔

آٹھویں پارے کے چیدہ نکات

وَلَوْ أَنَّنَا نَزَّلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتَىٰ وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُونَ ﴿١١١﴾ سورۃ الأنعام

۱. کفار کے طرح طرح کے مطالبات کا اجمالی جواب دینے کے بعد تفصیلی معجزات کی طرف اشارہ کیا گیا اور آخر میں یہ کہہ دیا گیا کہ کل کائنات جن و انس و حوش و طیور سب مل کر بھی گواہی دینے لگیں تو بھی یہ ظالم ایمان نہ لائیں گے جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ بے ایمانوں کا مزاج ہی الگ ہوتا ہے تو اگر یہ کل کائنات کی گواہی کا انکار کر سکتے ہیں تو غدیر کے تقریباً سوا لاکھ کے مجمع کا انکار کرنے میں کیا زحمت ہے۔

وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿١١٦﴾ سورۃ الأنعام

۲. اگر دنیا کے تمام مختلف عقائد کا جائزہ لیا جائے اور سب کی مردم شماری کی جائے تو اندازہ ہوگا کہ کائنات کی اکثریت گمراہی کے راستے پر ہے اور اس کے پاس ظن و تخمین کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اکثریت کے فلسفہ کو رد کر دیا ہے اور حق و صدق کے اتباع کا حکم دیا ہے ورنہ اکثریت کے اتباع میں ضلالت اور گمراہی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

أَوَمَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٢٢﴾ سورۃ الأنعام

۳. یہ اسلام و کفر کی حسین ترین تمثیل ہے کہ انسان گویا مردہ تھا اسلام نے اسے زندہ بنا دیا اور پھر ایک نورانیت عطا کر دی ہے جس کے سہارے لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہے یعنی اپنی زندگی کے جملہ مسائل اسی اسلام سے حل کرتا ہے اور ہر مسئلہ میں اس سے روشنی حاصل کرتا ہے... اور کافر موت کی تاریکی میں پڑا ہوا ہے جس سے نکلنا نصیب نہیں ہوا اور شیاطین نے کفار کی نگاہ میں اس تاریکی اور موت کی کیفیت کو آراستہ کر دیا ہے کہ وہ اس سے نکلنے کا ارادہ بھی نہیں کر رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آیت شریفہ جناب حمزہ اور ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی ہیں لیکن مضمون بہر حال جامع اور عام ہے جو ہر دور اور ہر جگہ صادق آتا رہتا ہے۔

وَقَالُوا هَٰذِهِ أَنْعَامٌ وَحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَن نَّشَاءُ بِزَعْمِهِمْ وَأَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا وَأَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُونَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا افْتِرَاءً عَلَيْهِ ۚ سَيَجْزِيهِم بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿١٣٨﴾ سورۃ الأنعام

۴. اقوام عالم میں استحصال کی بیماری ہر دور میں رہی ہے چنانچہ کفار نے بھی زراعت اور حیوانات کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا کچھ تو مذہب کے ٹھیکیداروں کے لئے مخصوص کیا کچھ کو صرف مردوں کے لئے رکھا کچھ میں دوسرے انداز کا استحصال کیا اور اس طرح عوام الناس کو رزق خدا سے محروم کر دیا جب کہ پروردگار عالم سب کا پالنے والا ہے اور اس نے ان منافع کو سب کے لئے مشترکہ طور پر پیدا کیا تھا اسی لئے اس نے ان حرکات کو مختلف قسم کے عیوب سے تعبیر کیا ہے اور انہیں متوجہ کیا ہے کہ اول تو یہ قسم ہی غلط ہے پھر

اس کا خدا کی طرف منسوب کرنا قیامت بالائے قیامت ہے لیکن استحصال گروں کا طریقہ یہی رہا ہے کہ اپنے سارے خیالات و مزعومات کو مذہب کا نام دے کر خدا کے نام پر رواج دیتے ہیں اور اس طرح اپنے منافع کا انتظام کرتے ہیں۔ فرضی محرمات پر تنقید کرنے کے بعد حلال اشیاء کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے اور اس میں نباتات، حیوانات سب کو شامل کر کے اس امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ ہمارے اس مفصل بیان کے بعد کسی کو اپنی طرف سے حلال و حرام میں دخل اندازی کرنے کا حق نہیں ہے اے کاش امت اسلامیہ بھی اس نکتہ کی طرف متوجہ رہتی اور استحصال پسند عناصر سے اپنے کو محفوظ رکھنے کی فکر کرتی۔

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا ۗ قُلْ هَلْ عِندَكُم مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ۖ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ﴿١٤٨﴾ سورة الأنعام

۵. بے ایمان انسان کی فطرت ہے کہ پہلے اپنے عیب کو حسن ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے اس کے بعد جب اس مہم میں ناکام ہو جاتا ہے تو دوسروں کے سر ذمہ داری ڈال دیتا ہے چنانچہ مشرکین نے بھی یہی کیا ہے کہ پہلے اپنے کو حلال و حرام کا ٹھکیدار بنایا پھر جب اس کا اثبات نہ کر سکے تو خدا کو اس کا ذمہ دار بنا دیا حالانکہ ہر صاحب عقل جانتا ہے کہ خدا جبر نہیں کرتا ہے اور وہ جبر کرتا تو ایمان لانے پر کرتا نہ کہ خرافات بکنے پر۔

مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا ۖ وَمَن جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٦٠﴾ سورة الأنعام

٦. یہ پروردگار کا نظام مرحمت ہے جسکے بارے میں سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ نیکیوں کا ثواب دس گنا اور برائیوں کا عذاب ایک ہی ہے؛ حیرت ہے ان لوگوں پر جو ایک کو دس گنا پر مقدم کر دیتے ہیں یعنی دنیاداری کرنا ہے تب بھی یہ سوچنا چاہئے کہ نیکی میں معاوضہ زیادہ ہے اور دین دار ہیں تو یہ احساس کرنا چاہئے کہ ثواب اختیار کرنے کے لائق ہوتا ہے نہ کہ عذاب۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

نویں پارے کا مختصر جائزہ

اس پارے کے ضمن میں سورۃ الانفال کا ذکر کیا جائے گا۔

۸۔ سورہ انفال کا مختصر جائزہ

سورہ انفال وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس میں لفظ انفال استعمال ہوا ہے اور انفال کے احکام بیان ہوئے ہیں اس سورت کا دوسرا نام "بدر" ہے اور اس سورت میں غزوہ بدر کی طرف مفصل اشارہ ہوا ہے بعض مفسرین کے مطابق یہ سورت جنگ بدر کے دوران ہی اس وقت نازل ہوئی جب جنگی غنائم کے سلسلے میں مسلمانوں کے درمیان اختلافات ابھرے تھے یہ سورت مدنی ہے کوفہ کے قراء کے مطابق اس سورت کی آیات کی تعداد ۷۵، بصری قراء کے مطابق ۷۶ اور شامی قراء کے مطابق ۷۷ ہے البتہ پہلا قول زیادہ مشہور اور صحیح ہے اس سورت کے الفاظ کی تعداد ۱۲۴۴ اور اس کے حروف کی تعداد ۵۳۸۸ ہے مصحف کی کتابت یا جمع قرآن کی ترتیب کے لحاظ سے آٹھویں اور ترتیب نزول کے لحاظ سے اٹھاسی ویں سورت ہے۔

مضامین

سورہ انفال چند فقہی احکام پر مشتمل ہے۔ انفال اور عمومی وسائل اور ثروتوں اور ان کے مصرف و استعمال سے متعلق احکام؛ خمس کے احکام اور اس کا استعمال؛ جہاد کے آداب، مجاہدین کے فرائض، جنگی قیدیوں کے ساتھ برتاؤ، عہد و پیمان منعقد کرنے اور اس کی پابندی، جنگی تیاریوں کی اہمیت، مؤمن کے علائم اور نشانیاں اور اس کی روحانی اور اخلاقی صفات و خصوصیات اور ان ہی موضوعات میں دوسرے مسائل نیز دیگر مختلف مسائل و موضوعات[1]۔

فضیلت اور خواص

سورہ انفال کی تلاوت کی فضیلت کے بارے میں پیغمبر اکرم ﷺ سے منقول ہے۔ «جو سورہ توبہ کی تلاوت کرے میں قیامت کے دن اس کا شفاعت کرنے والا اور گواہ بنوں گا کہ وہ نفاق سے دور ہے اور دنیا کے تمام منافق مرد اور عورتوں کی تعداد کے دس برابر حسنہ اسے دیے جائیں گے اور دس برابر گناہ معاف ہونگے اور دس درجات اس کے بلند ہونگے اور عرش اور اس کے فرشتے اس کی زندگی میں اس پر درود بھیجیں گے۔[2]» امام صادق علیہ السلام سے بھی منقول ہے کہ جو کوئی سورہ انفال اور سورہ توبہ کی تلاوت کرے، اس کے دل میں نفاق داخل نہیں ہوگا اور حساب کتاب سے نجات یافتہ شیعوں میں سے شمار ہوگا[3]۔

---

[1] دانشنامہ قرآن و قرآن پژوہی، ج ۲، ص ۱۲۳۸۔

[2] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۷ش، ج ۵، ص ۶۔

[3] ابن بابویہ، ثواب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ص ۱۰۶، ص ۲۳۷.

تفسیر برہان میں اس سورت کی تلاوت کی خواص میں؛ دشمن پر برتری اور قرض کی ادائیگی ذکر ہوئی ہے[1]۔ ہر مہینے میں اس سورت کی تلاوت کو مستحب مؤکد قرار دیا گیا ہے[2]۔

نویں پارے کے چیدہ نکات

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِن كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٩٦﴾ سورۃ الأعراف۔

آیت کریمہ نے اس حقیقت کو بے نقاب کر دیا ہے کہ ایمان اور تقوی کا اثر صرف آخرت میں نہیں ہوتا ہے بلکہ دنیا میں بھی اس کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں اور وہ اثرات مادی وسائل کا نتیجہ نہیں ہیں،ماوی وسائل شرق و مغرب اور جنوب و شمال میں کام کرتے ہیں اور قدرتی وسائل زمین و آسمان پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ وہ صاحبان ایمان کو زمین و آسمان کی برکتوں سے نواز دیتا ہے اور انہیں کسی کا محتاج نہیں رکھتا ہے اور نہ ان کے حالات کو دنیا کی کوئی طاقت چیلنج کر سکتی ہے۔ ان کا مددگار خدا ہے جو زمین و آسمان دونوں کا خالق ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ صاحبان ایمان و تقوی کام کرنا چھوڑ دیں اس لئے کہ تقوی کے معنی ہی عمل کرنے کے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ منکرین اپنے مال پر بھروسہ کرتے ہیں اور اللہ والے غیبی امداد پر بھی تکیہ رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ عمل اور محنت کو بار آور بنانے والا وہی پروردگار ہے اور وہی ان کے مال میں برکت عطا فرماتا ہے۔

فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١١٨﴾ سورۃ الأعراف۔

قرآن مجید کا یہ فقرہ اور سورہ طہ کی آیت نمبر ۶۹ دلیل ہے کہ جادوگروں کے جادو کی کوئی حقیقت نہیں تھی اور انہوں نے صرف نظر بندی سے کام لیا تھا اور ان کا کاروبار فقط اس نظر بندی سے چل رہا تھا۔ انہیں اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ نبوت کی نگاہ میں جلوہ الوہیت ہوتا ہے اور اس کی نگاہ پر ان نظر بندیوں کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا ہے۔

واضح رہے کہ یہ جادوگر اپنے دور میں دین و مذہب کے ٹھیکیدار شمار کیے جاتے تھے اور انہوں نے تحفظ دین کے بارے میں بھی فرعون سے سودے بازی شروع کر دی تھی جو ہر دور کے خود ساختہ مذہبی ٹھیکیداروں کا حال ہوتا ہے کہ وہ مذہب کی حفاظت کے نام پر سودے بازی کرنے لگتے ہیں گویا مذہب کسی اور کا ہے اور یہ صرف کرائے کے کاریگر یا واقعاً بازی گر ہیں۔

قَالُوا إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا مُنقَلِبُونَ ﴿١٢٥﴾ سورۃ الأعراف۔

---

[1] بحرانی، تفسیر البرهان، ۱۴۱۶ق، ج۲، ص۶۳۹۔

[2] کاشف الغطاء، کشف الغطاء، ۱۴۲۲ق، ج۳، ص۴۷۱

اہل ایمان پر حق واضح ہو جاتا ہے تو وہ کسی طاقت اور جبروت کی پرواہ نہیں کرتے ہیں اور برملا اپنے ایمان کا اعلان کر دیتے ہیں۔ فرعون نے لاکھ دھمکی دی کہ ایک طرف کا ہاتھ اور ایک طرف کا پاؤں کاٹ دوں گا سولی پر لٹکا دوں گا لیکن اب ایمان کا ایک ہی جواب تھا کہ ہمیں بہر حال اللہ کی بارگاہ میں جانا ہے اور اسی طرح جلد کی حاضری کا شرف حاصل ہو جائے گا۔

فَإِذَا جَاءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوا لَنَا هَٰذِهِ ۖ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوا بِمُوسَىٰ وَمَن مَّعَهُ ۗ أَلَا إِنَّمَا طَائِرُهُمْ عِندَ اللَّهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٣١﴾ سورۃ الأعراف۔

شر پسند عناصر اپنے کو خدا کا رشتہ دار تصور کرتے ہیں اور ہر نیکی پر اپنا حق سمجھتے ہیں۔ پھر جب مصیبت یا بلا نازل ہو جاتی ہے تو اس کی نسبت اللہ والوں کی طرف دے دیتے ہیں حالانکہ وہ تمام اسباب اور اسرار سے خوب باخبر ہے۔

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِن بَعْدِهِ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهُ خُوَارٌ ۚ أَلَمْ يَرَوْا أَنَّهُ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا ۘ اتَّخَذُوهُ وَكَانُوا ظَالِمِينَ ﴿١٤٨﴾ سورۃ الأعراف۔

سامری نے ایک مجسمہ تیار کیا اور قوم میں اعلان کر دیا کہ میں تمہارا اور موسیٰ کا خدا ہے۔ قوم نے اپنی جہالت و حماقت کی بناء پر اس کی پرستش شروع کر دی اور جناب ہارون کی ایک نہ سنی جس سے صاف اندازہ ہوتا ہے کہ گمراہ قوم نبی کے جانشین کی پرواہ نہیں کرتی ہے اور اپنے خود ساختہ کو ہر حق و حقیقت پر مقدم کر دیتی ہے۔

قدرت نے اس خدا سازی کا ایک ہی جواب دیا کہ آواز کا پیدا ہو جانا کمال نہیں ہے۔ اتنا تو دیکھو کہ یہ نہ بات کر سکتا ہے اور یہ ہدایت دے سکتا ہے اور ایسا عاجز و مجبور، خدا نہیں ہو سکتا ہے۔ سرکار دو عالم (ص) کے بعد امت اسلامیہ میں ایسا ہی انقلاب آیا تھا جیسا کہ جناب موسیٰؑ کے کوہ طور پر جانے کے بعد بنی اسرائیل میں آیا تھا۔ قوم نے صرف آواز کو ہنر بنا لیا اور ہدایت کی صلاحیت کو یکسر نظر انداز کر دیا۔

اخْتَارَ مُوسَىٰ قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِّمِيقَاتِنَا ۖ فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُم مِّن قَبْلُ وَإِيَّايَ ۖ أَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا ۖ إِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَن تَشَاءُ وَتَهْدِي مَن تَشَاءُ ۖ أَنتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ۖ وَأَنتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ ﴿١٥٥﴾ سورۃ الأعراف۔

یہ توبہ کا مرحلہ ہے کہ جہاں پروردگار کا حکم ہوا تھا کہ قوم کے وہ افراد توبہ کرنے کے لئے آئیں جنہوں نے گوسالہ پرستی میں حصہ نہ لیا ہو۔ جناب موسیٰؑ نے اس طرح کے ستر افراد کا انتخاب کیا اور کوہ طور پر لے گئے لیکن انہیں بھی زلزلے کا سامنا کرنا پڑا اور جب یہ فریاد کی کہ ہم نے گوسالہ پرستی نہیں کی تھی تو ارشاد ہوا کہ تم نے روکا کیوں نہیں تھا۔ دین خدا میں خشک مقدسین کا گزر نہیں ہے۔ مجاہدین اور مبلغین کی ضرورت ہے۔ جو لوگ یہ

کہہ کر الگ ہو جاتے ہیں کہ قوم کی اصلاح ممکن نہیں ہے۔ وہ بھی ایک دن زلزلہ کے جھٹکوں کا شکار ہوں گے تو انہیں اپنے تقدس یا اعراض کا صحیح اندازہ ہو گا۔

وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا ۙ اللَّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ قَالُوا مَعْذِرَةً إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿١٦٤﴾ سورۃ الأعراف۔

ایسے نادان مخلصین ہر دور میں پیدا ہوتے رہتے ہیں جو مصلحین کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ قوم کو اس کی حالت پر چھوڑ دیا جائے اور اپنے کو پریشانی میں نہ ڈالا جائے لیکن قرآن مجید کی ہدایت دلیل ہے کہ انسان بارگاہ الٰہی میں معذور بننا چاہتا ہے تو اس کا فرض ہے کہ ہدایت کرتا رہے کہ شاید قوم پر اثر ہو ہی جائے تو دہرا فائدہ ہو گا۔

یہودیوں کی تاریخ ذلت و رسوائی اور تباہی و بربادی کی تاریخ ہے۔ پہلے فراعنہ، باطبیین، فارس، خلفاء اسکندر اور نصاریٰ کے زیر عتاب رہے۔ اس کے بعد خطۂ عرب میں پناہ لی تو اسلام کے ہاتھوں ذلت برداشت کی اور جزیرۃ العرب سے نکالے گئے اور آج بھی استعمار کے آلۂ کار بنے ہوئے ہیں ورنہ ان کا اپنا کوئی وجود نہیں ہے اور اگر چند مسلمان ان کو اہمیت دے رہے ہیں تو وہ بھی در حقیقت نسلاً یا مذہباً انہیں میں سے ہیں اور دنیا میں کوئی بھی حکومت یا جماعت انہیں مستقل حیثیت دینے کے لئے تیار نہیں ہے۔ اسرائیل برائے نام حکومت ہے ورنہ در حقیقت استعمار کی ایک کالونی ہے اور اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور کالونی بن جانا خود ہی ایک ذلت اور رسوائی ہے۔

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿١٧٩﴾ سورۃ الأعراف۔

آیات الٰہی سے انکار کرنے والوں کا آخری انجام جہنم ہے اور ان کی علامت یہ ہے کہ یہ خدائی صلاحیت کو بروئے کار لا کر حق کی معرفت حاصل نہیں کرتے۔ رب العالمین نے اتمام حجت کے لئے آنکھ، کان اور دل تینوں کا حوالہ دیا ہے اور رسول اکرم نے بھی غدیر خم میں حضرت علیؑ کو ہاتھوں پر بلند کر کے فرمایا تھا کہ "من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ" تا کہ آنکھیں دیکھ لیں، کان سن لیں اور دل سمجھ لیں کہ علی مولا اور حاکم ہو گئے۔

شریعت اسلام نے بھی تین اشیاء کو سند قرار دیا ہے۔ قول معصوم فعل معصوم اور تقریر معصوم؛ قول کا تعلق سننے سے ہے فعل کا تعلق دیکھنے سے ہے اور تقریر و سکوت کا تعلق سمجھنے سے ہے۔ انسان نے ان تینوں صلاحیتوں سے کام نہ لیا تو اس کا انجام جہنم ہے اور گویا اسے جہنم ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ ۚ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٨٠﴾ سورۃ الأعراف۔

اللہ کے تمام نام احسن اور اعظم ہیں۔ ناموں کی عظمت ذات اور مفہوم کے اعتبار سے ہوتی ہے اور خدا کی عظمت اور اسکے صفات کی عظمت میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اسے اس کے ناموں میں سے پکارنا چاہئے اور اس میں کسی طرح کی بیدینی نہ کرنی چاہئے۔ لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ انسان ۹۹ اسماء کے اندر محدود ہو جائے یا جوشن کبیر کے ایک ہزار اسماء اوصاف کے اندر محدود ہو جائے اس لیے کہ تمام علمائے اعلام نے ہر دور میں مختلف زبانوں کے ناموں کا اطلاق کیا ہے جب کہ ان میں سے کوئی نام شریعت میں وار نہیں ہوا ہے۔

فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا ۚ فَتَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿١٩٠﴾ سورۃ الأعراف-

بعض مفسرین نے اس بات کو جناب آدمؑ اور جناب حوا پر منطبق کیا ہے کہ انہوں نے خدا سے دعا کی اور جب اس نے فرزند دے دیا تو شیطان کے بہکانے سے اس کا نام عبد الحارث رکھ دیا اور خدا نے اس طرز عمل پر تنقید کی کہ یہ کمال ناشکری ہے جو آدم کو زیب نہیں دیتا۔۔۔۔۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسے تصورات نبیٔ خدا کے بارے میں انتہائی مہمل اور بے بنیاد ہیں۔ یہ ایک تمثیل ہے جو ہر انسان کے حال پر منطبق ہوتی ہے اور ہر انسان ولادت کے موقع پر طرح طرح کی دعائیں کرتا ہے اور عہد و پیمان کرتا ہے اس کے بعد جب کام نکل جاتا ہے تو خدائی عطاو دین کو مختلف افراد و اشخاص کی طرف منسوب کر کے ان کا کارنامہ قرار دے دیتا ہے اور خدا کے فضل و احسان کی طرف سے یکسر غافل ہو جاتا ہے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ﴿١٩٩﴾ سورۃ الأعراف-

وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۚ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٠٠﴾ سورۃ الأعراف-

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ اس سے زیادہ اخلاقیات کے لئے جامع کوئی فقرہ نہیں ہے کہ انسان وہ راستہ اختیار کرے جسمیں دوسروں کو زحمت و مشقت نہ ہو۔ نیکیوں کا حکم دیتا رہے تاکہ معاشرہ گمراہ نہ ہونے پائے اور کوئی جہالت اور نادانی کی بات کرے تو اس سے مقابلہ کرنے کے بجائے کنارہ کشی اختیار کرے اور شیطان دخل اندازی کرنا چاہے تو خدا کی پناہ دیا مانگے ہے کہ اس سے بہتر پناہ دینے والا کوئی نہیں ہے۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنفَالِ ۖ قُلِ الْأَنفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۖ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١﴾ سورۃ الأنفال

مسلمانوں میں مال غنیمت کے بارے میں اختلاف ہوا کہ یہ صرف مجاہدین کا حصہ ہے یا غنیمت جمع کرنے والوں کا بھی حصہ ہے۔ رب العالمین نے واضح کر دیا کہ یہ مسئلہ جہاد سے متعلق ہے۔ انفال کا حق صرف خدا اور رسول (ص) کو ہے وہ جسے چاہیں دے سکتے ہیں اس میں کسی کو دخل دینے کا حق نہیں ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢٧﴾ سورۃ الأنفال

بنی قریظہ کے تقاضائے پر پیغمبر اسلام نے سعد بن معاذ کو حکم بنا دیا تو ابو لبابہ نے یہودیوں کو قتل کی دھمکی دے دی جو ایک طرح کی خیانت تھی، پھر جب آیت نازل ہو گئی تو اپنے کو ستون مسجد سے باندھ کر سات دن تک استغفار کرتے رہے یہاں تک کہ خدا نے معاف کر دیا اور سرکار نے آ کر کھول دیا۔ یہ ستون آج بھی ''اسطوانۃ ابی لبابہ'' کے نام سے موجود ہے اور اس بات کی علامت ہے کہ خدا و رسول کے معاملات میں ادنیٰ سی دخل اندازی بھی اس قدر طویل استغفار کی طلب گار ہوتی ہے چہ جائیکہ ان کی مرضی کے خلاف پورے اسلام کی سربراہی کا فیصلہ کر لیا جائے۔

دسویں پارے کا مختصر جائزہ

اس پارے کے ضمن میں سورۂ التوبہ کا ذکر کیا جائے گا۔

۹۔ سورہ توبہ کا مختصر جائزہ

سورہ توبہ «بسم اللہ الرحمن الرحیم» کے بغیر شروع ہے اور مسلمانوں کو حکم دیتی ہے کہ وہ مشرکوں سے رابطہ منقطع کریں اور پیغمبر اکرم ﷺ کو حکم دیتی ہے کہ مشرکوں کے لیے مغفرت طلب نہ کریں اس سورت میں کفار اور مشرکوں سے جہاد کرنے اور زکات کے مسئلے کے بارے میں تذکرہ ہوا ہے روایات میں مذکور ہے کہ اس سورت کو پہنچانے کی ذمہ داری شروع میں آنحضرت ﷺ نے ابوبکر کو سونپی پھر اس سے لے کر امام علی علیہ السلام کے سپرد کی اس سورت کی سب سے مشہور آیت آیت لاتحزن ہے جو پیغمبر اکرم ﷺ کی مدینہ سے مکہ ہجرت اور غار ثور میں چھپ جانے کی طرف اشارہ ہے اور آیت صادقین جو مومنوں کو «صادقین» کا ساتھ دینے کا حکم دیتی ہے روایات میں آیا ہے کہ صادقین سے مراد شیعہ ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں سورہ توبہ میں مسجد ضرار، غزوہ حنین اور جنگ تبوک میں بعض کی مخالفت کرنے کا تذکرہ بھی ہوا ہے روایات میں آیا ہے کہ جو شخص ایک مہینے میں سورہ انفال اور سورہ توبہ کی تلاوت کرے گا اس کے دل میں کبھی بھی نفاق داخل نہیں ہوگا اور امام علی علیہ السلام کے شیعوں میں اس کا شمار ہوگا۔[1]

مضمون

سورہ توبہ مشرکین اور منافقین سے رابطہ منقطع کرنے کا قطعی اور فیصلہ کن الٰہی حکم ہے؛ لیکن اس کے باوجود توبہ کا دروازہ ان کے لئے بھی کھلا رکھا ہے خداوند متعال اس سورت میں مؤمنین کو حکم دیتا ہے کہ اگر رشتہ داروں میں کوئی مشرک ہے تو اپنی قرابت داری سے چشم پوشی کریں اور رسول اللہ ﷺ کو ان کے لئے طلب مغفرت نہ کرنے کا حکم ہوتا ہے، جس طرح سے جب ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ آزر ہدایت کے لائق نہیں ہے تو اس سے برائت کا اعلان کیا اس سورت کے دوسرے مضامین میں منافقین کی تعمیر کردہ مسجد ضرار کی طرف اشارہ ہے اور ۱۰۷ویں اور ۱۰۸ویں آیت اس بارے میں نازل ہوئیں اس سورت میں بیان ہونے والے دیگر مضامین میں بعض مسلمانوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جہاد میں شرکت نہ کرنے اور زکات نہ دینے کا تذکرہ بھی شامل ہے۔[2]

---

[1] دانش نامہ قرآن و قرآن پژوہی، ج ۲، ص ۱۲۳۸،۱۲۳۹
[2] طباطبائی، المیزان، ترجمہ، ۱۳۷۴ش، ج ۹، ص ۱۹۶

فضائل اور خواص

پیغمبر اکرم ﷺ سے روایت ہے کہ جو شخص سورہ انفال اور سورہ توبہ کی تلاوت کرے قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کرنے والا، اس کے نفع میں گواہی والا ہوں گا، وہ نفاق سے دور ہو گا، دنیا میں موجود تمام منافق مرد اور عورتوں کی تعداد کے برابر دس حسنہ عطا ہونگے، اس کے دس گناہ پاک ہونگے، دس درجات ملیں گے اور جب تک وہ دنیا میں ہے عرش اور حاملان عرش اس پر درود بھیجیں گے[1]۔ امام صادق علیہ السلام سے بھی منقول ہے کہ جو شخص ہر مہینے سورہ انفال اور سورہ توبہ کی تلاوت کرے گا اس کے دل میں نفاق داخل نہیں ہو گا اور امام علی علیہ السلام کے حقیقی شیعوں میں سے ہو گا[2]۔ تفسیر عیاشی میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہا گیا ہے۔ قیامت میں لوگ حساب سے فارغ ہونے تک وہ بہشتی دستر خوان پر شیعوں کے ساتھ روزی تناول کر تا رہے گا[3]۔ ہر مہینے سورہ توبہ کی تلاوت مستحب ہونے پر تاکید کی گئی ہے[4]۔ روائی مصادر میں اس سورت کی تلاوت کے خواص میں آتشزدگی اور درندوں کے شر سے محفوظ رہنا بیان ہوا ہے[5] اور کہا گیا ہے کہ آیت ۱۲۸ اور ۱۲۹ کو پڑھنے سے درندوں کے شر سے محفوظ رہے گا[6]۔

دسویں پارے کے چیدہ نکات

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّـهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ إِن كُنتُمْ آمَنتُم بِاللَّـهِ وَمَا أَنزَلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ ۗ وَاللَّـهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٤١﴾ سورة الأنفال

رب العالمین نے خمس کے وجوب کے سلسلہ میں جنگ بدر کی نصرت کا حوالہ دیا ہے تاکہ مسلمان مال کی کمی سے اسی طرح نہ گھبرائے جس طرح اصحاب بدر افراد کی کمی سے پریشان نہ تھے اور قدرت نے ان کی کمی کو پورا کر دیا تھا خمس صاحب ایمان کا کام ہے اور جس کا نصرت الٰہی پر ایمان نہیں ہے وہ خمس ادا نہیں کر سکتا ہے خمس کا تعلق صرف اصطلاحی غنیمت سے نہیں ہے بلکہ ہر فائدہ میں خمس واجب ہے جس کی تفصیل روایاتِ اہل بیت میں موجود ہیں جو وارث قرآن بھی ہیں اور شریک قرآن بھی واضح رہے کہ خمس کا حقِ سادات ہونا کسی نسلی امتیاز کی بنا پر نہیں ہے بلکہ یہ صرف اس

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۹۰ش، ج۵، ص۶۔
[2] شیخ صدوق، ثواب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ص۱۰۶۔
[3] عیاشی، تفسیر عیاشی، ۱۴۲۱ق، ج۲، ص۴۶۔
[4] کاشف الغطاء، کشف الغطاء، ۱۴۲۲ق، ج۳، ص۴۷۱.
[5] بحرانی، تفسیر البرہان، ۱۴۱۶ق، ج۲، ص۷۲۷۔
[6] کلینی، کافی، ج۲، ص۶۲۵

لئے ہے کہ انھیں زکوٰۃ سے الگ رکھا گیا ہے اور اسی کاراز بھی یہ ہے کہ زکوٰۃ عوامی فائدے کے لئے تھی تو رسول اکرم ﷺ نے اپنے خاندان کو اس سے الگ رکھنا چاہا تاکہ کسی قسم کی بدنامی کا امکان نہ پیدا ہوسکے۔

وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٤٨﴾ سورة الأنفال

شیطان ہر دور میں یہی کام انجام دیتا رہتا ہے اور اپنے ساتھیوں کو ورغلا کر میدان تک لے آتا ہے اور پھر ساتھ چھوڑ دیتا ہے......... شیطان کی حقیقت کیا ہے اور وہ کسی طرح یہ کام انجام دیتا ہے یہ ایک راز ہے لیکن یہ مسلم ہے کہ اگر کل بدر میں سراقہ بن حارث کی شکل میں آیا تھا تو آج سارے عالم اسلام میں امریکہ اور روس کی شکل میں یہی کام انجام دے رہا ہے جس کا تجربہ برسوں سے ہو رہا ہے لیکن اس کے باوجود نادان مسلمان حکام اسکے وعدوں پر اعتبار کر کے اپنے کو مصائب میں مبتلا کرتے جا رہے ہیں اور باہمی اختلافات کے نتائج کی طرف متوجہ نہیں ہوتے ہیں۔

وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ﴿٦٠﴾ سورة الأنفال

یہ ایک اہم اسلامی فریضہ ہے کہ مسلمانوں کو ہر دور میں کفار کے مقابلہ کے لئے طاقت کا انتظام رکھنا چاہئے کہ یہ دنیا ہمیشہ اہل قوت کے ہاتھ میں رہتی ہے اور وہی اس کے سیاہ و سفید کے مالک ہوتے ہیں آج امریکہ اور روس کے بلاک کی بنیاد بھی ان کی مادی قوت ہی ہے تو اگر مسلمان مقابلہ کی قوت پیدا کرلیں تو یہ سارا طلسم ٹوٹ جائے گا اور دنیا اسلام کے زیرنگیں آجائے گی گھوڑوں کا ذکر بطور مثال کیا گیا ہے کہ اس کی صف بندی سے ہیبت پیدا ہوتی ہے ورنہ ہر طرح کے سامان حرب کا فراہم کرنا مسلمانوں کا فرض ہے جیسا کہ خود سرکار دوعالم (ص) نے تیراندازی کی تاکید کی تھی اور پھر راہ خدا میں خرچ کا مطالبہ کیا ہے کہ قوت کی فراہمی سرمایت کے بغیر ممکن نہیں ہے مسلمانوں کا فرض ہے کہ مال بھی خرچ کریں اور طاقت بھی فراہم کریں تاکہ کفر کا جادو ختم ہوجائے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَّهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٧٤﴾ سورة الأنفال

صحیفۂ سجادیہ جو کہ مذہب شیعہ کی معتبر ترین کتاب ہے اس میں امام زین العابدینؑ نے ان اصحاب کی بے پناہ تعریف کی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ مذہب اہل بیتؑ میں صحابۂ کرام کے اخلاص کی بہترین قدردانی کی جاتی ہے البتہ منافقین کی کسی فرقہ میں کوئی قیمت نہیں ہے۔

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّـهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّـهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّـهَ ۖ فَعَسَىٰ أُولَـٰئِكَ أَن يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ﴿١٨﴾ سورة التوبة

صاحبان ایمان کو غیرت دلائی گئی ہے کہ مساجد اللہ کے گھر ہیں اور بندگان خدا کا فرض ہے کہ اپنے گھروں سے زیادہ اللہ کے گھر کی آبادی کی فکر کریں، یہ کام مشرکین کا نہیں ہے بلکہ یہ کام صاحبان ایمان کا ہے۔

مساجد کو آباد کرنے کے لئے پانچ شرائط ضروری ہیں۔ ا خدا پر ایمان ہو تا کہ خانۂ خدا سے دلچسپی پیدا ہو ۲ آخرت پر ایمان ہو تا کہ دنیا کا فائدہ نہ تلاش کریں ۳ نماز قائم کرے تا کہ آبادی کی فکر رکھے ۴ زکوٰۃ ادا کرے تا کہ آبادی کی راہ میں خرچ کر سکے ۵ خدا کے علاوہ کسی کا خوف نہ رکھتا ہو تا کہ صرف چند افراد کے طعن وطنز کرنے سے مسجد چھوڑ نہ دے مسجد کی تولیت اور اس کے انتظام کی ذمہ داری اس سے زیادہ شرائط کی متقاضی ہے

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّـهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّـهِ ۚ لَا يَسْتَوُونَ عِندَ اللَّـهِ ۗ وَاللَّـهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٩﴾ سورة التوبة

عباس بن عبد المطلب کو حاجیوں کی سقایت پر ناز تھا طلحہ بن شیبہ کلید برداری پر ناز کر رہے تھے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے تم سب سے پہلے نماز ادا کی ہے اور ایمان کا اعلان کیا ہے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور حضرت علیؑ کی افضلیت کا اعلان ہو گیا۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّـهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ ۙ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ ﴿٢٥﴾ سورة التوبة

فتح مکہ کے بعد بنی ہوازن وثقیف نے مسلمانوں سے لڑنے کے لئے ایک عظیم لشکر تیار کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کو اطلاع دی گئی تو آپ بھی دس ہزار انصار ومہاجرین اور دو ہزار نو مسلم ابوسفیان اور معاویہ جیسے افراد کو لے کر روانہ ہو گئے کفار نے درّہ پر قبضہ کر لیا اور مسلمانوں کے پہنچتے ہی تیروں کا مینہ برسانا شروع کر دیا مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے صرف دس افراد باقی رہ گئے علیؑ، عباس، فضل بن عباس، مغیرہ بن الحارث، زید بن اسامہ، ایمن بن ام ایمن، عباس وغیرہ نے مسلمانوں کو آواز دی؛ اے بیعت شجرہ والو! اے سورہ بقرہ والو! واپس آجاؤ مسلمان واپس آگئے اور گھمسان کا رن پڑا تو کفار مغلوب ہو گئے کفار کا سربراہ ابو جرول تھا حضرت علیؑ نے اسے قتل کر دیا تو کفار کے قدم اکھڑ گئے اور مسلمانوں کو کثیر مال غنیمت ہاتھ آیا چھ ہزار عورتیں اور بچے قیدی بنے ۲۴ ہزار اونٹ ملے اور تقریبا ۴۰ ہزار گائے اور بکریاں ہاتھ آئیں علامہ شرقاوی نے کتاب ''محمد رسول الحریۃ'' میں لکھا ہے کہ ابوسفیان وغیرہ جنگ کے لئے نہیں بلکہ مسلمانوں کو فرار پر آمادہ کرنے کے لئے ساتھ لگ گئے تھے فخر الدین رازی کا بیان ہے کہ کثرت پر ناز ابوبکر کو پیدا ہوا تھا اور انہوں نے کہا تھا کہ اب ہم نہیں ہار سکتے ہیں۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

گیارہویں پارے کا مختصر جائزہ

اس پارے کے ضمن میں سورۂ یونس کا ذکر کیا جائے گا۔

۱۰۔ سورہ یونس کا مختصر جائزہ

اس سورت میں حضرت یونس علیہ السلام کی داستان کا ذکر ہے اسی وجہ سے اس کا نام "سورہ یونس" رکھا گیا ہے سورہ یونس میں وحی، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کا مقام، کائنات کی عظمت کی نشانیوں اور اس دنیا کی ناپایداری سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے آخرت کی طرف دعوت دی گئی ہے اس کے علاوہ اس سورت میں طوفان نوح علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قوم فرعون کی داستان کا بھی تذکرہ ہوا ہے۔

آیت نمبر ۳۸ اس سورت کی مشہور آیات میں سے ہے جس میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے مخالفین کو مقابلے کی دعوت دی گئی ہے کہ اگر تم سچ کہتے ہو تو قرآن کی سورتوں میں سے کسی ایک سورت کی مثل لا کر دکھاؤ، کہا جاتا ہے کہ اس طرح کے چیلنجز حقیقت میں قرآن کے معجزہ ہونے کی دلیل ہیں۔

مضامین

سورہ یونس میں خدا کی قدرت کے مظاہر، وجود خدا کو ثابت کرنے والے دلائل، وحی، نبوت اور بعثت انبیاء، آیات تکوینی اور علوم طبیعی، خلقت اور آفرینش کے اسرار و رموز اور دنیا اور آخرت کی حقیقت سے متعلق ایک تمثیل نیز دنیا کی ناپایداری کا ذکر کرتے ہوئے آخرت کی طرف دعوت دی گئی ہے اس کے علاوہ اس سورت میں حضرت نوح، حضرت موسیٰ اور حضرت یونس علیہ السلام جیسے انبیاء کی داستانوں کے بیان کے ساتھ ساتھ پیغمبر اکرمؐ کے مقام و منزلت کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کائنات کی عظمت کی نشانیوں کو خدا کی عظمت پر دلیل قرار دیتے ہوئے ایمان اور عمل صالح کے ذریعے آخرت کی تیاری کی طرف ترغیب دینا بھی اس سورت میں بحث کی گئی موضوعات میں شامل ہیں اسی طرح بعض آیتوں میں بت پرستوں کی لجاجت اور ہٹ دھرمی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انہیں ان کی فطرت کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

فضیلت

اس سورت کی فضیلت سے متعلق پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ سے منقول ہے کہ جو شخص سورہ یونس کی تلاوت کرے خداوند عالم اس شخص کو حضرت یونس کی قوم اور فرعون کے ساتھ غرق ہونے والے افراد کے دس گنا حسنہ دیگا[1]۔ امام صادق علیہ السلام سے بھی روایت ہے کہ جو شخص ہر دو یا تین مہینے میں ایک بار اس سورت کی تلاوت کرے اسے جاہلوں میں سے ہونے کا خوف نہیں رہے گا اور قیامت کے دن مقربین میں سے ہو گا[2]۔

---

[1] کفعمی، المصباح، ۱۴۰۵ق، ص ۴۴۰۔

[2] عیاشی، التفسیر العیاشی، ۱۳۸۰ق، ج ۲، ص ۱۱۹۔

گیا ھویں پارے کے چیدہ نکات

الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَأَجْدَرُ أَلَّا يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا أَنزَلَ اللَّـهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ ۗ وَاللَّـهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٩٧﴾ سورۃ التوبة

واضح رہے کہ کفر و اسلام شہر اور دیہات کی میراث نہیں ہیں نہ شہری زندگی اسلام کی ضمانت ہے کہ اس میں صنادید قریش اور یہود مدینہ بھی پیدا ہوتے ہیں، اور نہ دیہاتی زندگی کفر و نفاق کی ضمانت ہے کہ اس میں بڑے بڑے مخلص صاحبان ایمان پیدا ہوئے ہیں شہری اور دیہاتی زندگی میں فرق ضرور ہوتا ہے کہ دیہات والا عام طور سے علوم اور معلومات سے دور رہتا ہے اور اسی لئے اپنے نظریات میں شدید اور جہالت سے قریب تر ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کا ایمان و اخلاص بھی شدید تر ہوتا ہے جیسا کہ خود اسی آیت کے آخر میں بیان کیا گیا ہے۔

معلومات سے دور ہونے ہی کا نتیجہ ہے کہ راہ خدا مال خرچ بھی کرتے ہیں اور اسے گھاٹا بھی سمجھتے ہیں ورنہ شہری قسم کے ہوشیار ہوتے تو خرچ ہی نہ کرتے ان لوگوں کی منافقت کا اثر یہ ہے کہ مسلمانوں کے بارے میں گردش زمانہ کا انتظار کرتے رہتے ہیں کہ یہ سب تباہ ہو جائیں تو ہمیں اس خسارہ سے بھی نجات مل جائے۔

بہر حال اعرابیت ایک کردار ہے جس کی روح جہالت اور کفر و نفاق میں شدت ہے یہ جہاں بھی پیدا ہو جائے اسے اعراب ہی کہا جائے گا چاہے دنیا کے متمدن ترین علاقہ کا ہی رہنے والا کیوں نہ ہو۔

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّـهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١٠٠﴾ سورۃ التوبة

آیات کریمہ نے عالم اسلام کو چار حصوں پر تقسیم کر دیا ہے [۱] ہجرت اور نصرت کی طرف سبقت کرنے والے [۲] سابقین کا اتباع کرنے والے [۳] دیہات کے منافقین [۴] شہر کے ہوشیار منافقین۔

اس کے بعد ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جن کے اعمال نیک و بد مخلوط تھے اور انہوں نے جنگ تبوک میں شرکت نہیں کی اور پھر توبہ کرنے آئے ان دس افراد میں ابولبابہ بھی تھے جنہوں نے اپنے کو ستون مسجد سے باندھ لیا تھا اور پھر آیت کے نزول کے بعد پیغمبر ﷺ نے آکر انہیں کھولا تو سارا مال لا کر دے دیا کہ اسی نے جہاد سے روکا تھا اور حضور ﷺ نے بحکم خدا قبول بھی کر لیا۔

اس مقام پر ایک لمحۂ فکریہ یہ بھی ہے کہ جنگ تبوک ۹ھ تک مدینے اور اس کے اطراف میں منافقین بھرے ہوئے تھے تو ۱۱ھ میں یہ سب کہاں چلے گئے اور وفات رسول ﷺ کے بعد سارا مدینہ اہل حل و عقد کا شہر کس طرح بن گیا اور سارے بزم نشین عادل کس طرح قرار پا گئے ؟؟؟۔

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللَّـهَ وَرَسُولَهُ مِن قَبْلُ ۚ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ ۖ وَاللَّـهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿١٠٧﴾ سورۃ التوبة

ابو عامر راہب، مدینہ کا ایک نصرانی تھا اس نے روز اول سے اسلام کی مخالفت شروع کر رکھی تھی سرکار ﷺ نے مدینہ میں قدم جمائے تو مکہ بھاگ گیا مکہ فتح ہوا تو طائف چلا گیا طائف کے لوگ اسلام لے آئے تو شام بھاگ گیا اور وہاں سے منافقین کو لکھا کہ تم لوگ مسجد قبا کے پاس ایک مسجد بنا اور اسے اپنا قلعہ قرار دو میں قیصر روم کے یہاں سے فوج لے کر آرہا ہوں لوگوں نے فی الفور شاندار مسجد بنادی اور سرکار ﷺ سے افتتاح کی خواہش کی کہ یہ ہمارے گھروں سے قریب تر ہے اور کمزور لوگوں کے لئے کافی کارآمد ہے آپ نے تبوک کی واپسی تک ملتوی کر دیا اور واپس آکر بحکم خدا اسے منہدم کرادیا۔

واضح رہے کہ ایسے ابو عامر ہر دور میں پیدا ہوتے رہے ہیں اور مسجد ضرار ہر دور میں تعمیر ہوتی رہتی ہے اسلام کے نام پر اسلام کی تباہی کا منصوبہ کفر کا بہت پرانا حربہ ہے افسوس کہ آج کوئی ان حقائق کا بے نقاب کرنے والا نہیں ہے اور نفاق برابر ترقی کر رہا ہے اور اسلام کے نام پر اسلام کو تباہ کیا جارہا ہے خدا نے چاہا تو وارث پیغمبر ﷺ پردۂ غیب سے باہر آکر ان حقائق کو پھر سے بے نقاب کرے گا۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿١١٣﴾ سورۃ التوبۃ

مفسرین نے آیت کے بارے میں تین احتمالات دیئے ہیں [۱] بعض مسلمانوں نے اپنے مشرک بزرگوں کے بارے میں استغفار کی خواہش پیغمبر اسلام (ص) سے کی تو آیت نازل ہوئی کہ یہ جائز نہیں ہے [۲] رسول اکرم ﷺ نے خود اپنی والدہ کے بارے میں استغفار کی اجازت مانگی تو آیت نازل ہوئی [۳] رسول اکرم ﷺ نے جناب ابو طالب علیہ السلام کے بارے میں استغفار کرنا چاہا تو خدا نے منع کر دیا کہ وہ مسلمان نہیں تھے۔

یہ تیسرا قول بہر حال باطل ہے کیونکہ ابو طالب علیہ السلام کا انتقال ہجرت سے تین سال پہلے ہو چکا تھا اور یہ سورہ ۹ھ میں نازل ہوا ہے تو اب تک پیغمبر کا طرز عمل کیا تھا؟؟ یہی حال جناب آمنہ کے بارے میں ہے کہ ان کا انتقال بھی بہت پہلے ہو چکا تھا لہذا آیت درحقیقت تمام مسلمانوں کے تقاضے کے بارے میں ہے اور ابو طالب علیہ السلام کا نام صرف اموی محدثین نے بغض علی علیہ السلام کے انتقام میں شامل کر دیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّـهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴿١١٩﴾ سورۃ التوبۃ

جن صادقین کے ساتھ رہنے کا حکم اہل ایمان و تقویٰ کو دیا گیا ہے وہ صرف زبان اور قول کے صادقین نہیں ہیں بلکہ قول، عمل، وعدے اور کردار ہر اعتبار سے صادقین ہیں تاکہ سارا عالم ایمان و تقویٰ ان کے ساتھ چل سکے اور وہ سب کے قائد قرار پا سکیں۔

سورۃ یونس

اس سورۂ مبارک کو جناب یونسؑ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے کہ اس میں ان کا ذکر خیر کیا گیا ہے مکہ میں نازل ہوا ہے اسی لئے عقائد کا زور زیادہ ہے کہ ابتدائے تبلیغ میں اعمال پر زیادہ زور نہیں دیا جا سکتا یہ اور بات ہے کہ بعض آیات کو مدنی قرار دیا گیا ہے۔

بہر حال ابتدا میں کفار کے اس اعتراض کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ایک انسان پر وحی کس طرح نازل ہو سکتی ہے اور اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ نہ وحی نازل کرنے والے میں کمزوری ہے اور نہ انسان نااہل ہے تو حیرت کی کیا بات ہے۔

وَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ كَأَن لَّمْ يَدْعُنَا إِلَىٰ ضُرٍّ مَّسَّهُ ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٢﴾ سورۃ یونس

انسان ایک عجیب و غریب مزاج کی مخلوق ہے کہ جب حالات سے عاجز آجاتا ہے تو بدترین عذاب کی دعا کرنے لگتا ہے اور مرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے جس طرح کفار نے آسمان سے پتھروں کی بارش کی دعا کر دی اس کے بعد جب عذاب شروع ہوتا ہے تو اس کے دفع ہونے کی دعا کرنے لگتا ہے پھر جب عذاب دفع ہو جاتا ہے تو رب العالمین سے اس طرح منہ پھیر لیتا ہے جیسے اسے پہچانتا ہی نہیں ہے اور اس سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

بندوں کے بارے میں احسان فراموشی تو سمجھ میں آتی ہے کہ انسان یہ سوچ سکتا ہے کہ اب آئندہ اس سے سابقہ نہ پڑے گا جس طرح عام حالات میں ہوتا ہی رہتا ہے لیکن خدا سے تو انسان کسی وقت بھی بے نیاز نہیں ہو سکتا ہے اس کی طرف سے اس طرح کی غفلت علامت ہے کہ بندہ نفسانی اعتبار سے خبیث و ذلیل اور نہایت درجہ رذیل ہے ورنہ رب العالمین کے احسانات کی طرف سے غافل ہونے کا کوئی امکان ہی نہیں ہے۔

وَلَوْ أَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْأَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهِ ۗ وَأَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ ۖ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ ۚ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٥٤﴾ سورۃ یونس

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عذاب الہی سے بچانے کے لئے فدیہ بھی کام آتا ہے اور ندامت اور شرمندگی بھی لیکن ہر چیز کا ایک وقت معین ہے دنیا دار عمل ہے یہیں یہ سارے کام کے لئے تو کام بھی آجائیں گے اس کے بعد قیامت آگئی اور عذاب سامنے آگیا تو کل کائنات کا بھی فدیہ دے دیا جائے تو بھی کام آنے والا نہیں ہے دنیا میں ایک ایک پیسہ کام آتا ہے اور آخرت میں خزانہ بھی کام نہیں آسکتا ہے یہ صاحبان ایمان کے لئے سامان عبرت ہے کہ کفار کی طرح مرنے کا انتظار نہ کریں اور دنیا ہی میں عمل خیر کر لیں خمس، زکوۃ ادا کر دیں کہ آخرت میں فدیہ دینے کی ضرورت نہ پڑے اور توبہ کر لیں تاکہ وہاں شرمندگی اور ندامت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ بَغْيًا وَعَدْوًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ آمَنتُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا الَّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٩٠﴾ سورۃ یونس

فرعون نے بنی اسرائل کا پیچھا کیا بنی اسرائیل کے سامنے دریا آیا تو جناب موسیٰؑ نے عصا مار کے راستہ بنا دیا پھر سب کے الگ الگ راستے بنا دیئے اور درمیان میں پانی میں جالیاں بنا دیں تاکہ سب ایک دوسرے کو دیکھتے رہیں فرعون نے بھی بنایا راستہ دیکھا تو اس پر چل پڑا لیکن جب سارا لشکر

پانی میں آگیا تو قدرت نے غرق کر دیا فرعون نے توبہ شروع کر دیا قدرت نے جواب دیا کہ دوسروں کو گمراہ کرنے کے بعد توبہ قبول نہیں ہوا کرتی البتہ تیرے جسم کو برائے عبرت ضرور باقی رکھا جائے گا۔

اس واقعہ سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ نبی کے بنائے ہوئے راستہ پر چلنا بھی نجات کا سبب نہیں ہوتا ہے جب تک انسان کی نیت صاف نہ ہو ورنہ کوئی انسان نبی کے راستہ پر نبی کے خاتمہ یا ان کے پیغام کی بربادی کی نیت سے چلے گا تو بربادی کے علاوہ کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

بارھویں پارے کا مختصر جائزہ

اس پارے کے ضمن میں سورۂ ہود، یوسف کا ذکر کیا جائے گا۔

۱۱۔ سورہ ھود کا مختصر جائزہ

اس سورت میں موجود حضرت ہود علیہ السلام کی داستان کی وجہ سے اس کا نام ہود رکھا گیا ہے انبیاء کی داستانیں، فساد اور انحراف سے مقابلہ، حق کے سیدھے راستے پر چلنا، وحی، قرآن، اعجاز اور تحدی قرآن، کی حقیقت، علم خدا اور انسان کے تکامل کی خاطر اس کی آزمائش اور امتحان نیز انتخاب احسن اس سورت کے مضامین میں سے ہیں۔

آت نمبر ۱۳ تحدی قرآن، آیت نمبر ۸۶ بقیت اللہ اور آیت نمبر ۱۱۴ تکفیر گناہ کے بارے میں ہے اور اس سورت کی مشہور آیات میں سے ہیں اس کی فضیلت اور تلاوت کے بارے میں آیا ہے کہ جو شخص سورہ ہود کی تلاوت کرے اسے حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لانے والوں یا ان کی تکذیب کرنے والوں نیز حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام، حضرت شعی علیہ السلام ب، حضرت لوط علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسی علیہ السلام کے پیروکاروں اور مخالفین کی تعداد کے برابر ثواب دیا جائے گا۔

مضامین

سورہ ہود کی ابتدائی چار آیتوں کو قرآن مجید کی تمام تعلیمات پر مشتمل قرار دیا گیا ہے جن سے اس سورت میں تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے[1]، سورہ ہود میں انذار اور تبشیر کی صورت میں خدا کی سنتوں اور گذشتہ اقوام من جملہ قوم نوح، قوم عاد اور قوم ثمود وغیرہ کی داستان اور خدا کے فرامین پر عمل پیرا نہ ہونے پر ان کے انجام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے[2] اس کے علاوہ اس سورت میں توحید، نبوت، معاد اور خدا کی طرف سے مؤمنین اور نیکوکاروں کو دیے گئے وعدوں کی توصیف جیسے اہم موضوعات کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔

اس صورت کے اہم مضامین و مفاہیم۔ قصص الانبیاء (نوح، ہود، صالح، لوط، شعیب، ابراہیم، و موسی علیہم السلام)؛ فساد، برائیوں اور انحرافات کے خلاف جدوجہد اور حق کے راستے پر استقامت کے ساتھ گامزن رہنا؛ وحی اور قرآن کی حقانیت نیز قرآن کریم کی شان و شوکت، معجزنمائی اور تحدی کا اثبات؛ خدا کا تمام امور پر علم رکھنا، انسان کے تکامل کے لئے اس کی آزمائش اور امتحان اور انتخاب احسن[3]۔

---

[1] طباطبایی، المیزان، ۱۳۹۰ق، ج۱۰، ص ۱۳۴.
[2] طباطبایی، المیزان، ۱۳۹۰ق، ج۱۰، ص ۱۳۴.
[3] مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، ۱۳۷۱ش، ج۹، ص ۳.

فضیلت اور خواص

سورہ ہود کی تلاوت کے بارے میں پیغمبر اسلام ﷺ سے نقل ہوا ہے کہ جو شخص سورہ ہود کی تلاوت کرے اسے حضرت نوح پر ایمان لانے والوں یا ان کی تکذیب کرنے والوں نیز حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت شعیب، حضرت لوط، حضرت ابراہیم اور حضرت موسی علیہ السلام کے پیرو کاروں اور مخالفین کی تعداد کے برابر ثواب دیا جائے گا[1]۔ اور اس کا شمار قیامت کے دن سعادتمندوں میں ہو گا۔ امام باقر علیہ السلام سے بھی نقل ہوا ہے کہ جو شخص ہر جمعے کو سورہ ہود کی تلاوت کرے، قیامت کے دن وہ پیغمبروں کے ساتھ محشور ہو گا اور اس کے گناہوں کو اس کے سامنے نہیں لایا جائے گا[2]۔ تفسیر برہان میں اس سورت کی تلاوت کے لئے بعض خواص کا تذکرہ ہوا ہے من جملہ ان میں جسمانی طاقت کا اضافہ اور حاجتوں کی بر آوری ہے[3]۔

۱۲۔ سورہ یُوسُف کا مختصر جائزہ

حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعے کو احسن القصص کے عنوان سے بیان کرنے کی وجہ سے اس سورت کا نام «یوسف» رکھا گیا ہے حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ ہی ایسا قصہ ہے جو اول سے آخر تک قرآن مجید کی ایک ہی سورت میں بیان ہوا ہے اور آخر کی چند آیات کے علاوہ باقی تمام آیتیں اسی قصے سے مختص ہیں سورہ یوسف کا ہدف مخلص بندوں پر اللہ کی ولایت اور انہیں مشکل حالات میں عزت کے کمال تک پہنچانا ہے۔

مضامین

سورہ یوسف کی آخری چند آیات کے علاوہ باقی تمام آیات میں حضرت یوسف علیہ السلام کی عبرت آمیز، عفت اور خودداری، تقوی اور ایمان سے سرشار قصہ کو بیان کیا گیا ہے۔

سورہ یوسف کے اصل مضامین۔ اللہ تعالی کی انسان پر ولایت خاص کر مخلص انسانوں پر اللہ کی ولایت کو بیان کرنا ہے، جو اللہ کے لئے اپنا ایمان خالص قرار دے، اللہ تعالی اس کی اچھی تربیت کرتا ہے اور مشکل حالات میں جب اس کی ہلاکت کے ظاہری اسباب فراہم ہوتے ہیں اس وقت اللہ تعالی اسے عزت کی بلندیوں تک پہنچا دیتا ہے[4]۔

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۵، ص۲۳۹.

[2] صدوق، ثواب الاعمال، ۱۴۰۶ق، ص۱۰۶.

[3] بحرانی، تفسیر البرہان، ۱۴۱۵ق، ج۳، ص۱۷.

[4] طباطبایی، المیزان، ۱۳۹۰ق، ج۱۱، ص ۷۳.

فضیلت اور خواص

شیخ صدوق نے امام صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔ جو بھی سورہ یوسف کو ہر دن یا ہر رات پڑھے، اللہ تعالی قیامت میں اسے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح حسین محشور کرے گا اور اس دن کسی قسم کا خوف نہیں ہو گا اور اللہ کے نیک اور منتخب بندوں میں شمار ہو گا[1]۔ مجمع البیان میں بھی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سے ایک روایت نقل ہے کہ جو بھی سورہ یوسف کی تلاوت کرے اور اپنے گھر والوں اور غلاموں کو سکھائے، اللہ تعالی اس کی موت میں آسانی کرے گا اور اسے ایسی طاقت عطا کرے گا کہ کسی مسلمان سے حسد نہ کرے گا[2]۔

بارھویں پارے کے چیدہ نکات

وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۚ كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ﴿٦﴾ سورۃ ھود

لفظ دابہ، دبیب یعنی حرکت سے نکلا ہے جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ رزق کی ضمانت حاصل کرنے کے لئے بھی حرکت کی ضرورت ہے چاہے وہ فطری اور طبیعی ہی کیوں نہ ہو۔

بعض حضرات نے مستقر سے دنیا کا ٹھکانا اور مستودع سے مرنے کے بعد سونپے جانے کی جگہ کو مراد لیا ہے اور بعض نے مستقر دنیا کا ٹھکانا اور مستودع دنیا میں آنے سے پہلے رحم مادر کو مراد لیا ہے جہاں انسان عارضی طور پر رہتا ہے اور یہی زیادہ مناسب بھی ہے اس لئے کہ تذکرہ رزق کا ہے اور رزق مرنے کے بعد قبر میں نہیں دیا جاتا ہے اور یہ رزق رحم مادر میں بھی ملتا ہے اور دنیا میں مخلوقات کے ٹھکانے پر بھی ملتا رہتا ہے۔

واضح رہے کہ رزق کی ضمانت کے معنی یہ ہرگز نہیں ہیں کہ انسان کام کرنا اور محنت کرنا ترک کر دے۔

محنت بہر حال ایک فریضہ ہے جس سے غافل نہ ہونا چاہیے۔ رزق کی ضمانت اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ محنت ضائع نہ ہو گی اور

اسی لئے شہدائے راہِ خدا سے مرنے کے بعد رزق کا وعدہ کیا گیا ہے کہ شہادت بے اثر اور بے فیض نہیں ہو سکتی ہے۔

مَن كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ﴿١٥﴾ سورۃ ھود

دنیا دار اسباب ہے۔ یہاں ہر کام اسباب کے تحت انجام پاتا ہے اور جو بھی ان اسباب کو اختیار کرے گا وہ نتائج ضرور حاصل کرلے گا لہٰذا اگر کسی نے دنیاداری کے اسباب فراہم کئے تو وہ نعمت خدا یہاں حاصل کرلے گا اور اگر کسی نے عمل آخرت انجام دیا تو وہ آخرت میں اپنا اجر حاصل کرے گا۔

---

[1] صدوق، ثواب الاعمال، ۱۴۰۶ق، ص ۱۰۶.

[2] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۵، ص ۳۱۵.

خدا قانون اسباب کی بنا پر کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا ہے۔ علاوہ اس کے کہ کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے جہاں تنبیہ کے لئے دنیا میں سزا دینا پڑ جائے تو وہاں بھی اسباب ہی اپنا کام کرتے ہیں اور بربادی کا سبب ہی بربادی پیدا کرتا ہے۔

وَيَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ ۚ وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الَّذِينَ آمَنُوا ۚ إِنَّهُم مُّلَاقُو رَبِّهِمْ وَلَٰكِنِّي أَرَاكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ ﴿٢٩﴾ سورۃ ھود

یہ اشارہ ہے کہ مخلص تبلیغ کرنے والوں کی نگاہیں مال دنیا پر نہیں ہوتی ہیں اور دین کے نام پر کھانے کمانے والے دین کے مخلص نہیں ہوتے ہیں۔

وَنَادَىٰ نُوحٌ ابْنَهُ وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ يَا بُنَيَّ ارْكَب مَّعَنَا وَلَا تَكُن مَّعَ الْكَافِرِينَ ﴿٤٢﴾ سورۃ ھود

ایک مبلغ کا صحیح فریضہ یہی ہے کہ کسی آن بھی اپنے کلام کی تاثیر سے مایوس نہ ہو اور برابر ہدایت قوم پر لگا رہے۔ حد یہ ہے کہ اگر جناب نوح کی طرح یقین بھی ہو جائے کہ اثر نہ ہوگا تو بھی وجوب تو ساقط ہو جائے گا لیکن حسن ظن بہر حال برقرار رہے گا اور کام کو جاری رکھنا چاہئے۔ یہ واقعہ ہر باپ کے لئے ایک سبق ہے کہ آخر تک بیٹے کی ہدایت کرتے رہنا چاہئے اور پھر سامان تسکین بھی ہے کہ اگر بیٹا ڈوب بھی جائے تو باپ اپنے کو قصوروار نہ سمجھے کہ نوحؑ جیسے پیغمبر کا بیٹا بھی غرق ہو چکا ہے اور یہی حال بیوی کا بھی ہے کہ ہدایت کرنا اپنا فرض ہے پھر اس کے بعد بچنایا ڈوبنا اس کا اپنا عمل ہے۔

قَالَ يَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ ۖ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْأَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۖ إِنِّي أَعِظُكَ أَن تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴿٤٦﴾ سورۃ ھود

آیت نے صاف واضح کر دیا ہے کہ نبی کے اہل میں نسب سے شمول نہیں ہوتا ہے اس کے لئے عمل صالح درکار ہوتا ہے اور عمل صالح نہ ہو تو ابولہب بھی خارج ہو جاتا ہے اور عمل صالح ہو تو سلمانؓ بھی داخل ہو جاتے ہیں۔ صرف نسب سیادت پر ناز کرنے والے اس نکتہ پر خصوصیت کے ساتھ توجہ دیں۔

وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا مُفْتَرُونَ ﴿٥٠﴾ سورۃ ھود

جناب ہود علیہ السلام قوم عاد ہی کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور آپ نے سب سے پہلے عربی زبان میں کلام کیا تھا اور آپ کی قبر نجف اشرف میں ہے، آپ نے اس بات کو واضح کر دیا تھا کہ گناہ معاشرہ کی تباہی کا سبب ہوتا ہے اور اس سے بچانے کا کوئی ذریعہ استغفار کے علاوہ نہیں ہے۔

وَيَا قَوْمِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَىٰ قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ ﴿٥٢﴾ سورۃ ھود

یہ آیت دلیل ہے کہ استغفار کا اثر صرف آخرت میں نہیں ہوتا ہے بلکہ دنیا میں بھی ہوتا ہے جیسا کہ امام حسنؑ نے ایک لاولد کو سات مرتبہ روزانہ استغفار کرنے کی تعلیم دی تھی اور وہ صاحب اولاد ہو گیا تھا اور پھر فرمایا تھا کہ میں نے یہ اس آیت کریمہ سے استنباط کیا ہے۔

وَيَا قَوْمِ هَـٰذِهِ نَاقَةُ اللَّـهِ لَكُمْ آيَةً فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّـهِ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيبٌ ﴿٦٤﴾
سورۃھود

ناقہ،ناقۃ اللہ اور زمین ارض اللہ ہے مگر ظالموں سے یہ بھی گوارا نہ ہوا کہ جس زمین کی ساری نعمتوں پر اپنا قبضہ ہے اس کے چند دانے اللہ کی طرف منسوب ناقہ بھی کھالے اور یہ برتاؤ اللہ والوں کے ساتھ ہر دور میں ہوتا رہا ہے کہ اہل دنیا نے ان کی زندگی اور ان کا کھانا پینا بھی برداشت نہیں کیا اور ہمیشہ ان کی ہلاکت کے درپے رہے۔ اس کے بعد بھی اگر عذاب نہیں آیا تو صرف مصلحت پروردگار ہے اور اسی کی طرف اشارہ کرکے امام حسینؑ نے اپنے شیر خوار بچے کے بارے میں فرمایا تھا کہ گواہ رہنا میرا بچہ ناقہ صالح سے کم نہیں ہے... اور میں نے بہت بڑی قربانی دی ہے۔

وَيَا قَوْمِ أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٨٥﴾سورۃھود

جناب شعیبؑ کا یہ پیغام اس بات کی علامت ہے کہ دین خدا صرف دین عبادت نہیں ہوتا بلکہ اس کا تعلق عبادات اور سیاسیات سے یکساں طور پر ہوتا ہے اور نبی خدا بھی صرف چند عبادات کا ذمہ دار نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کی نگاہ مسجد ہی کی طرح بازار پر بھی ہوتی ہے اور وہ سماج میں عدل و انصاف کے قیام کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

جناب شعیب نے یہ بھی واضح کر دیا کہ بے ایمانی کے ذریعہ دولت کمانے کا طریقہ بظاہر اچھا معلوم ہوتا ہے اور انسان اسے بھی برکت کا ذرایعہ سمجھتا ہے لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے بلکہ جو خدا کا ذخیرہ ہے خیر اور بھلائی اسی میں ہے اور صاحبان ایمان اپنا خیر اسی میں تلاش کرتے ہیں۔

بَقِيَّتُ اللَّـهِ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۚ وَمَا أَنَا عَلَيْكُم بِحَفِيظٍ ﴿٨٦﴾سورۃھود

بقیت اللہ۔ ہر وہ شے ہے جسے خدا نے کسی خاص موقع کے لئے بچا کر رکھا ہو اور اسی لئے روایات میں امام عصر کو بقیۃاللہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے کہ پروردگار عالم نے انھیں آخری انقلاب اور زمانہ کی واقعی اصلاح کے لئے بچا کر رکھا ہے جیسا کہ ابن صباغ مالکی نے فصول مہمہ میں نقل کیا ہے۔

قَالُوا يَا شُعَيْبُ أَصَلَاتُكَ تَأْمُرُكَ أَن نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَن نَّفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ ۖ إِنَّكَ لَأَنتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ ﴿٨٧﴾
سورۃھود

یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ دور قدیم سے آج تک بے ایمان لوگ جب دین کا استہزاء کرنا چاہتے ہیں تو انہیں سارے احکام دین میں ایک نماز ہی ملتی ہے جس کا مذاق اڑاتے ہیں۔

قوم شعیب نے یہی طریقہ اختیار کیا تھا کہ کیا نماز ہمیں بزرگوں کے راستے سے ہٹانا چاہتی ہے اور ہمارے کاروبار پر پابندی عائد کرنا چاہتی ہے۔ قدرت نے بھی آخری مرحلہ پر تنہیٰ عن الفحشاء والمنکر کہہ کر واضح کر دیا کہ نماز ہی ہر برائی سے روکنے والی ہے اور اسی پر سارے خیر کا دارو مدار ہے۔

قَالُوا يَا أَبَانَا إِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوسُفَ عِندَ مَتَاعِنَا فَأَكَلَهُ الذِّئْبُ ۖ وَمَا أَنتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِينَ ﴿١٧﴾ سورة يوسف

امیر المومنین علیہ السلام نے کس قدر سچ فرمایا ہے کہ جھوٹے کی سب سے بڑی سزا یہ ہے کہ لوگ اس کے سچ کا بھی اعتبار نہیں کرتے ہیں۔

❁❁❁❁❁

تیرھویں پارے کا مختصر جائزہ

اس پارے کے ضمن میں سورۂ الرعد اور سورہ ابراہیم کا ذکر کیا جائے گا۔

۱۳۔ سورہ رعد کا مختصر جائزہ

سورہ رعد قرآن کی تیرہویں اور مدنی سورتوں میں سے ہے جو تیرہویں پارے میں واقع ہے "رعد" بادل کی گرج کو کہا جاتا ہے یہ نام اس سورت کی تیرہویں آیت سے لیا گیا ہے اس سورت میں خدا کی توحید اور قدرت، قرآن کی حقانیت، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ کی نبوت، رسالت، قیامت کے حالات اور بہشت و جہنم کے بارے میں گفتگو ہوتی ہے۔

آیت نمبر ۲۸ اس سورت کی مشہور آیات میں سے ہے جس میں خدا کی یاد کو دلوں کا سکون قرار دیا گیا ہے اسی طرح آیت نمبر ۴۳ میں "من عندہ علم الکتاب" کے بارے میں بعض مفسرین کا بیان ہے کہ اس سے مراد امام علی علیہ السلام ہیں، نقل ہوا ہے کہ جو شخص سورہ رعد کی تلاوت کرے گا خدا ماضی، حال اور مستقبل میں موجود بادلوں کے دس گنا حسنہ اس شخص کو عطا کرے گا۔

مضامین

اس سورت کے اصل مضامین میں توحید، معاد (قیامت) اور وحی جیسے بنیادی مسائل شامل ہیں جبکہ اس کے فرعی موضوعات میں کائنات کے عجائبات اور نفس انسانی جیسے مسائل پر گفتگو کرتے ہوئے انسان کو گذشتہ اقوام کے حالات و واقعات اور خدا کی سنتوں میں غور و فکر کرنے کی دعوت ہے[1]، اس سورت کا اصل مقصد قرآن کی حقانیت اور اسے پیغمبر اکرم علیہ السلام کی رسالت پر معجزہ ہونے کو بیان کرنا ہے[2]۔

فضیلت اور خواص

اُبَیّ بن کَعب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سے نقل کرتے ہیں۔ جو شخص سورہ رعد کی تلاوت کرے خدا اسے ماضی، حال اور مستقبل میں موجود بادلوں کا دس گنا ثواب عطا کرے گا اور قیامت کے دن اس شخص کا شمار خدا کے عہد و پیمان پر عمل کرنے والوں میں ہوگا[3]۔ اسی طرح امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ "جو شخص سورہ رعد کی زیادہ تلاوت کرے خدا اسے دنیا میں آسمانی بجلی کی ذریعے موت نہیں دے گا اگرچہ وہ شخص اہل بیت علیہم السلام کے دشمنوں میں سے کیوں نہ ہو لیکن قاری اگر شیعہ ہو تو خدا اسے حساب و کتاب کی پریشانی کے بغیر بہشت میں داخل کرے گا اور اپنے خاندان اور جاننے والے ایمانی برادران کے حق میں اس کی شفاعت بھی قبول کی جائے گی[4]۔

---

[1] دانشنامہ قرآن و قرآن پژوہی، ج ۲، ص ۱۲۴۰۔

[2] طباطبایی، المیزان، ج ۱۱، ص ۳۸۷۔

[3] طبرسی، مجمع البیان، ج ۶، ص ۴۱۹؛ محدث نوری، مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۴۳۔

[4] صدوق، ثواب الاعمال و عقاب الاعمال، ص ۱۰۷

۱۴۔ سورہ ابراھیم کا مختصر جائزہ

سورہ ابراہیم، قرآن کی چودھویں اور مکی سورت ہے یہ سورت تیرھویں پارے میں ہے اس سورت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسم، داستان اور دعاؤں کا ذکر ہے اور اسی سبب اسے ابراہیم کا نام دیا گیا ہے، سورہ ابراہیم کا اصلی موضوع توحید، قیامت کی توصیف، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی داستان اور آپ کے ہاتھوں کعبہ کی تعمیر ہے اس سورت میں اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام، قوم بنی اسرائیل، حضرت نوح علیہ السلام، قوم عاد اور ثمود کی داستانیں بھی ذکر کی گئی ہیں سورہ ابراہیم کی ساتویں آیت اس سورت کی ایک مشہور آیت ہے کہ جس کی رو سے خدا کی نعمتوں کا شکر، ان میں اضافے اور ناشکری، عذاب الٰہی کی موجب ہے روایات میں آیا ہے کہ اگر کوئی شخص سورہ ابراہیم اور حجر کو بروز جمعہ نماز کی پہلی دو رکعتوں میں پڑھے گا تو وہ غربت، پاگل پن اور مصیبت سے محفوظ رہے گا۔

مضامین

سورہ ابراہیم کا بنیادی موضوع، توحید، قیامت اور حساب و جزا کی توصیف، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی داستان اور آپ علیہ السلام کے ہاتھوں کعبہ کی تعمیر ہے اس سورت میں آیا ہے کہ اسلام وہی دین حنیف ہے جو ابراہیم علیہ السلام کا تھا دوسرے موضوعات کہ جو اس سورت میں پیش کیے گئے ہیں؛ یہ ہیں۔ تمام آسمانی ادیان کی وحدت، خدا کی نعمتوں کا شمار، شکر نعمت کا ثمر، ناشکری کی سزا، اہل شکر کا اجر اور منکرین کا انجام اس سورت کی بعض آیات میں وارد ہوا ہے کہ قیامت کے دن شیطان لوگوں سے کہے گا کہ مجھے سرزنش مت کرو کیونکہ تم خود اہل ستم اور قابل مذمت ہو۔

فضیلت اور خواص

روایات میں سورہ ابراہیم کی تلاوت کے کچھ فضائل نقل ہوئے ہیں؛ منجملہ یہ کہ جو شخص بروز جمعہ سورہ ابراہیم اور حجر نماز کی پہلی دو رکعتوں میں پڑھے گا وہ غربت اور پاگل پن سے محفوظ رہے گا[1]۔

تیرھویں پارے کے چیدہ نکات

واضح رہے کہ قصہَ حضرت یوسف علیہ السلام کوئی داستان حسن و عشق نہیں ہے جیسا کہ بعض سادہ لوح افراد کا خیال ہے کہ اسے قرآن میں ہونا ہی نہیں چاہیے تھا اور یہ قرآن کی عظمت اور اس کے تقدس کے خلاف ہے۔ یہ عبرت خیز واقعہ ہے جس میں نمایاں طور پر حسب ذیل نکات پائے ہیں۔ (۱) انسان کو دین و مذہب کے مقابلہ میں کسی خواہش کی طرف نہیں جھکنا چاہئے۔ (۲) حق و صداقت اور تقوی کی راہ میں کسی بھی مصیبت کی کوئی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔ (۳) مصائب کتنے ہی شدید کیوں نہ ہو جائیں رحمت خدا سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ (۳) سخت ترین حالات میں بھی ظالموں کی خوشامد نہیں کرنی چاہئے۔ (۵) مجرم شرمندہ ہو جائے تو اسے معاف کر دینا چاہئے اور اپنا احسان نہیں جتانا چاہئے وغیرہ۔

---

[1] شیخ صدوق، ثواب الاعمال، ۱۳۸۲ شمسی، ص ۲۴۳۔

وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي ۚ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي ۚ إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٥٣﴾ سورة یوسف

انسان کتنا ہی بلند کردار کیوں نہ ہو جائے اسے یہ احساس رہنا چاہیے کہ یہ بلند کرداری رحمت پروردگار کا نتیجہ ہے۔

قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ ۖ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ ﴿٥٥﴾ سورة یوسف

یہ علامت ہے کہ انسان بوقت ضرورت اپنی تعریف آپ کر سکتا ہے، جناب یوسف نے یہ بھی کر دیا کہ حقوق بشر کے تحفظ کے لئے سب سے بڑا اہم عہدہ وزارت مالیات کا ہے، خصوصیت کے ساتھ قحط کے زمانے میں کہ اس دور میں حقوق کی بربادی کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے۔ جناب یوسفؑ کے الفاظ نے وزارت مالیات کو وزارت خزانہ کا نام دے دیا تھا جو آج تک دنیا میں رائج ہے۔

يَا بَنِيَّ اذْهَبُوا فَتَحَسَّسُوا مِن يُوسُفَ وَأَخِيهِ وَلَا تَيْأَسُوا مِن رَّوْحِ اللَّهِ ۖ إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِن رَّوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ ﴿٨٧﴾ سورة یوسف

جناب یعقوب علیہ السلام کی نبوی تعلیمات میں سے ایک تعلیم یہ بھی ہے کہ انسان نہ تنہا رحمت خدا پر بھروسہ کر کے کام ترک کر دے اور نہ تنہا کام پر بھروسہ کر کے رحمت خدا سے مایوس ہو جائے بلکہ رحمت کا آسرا بھی رکھے اور محنت و مشقت بھی جاری رکھے اور اسی لئے آپ نے فرمایا کہ یوسفؑ کو تلاش بھی کرو اور رحمت خدا سے مایوس بھی نہ ہو کہ یہی شان مسلمان اور صاحب ایمان ہے۔

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجَاةٍ فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ ﴿٨٨﴾ سورة یوسف

ظلم کا انجام کتنا برا ہوتا ہے اور ظالم کو دنیا میں کن حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس کی عبرت کا مرقع برادران یوسفؑ کی حالت ہے کہ کس طرح یوسف علیہ السلام کے سامنے فریاد کر رہے تھے، کیا کوئی تصور کر سکتا ہے کہ کل جن لوگوں نے نہایت غرور کے ساتھ کنویں میں ڈالا تھا وہ آج اس طرح گڑ گڑا کر صدقہ خیرات کا مطالبہ کریں گے لیکن قدرت کا انتقام بڑا شدید ہوتا ہے، یہ اور بات ہے کہ وہ ارحم الراحمین بھی ہے اور اعتراف گناہ پر معاف بھی کر دیتا ہے۔

قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۖ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿٩٢﴾ سورة یوسف

کوئی پیغمبر سا کلیجہ کہاں سے لے کر آئے گا کہ کل جناب یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کو انتہائی فراخدلی سے معاف کر دیا تھا اور فتح مکہ کے موقع پر سرکار دوعالم (ص) نے فرمایا تھا کہ تم لوگ مجھ سے کیا توقع رکھتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا کہ آپ ایک بردار کریم اور فرزند برادر کریم ہیں فرمایا

اچھا جاؤ تم سب آزاد کئے جاتے ہو۔ اب تم سے کوئی محاسبہ نہیں کیا جائے گا۔ جیسے میرے بھائی یوسفؑ نے کہا تھا کہ۔ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ-------!

وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا---------سورۃ یوسف

واضح رہے کہ جناب یوسف کے سامنے جناب یعقوبؑ اور بھائیوں کا سجدہ صرف رب العالمین کا سجدۂ شکر تھا اور یوسف ایک قبلے کی حیثیت رکھتے تھے جس کے ذریعہ ان کے احترام کا اظہار کیا جارہا تھا اور اسی اعتبار سے اسے سجدۂ تعظیمی کہا جاتا ہے ورنہ غیر خدا کو سجدہ کرنا بہر حال حرام ہے اور شرک عبادت کی حیثیت رکھتا ہے۔

-----إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٤﴾ سورۃ الرعد

ایک زمین میں مختلف قسم کے نباتات اور ایک دریا میں مختلف قسم کی مچھلیاں اس بات کی علامت ہیں کہ مخلوقات کے پیچھے کوئی ایک مدبر اور صاحب حکمت طاقت ہے جو اس انداز سے کائنات کو چلا رہی ہے ورنہ حالات کی وحدت میں مخلوقات کا یہ تنوع ناممکن ہے۔

يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۖ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ ۚ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ﴿٢٧﴾ سورۃ ابراھیم

صاحبان ایمان سے مراد قول و عمل اور گفتار و کردار دونوں کے مومن ہیں صرف چند کلماتِ خیر کو زبان پر جاری کرنے والے افراد کو حقیقی صاحب ایمان نہیں کہا جا سکتا ہے۔ دور حاضر میں جو لوگ کلمہ خبیثہ اور شجر خبیثہ کی مکمل حمایت کر رہے ہیں اور عام انسانیت کو ایٹمی اور کیمیاوی اسلحوں سے تباہ کرنے کے منصوبے بنانے والوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا رہے ہیں انہیں کسی قیمت پر صاحب ایمان نہیں کہا جا سکتا ہے ان کا انجام ان کافروں سے بھی بدتر ہوگا جو کھل کر اپنے کفر کا اعلان کرتے ہیں اور اسلام و ایمان کو بدنام نہیں کرتے ہیں۔

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِن ذُرِّيَّتِي ۚ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ ﴿٤٠﴾ سورۃ ابراھیم

جناب ابراہیم علیہ السلام نے ذریت کے لئے امامت اور اقامہ صلوٰۃ دونوں کی دعا کی ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ نگاہِ خلیل میں نماز اور امامت میں انتہائی گہرا ربط پایا جاتا ہے اور دونوں ایسے عظیم شرف ہیں جن کے لئے خلیل تمنا اور دعا کرتا ہے۔ کیا کہنا اس بندہ کا جو اس منزل پر کمال کردار کا مظاہرہ کر سکے۔۔۔۔ اشھد انك قد اقمت الصلوۃ اور یہ فقرہ امام ہی سے کہا جاتا ہے۔

❁❁❁❁❁

چودھویں پارے کا مختصر جائزہ

اس پارے کے ضمن میں سورۂ الحجر اور سورہ النحل کا ذکر کیا جائے گا۔

۱۵۔سورہ حِجر کا مختصر جائزہ

سورہ حِجر قرآن کی پندرھویں سورت ہے جو ۱۴ویں پارے میں واقع ہے اسے مکی سورتوں میں شمار کرتے ہیں اس سورے کی وجہ تسمیہ سورے کی آیات ۸۰ تا ۸۴ میں مذکور داستان قوم حضرت صالح علیہ السلام یعنی قوم ثمود میں حجر نام کے علاقے اور اصحاب حجر کا ذکر ہوا ہے خدا پر ایمان لانا، کائنات، علامات معاد، بدکرداروں کا انجام اور قرآن کی اہمیت اور عظمت اس سورت کے مضامین ہیں نیز داستان خلقت حضرت آدم علیہ السلام، ابلیس کے سوا سجدہ ملائکہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حضور ملائکہ آنا اور انہیں بشارت دینا نیز عذاب قوم لوط اور داستان قوم ثمود کی طرف اشارہ بھی کیا گیا ہے۔

اس سورت کی مشہور آیات میں سے نویں (۹) آیت ہے جس میں خداوند کریم نزول ذکر (قرآن) اور اس کی حفاظت کی تاکید کرتا ہے۔بہت سے مفسرین اس آیت کو عدم تحریف قرآن کی دلیل سمجھتے ہیں اس سورت کی تلاوت کرنے والے کو خدا مہاجرین و انصار کی تعداد کے برابر اجر عطا کرے گا۔

مضامین

اس سورت کے مضامین کا خلاصہ۔عالم ہستی اور خلقت میں فکر کرنے کے ذریعے خدا پر ایمان لانے سے متعلق آیات؛معاد اور بدکرداروں کی سزا سے متعلق آیات؛قرآن کی خصوصیات، اہمیت اور عظمت سے متعلق آیات؛مختلف قصص کا بیان جیسے داستان خلقت حضرت آدم، ابلیس کے علاوہ سجدہ ملائکہ، حضرت ابراہیم کے پاس فرشتوں کا آنا اور انہیں بشارت دینا، عذاب قوم لوط اور داستان قوم ثمود؛انذار، بشارت و تہدید و تشویق کے ساتھ مؤثر وعظ و نصیحت؛مکہ کے خطرناک حالات میں مخالفین کے سخت اقدامات کے مقابلے میں رسول خدا کو جرأت اور بہادری سے مقابلہ کی نصیحت اور ان کی دلجوئی۔

فضیلت اور خواص

مروی ہے کہ اگر کوئی سورہ حجر قرائت کرے گا تو خداوند مہاجرین، انصار اور رسول سے مسخرہ کرنے والوں کی تعداد کے دس برابر اجر و حسنات عطا

کرے گا[1]۔ بعض تفاسیر میں اس کے خواص ذکر ہوئے ہیں ان میں سے یہ ہے کہ اگر کوئی اسے لکھ کر اپنے پاس رکھے گا تو اس کے رزق میں وسعت پیدا ہو گی[2]۔

۱۶۔سورہ نحل کا مختصر جائزہ

اس سورت کو نحل اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں نحل (شہد کی مکھی) اور اس پر خدا کے الہام کی طرف اشارہ ہے خدا کی نعمتوں کا ذکر، معاد اور توحید کے دلائل اور عظمت خدا کی طرف اشارہ اس سورت میں پیش کردہ دیگر موضوعات ہیں سورہ نحل عدل، احسان، ہجرت اور جہاد کی تلقین کرتی ہے اور ظلم و ستم اور عہد شکنی سے منع کرتی ہے شراب، مردار، خنزیر اور خون کی حرمت، اس سورت میں پیش کردہ دیگر عملی احکام ہیں پیغمبر ﷺ سے روایت ہے کہ جو شخص سورہ نحل کی تلاوت کرے گا، خداوند عالم اس سے دنیا میں عطا کردہ نعمتوں کا حساب نہیں کرے گا اسی طرح ابلیس اور اس کے لشکر سے امان کو اس سورت کی تلاوت کے خواص میں سے بیان کیا گیا ہے۔

مضامین

سورہ نحل کے مضمون کو ان موارد میں خلاصہ کیا جا سکتا ہے۔ سورہ نحل کے بیشتر اقتباسات میں خدا کی نعمتوں کے بارے میں بحث کی گئی ہے ان نعمتوں میں بارش، سورج کی روشنی، طرح طرح کی سبزیوں، پھلوں، کھانے پینے کی اشیا اور چوپائے شامل ہیں؛ توحید اور عظمت خدا کے دلائل کا بیان، قیامت کا تذکرہ مشرکین و مجرمین کو انتباہ؛ مختلف احکام از قبیل عدل و احسان، ہجرت و جہاد، فحشا و منکر، ظلم و ستم اور عہد شکنی کی ممانعت اسی طرح نعمتوں کے شکرانے کی دعوت دی گئی ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعارف ایک شکر گزار بندے کے طور پر پیش کیا گیا ہے؛ مشرکین کی بدعتوں کا ذکر اور انسان کو شیطان کے وسوسوں سے خبردار کرنا۔

فضیلت اور خواص

پیغمبر ﷺ سے منقول ہے کہ جو شخص بھی اس سورت کی تلاوت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے دنیا میں عطا کردہ نعمتوں کا حساب نہیں لے گا اور اس کی جزا اس شخص کے برابر ہے کہ جو مر جائے اور ایک اچھی وصیت چھوڑ جائے اور اگر اسی دن اس کی موت واقع ہو جائے کہ جس دن اس نے اس سورت کی تلاوت کی تھی تو اس کی جزا اس شخص کی مانند ہے کہ جو اچھی اور پسندیدہ وصیت چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوا ہو[3]۔ امام باقر علیہ السلام سے بھی روایت ہے کہ جو شخص سورہ نحل کی ہر مہینے تلاوت کرے تو اسے دنیا میں نقصان نہیں ہو گا اور ستر قسم کی بلائیں (کہ جن میں سے سادہ ترین

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۶، ص۵۰۱ کفعمی، المصباح، ۱۴۰۵ق، ص۴۴۱۔
[2] بحرانی، البرہان، ۱۴۱۵ق، ج۳، ص۳۲۹۔
[3] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۳ش، ج۶، ص۵۳۵۔

جنون، جذام اور برص ہیں) اس سے دور ہوں گی، اس کی جگہ بہشت عدن میں ہے کہ جو جنتی باغات کے وسط میں ہے[1]۔ طبرسی نے مکارم الاخلاق میں اس سورت کی تلاوت کے بدلے ابلیس، اس کے لشکر اور پیروکاروں سے امان جیسے خواص کو ذکر کیا ہے[2]۔

چودھویں پارے کے چیدہ نکات

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴿٩﴾ سورۃ الحجر

رب العالمین کی طرف سے عظمت قرآن کا اعلان ہے کہ اسے ہم نے ہی نازل کیا ہے اور اس میں کسی بندے کا ایک حرف یا ایک آیت کے برابر حصہ نہیں ہے اور پھر ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں کہ اس میں باطل کی آمیزش یا اس کی تباہی و بربادی کا کوئی امکان نہیں ہے یہ واضح اعلان ہے کہ قرآن میں کسی طرح کی تحریف ممکن نہیں ہے نہ اس میں کوئی آیت کم ہو سکتی ہے اور نہ زیادہ اس کی ترتیب بھی وحی الہی کے مطابق ہے اگرچہ تنزیل کے مطابق نہیں ہے کہ تنزیل حالات کے اعتبار سے ہوئی ہے اور ترتیب مقصد اور مضامین کے اعتبار سے ہوئی ہے جس طرح کہ انسان مکان کی تعمیر کے سارے سامان مختلف اوقات میں جمع کرتا ہے اور اس کے بعد تعمیر عمارت کے سلیقہ ہی سے کرتا ہے خریداری کی ترتیب سے نہیں واضح رہے کہ تحریف قرآن کی اکثر روایت احمد بن محمد بن سیاری سے نقل ہوئی ہیں اور یہ شخص فاسد المذہب تھا لہذا اس کا اعتبار نہیں ہے امیر المومنین علیہ السلام کے جمع کردہ قرآن میں ناسخ و منسوخ، شان نزول اور تشریح و تفسیر کا اضافہ تھا؛ آیات کا کوئی اضافہ نہیں تھا اور نہ اس کا تحریف سے کوئی تعلق ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ﴿٢٦﴾ سورۃ الحجر

صلصال۔ خشک مٹی جو پکائی نہ گئی ہو حماء۔ وہ مٹی جو سیاہی مائل ہو جائے مسنون۔ وہ مٹی جو نرمی کی بناء پر مختلف شکلوں میں تبدیل کی جا سکے انسان کا کالی مٹی سے بننا اور پھر اس میں روح الہی کا پھونکا جانا اس کے نزول صعود کی بہترین علامت ہے کہ روح خدا سے رابطہ اسے اشرف مخلوقات بنا سکتا ہے اور اس سے قطع تعلق اسے پھر کیچڑ سے ملا سکتا ہے۔

قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا لَكَ أَلَّا تَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ ﴿٣٢﴾ سورۃ الحجر

ابلیس کی ماہیت اور حقیقت کے بارے میں بحث ایک غیر ضروری موضوع ہے اتنا بہرحال ثابت ہے کہ اس کی گمراہی کا ایک راز عنصریت اور مادیت کا مسئلہ تھا کہ اس نے آدم کی معنویت اور منزلت کے بجائے ان کی مادی حیثیت پر نگاہ کی اور اسے اپنی شیطنت کا ایک ذریعہ بنا لیا جس کا

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۳ش، ج۶، ص۵۳۵۔
[2] طبرسی، مکارم الاخلاق، ۱۳۷۷ش، ص۳۶۴۔

مطلب یہ ہے کہ صرف ہڈی اور گوشت پر نگاہ رکھنے والوں کو چاہئے کہ معنویت اور نسبت پر توجہ دیں اور قومی اور عنصری تصورات سے ذہن کو بالاتر بنائے رکھیں تاکہ شیطنت سے محفوظ رہیں۔

قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٣٩﴾ سورۃ الحجر

شیطان کی ایک شیطنت یہ بھی ہے کہ اس نے اپنی گمراہی کو خدا کی طرف منسوب کر دیا ہے جو علامت ہے کہ عقیدۂ جبر انسانی اور ایمانی ذہن کی پیداوار نہیں ہے بلکہ یہ صرف ایک شیطانی وسوسہ ہے اور بس!

نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٤٩﴾ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ ﴿٥٠﴾ سورۃ الحجر

یہ کرم پروردگار ہے کہ رحمت کو اپنی طرف منسوب کیا ہے اور تاکید کے ساتھ منسوب کیا ہے اور عذاب کے موقع پر اپناذکر کرنے کے بجائے براہ راست عذاب کو دردناک کہہ دیا گیا ہے نیز یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ متقین کے لئے آٹھ نعمتوں کا تذکرہ کرنے کے بعد اس امر کی طرف اشارہ کر دیا گیا کہ گناہ گار بھی یکسر محروم نہیں رہیں گے بلکہ ان کے حق میں مغفرت کا بھی امکان پایا جاتا ہے اور اس کی بشارت بھی دی گئی ہے۔

قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ ﴿٥٨﴾ إِلَّا آلَ لُوطٍ إِنَّا لَمُنَجُّوهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٥٩﴾ إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَا ۙ إِنَّهَا لَمِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٦٠﴾ سورۃ الحجر

آل لوط کی نجات کے وعدہ کے ساتھ زوجہ کی ہلاکت کی خبر علامت ہے کہ زوجہ شرف کے اعتبار سے آل میں شمار نہیں ہوتی ہے اور نبی کی زوجیت عذاب سے بچانے کی ضمانت بھی نہیں ہے عذاب صرف ایمان اور کردار سے دور ہو سکتا ہے زوجیت اور رشتہ سے نہیں۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِينَ ﴿٧٥﴾ سورۃ الحجر

قوم لوط پر اتنے سخت عذاب کا نازل ہونا اور اس تذکرہ کا قرآن حکیم میں محفوظ ہو جانا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ جس قوم نے بھی اس عمل بد کو اختیار کیا ہے اس کا انجام قوم لوط ہوا ہے یا ہونے والا ہے، دور حاضر میں سارے ترقی یافتہ ممالک میں عمل لواط کا قانونی طور پر جائز ہونا اور اس کا بڑھتا ہوا ذوق در حقیقت ان قوموں اور ملکوں کی تباہی کا بہترین پیش خیمہ ہے اور صاحبان ایمان کو چاہئے کہ اسی آغاز کو دیکھ کر انجام کی طرف سے مطمئن جائیں کہ "ان الباطل کان زھوقا" باطل ایک دن بہر حال فنا ہونے والا ہے۔

جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ ۚ كَذَٰلِكَ يَجْزِي اللَّهُ الْمُتَّقِينَ ﴿٣١﴾ سورۃ النحل

جنت کی اس صفت کامقابلہ دنیا کی کسی نعمت سے نہیں ہو سکتا کہ دنیا میں انسان کو بقدر ضرورت بھی سامان مل جائے تو بہتر ہے بقدر خواہش ملنے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسانی خواہشات ایک طرح سے لامحدود ہیں اور دنیا کی نعمتیں ہر حال محدود ہیں لیکن جنت کو مالک کائنات نے جملہ خواہشات کا علاج بتایا ہے کہ وہاں انسان جو چیز بھی حاصل کرنا چاہے گا اسے سامنے حاضر ملے گی اور اس طرح یہ بات واضح ہو جائے گی کہ ضرورت کے لئے دنیا بنائی گئی ہے اور خواہشات کے لئے جنت۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِمْ ۚ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٤٣﴾ سورۃ النحل

یوں تو یہ حکم عام ہے اور ہر شخص کا فرض ہے کہ جس بات کو نہیں جانتا ہے اس کے جاننے والوں سے دریافت کرے اور جہالت پر اڑا نہ رہے لیکن روایات میں اہل ذکر سے اہل بیت طاہرینؑ کو مراد لیا گیا ہے کہ وہ دنیا کے تمام حقائق کے جاننے والے ہیں اور ہر نہ جاننے والے کی علمی تشنگی کو رفع کرنے والے ہیں۔

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ﴿٥٨﴾ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ ۚ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ ۗ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٥٩﴾ سورۃ النحل

دور جاہلیت کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ ان سے لڑکیوں کا وجود برداشت نہیں ہوتا تھا کوئی انہیں زندہ دفن کر دیتا تھا کوئی بلندی سے پھینک دیتا تھا کوئی پانی میں غرق کر دیتا تھا اور کوئی ذبح کر دیتا تھا اور اسی کا نام حیا و غیرت رکھ لیا گیا تھا یہاں تک کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی کو دفن کرنا چاہا تو اس نے فریاد کی کہ بابا میری خطا کیا ہے لیکن اس نے دفن کر دیا جس کے بعد مسلمان بھی ہو گیا تو بقول خود اسے اسلام میں کوئی مزہ نہیں آیا اور کسی طرح کا سکون نصیب نہیں ہوا بے شک جاہلیت میں لڑکیوں کو بے قصور مار ڈالنا ایک عظیم جرم تھا لیکن یہ جرم اس جرم سے یقیناً ہلکا تھا جو آج کے دور میں استعمار گر افراد عام انسانیت پر ڈھا رہے ہیں اور ایک ایٹمی تجربہ کے لئے لاکھوں بے قصور انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں اور انہیں کسی طرح کا احساس بھی نہیں ہوتا ہے۔

اسلام نے بیٹی کو باپ کی زندگی کے لئے سامان سکون و راحت اور اس کے جنازہ کے لئے رونق و زینت قرار دیا ہے اور سرکار دو عالم (ص) کی تو نسل بھی دنیا میں بیٹی کے دم سے قائم ہوئی ہے۔

أَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرَاتٍ فِي جَوِّ السَّمَاءِ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا اللَّـهُ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٧٩﴾ سورۃ النحل

انسان پرندوں کے حالات پر غور کرے تو ایمان کے بے شمار راستے کھل جاتے ہیں، ایک جہاز کو فضا میں روکنے کے لئے کتنی مشینوں کی ضرورت ہوتی ہے اور کتنے آلات استعمال کرنا پڑتے ہیں اور اس کے بعد بھی ایندھن ختم ہو جائے تو فوراً ہی گر پڑتا ہے اور یہاں ایک ایک پرندہ مدتوں

سے پرواز کر رہا ہے نہ ایندھن استعمال ہوتا ہے اور نہ آلات صرف ایک قدرت خدا ہے جو سب کو فضائے بسیط میں روکے ہوئے ہے اور اس کے اشارہ پر ساری کائنات چل رہی ہے۔

مَن كَفَرَ بِاللَّـهِ مِن بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ سورۃ النحل

فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں یہ واقعہ درج کیا ہے کہ کفار نے ابتدائی دور کے مسلمان عمار، یاسر، سمیہ، صہیب، بلال، حباب اور مسلم وغیرہ کو اس قدر ستایا کہ یاسر اور سمیہ کو قتل ہی کر ڈالا اور عمار پر اس قدر دباؤ ڈالا کہ انہوں نے عاجز آکر زبان پر کلمہ کفر جاری کر دیا، اصحاب میں شور ہو گیا کہ عمار کافر ہو گئے سر کار دو عالم (ص) کو اطلاع ملی تو فرمایا عمار سراپا اسلام سے معمور ہیں اور ایمان ان کے رگ و پے میں سرایت کر گیا ہے پھر جب عمار روتے ہوئے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ دوبارہ جبر کریں تو پھر وہی کلمات ادا کر دینا کہ رب العالمین نے تمہاری شان میں یہ آیت نازل فرمائی ہے۔

آیت کریمہ تقیہ کے جواز اور اس کے مدوح ہونے کی بہترین دلیل ہے؛ اور اس کے بعد تقیہ کا مذاق اڑانا اور اسے کتمان حق سے تعبیر کرنا قرآن مجید سے صریحی جہالت یا اسلام کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے۔

❁❁❁❁❁

پندرھویں پارے کا مختصر جائزہ

اس پارے کے ضمن میں سورۂ الاسراء اور سورہ کہف کا ذکر کیا جائے گا۔

۱۷۔ سورہ اسراء کا مختصر جائزہ

سورہ اسراء میں معراج رسول ﷺ کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے یہ سجدوں کی حامل چودہ سورتوں میں چوتھے نمبر پر ہے اور سات مسبحات میں پہلے نمبر پر ہے مسبحات وہ سورتیں ہیں جن کا آغاز خدا کی تسبیح و تقدیس سے ہوتا ہے، اس سورت کا آغاز حضرت محمد ﷺ کے [جسمانی/روحانی) معراج اور اسراء کے بیان سے ہوتا ہے اور اسی بنا پر اس سورہ اسراء کہا جاتا ہے، اس کا دوسرا نام سبحان ہے کیونکہ یہ پہلی سورت ہے جو ذات باری تعالی کی تقدیس و تنزیہ اور تسبیح اور ہر عیب و نقص سے اس کے مبرّا ہونے کے اعلان کے ساتھ لفظ سبحان سے شروع ہوئی ہے اس سورت کا تیسرا نام بنی اسرائیل ہے کیونکہ اس کا اہم ترین مضمون و محتوا بنی اسرائیل کی سبق آموز داستان ہے۔

مضامین

زنا اور اس کے لئے تمہید بننے والے اعمال کی حرمت؛ قتل کی حرمت اور قصاص؛ مال یتیم پر دست درازی کی حرمت؛ اوقات نماز؛ دھوکا دہی اور ناپ تول میں کمی کی حرمت؛ یہ سورت انسانوں کو اخلاق حمیدہ اور مکارم اخلاق سے متخلق ہونے کی دعوت دیتی ہے؛ رسول خدا (ص) کی معراج اس سورت کے اہم موضوعات میں سے ہے؛ اسراء اور معراج اور حتی کہ اس کی تاریخ کے سلسلے میں اسلامی مکاتب اور فرقوں، متکلمین اور فلاسفہ کے درمیان اختلاف ہے مسجد الاقصی کے نام اور مقام کے سلسلے میں بھی محققین اور مفسرین کے درمیان اختلاف ہے۔

فضیلت اور خواص

سورہ اسراء کی فضیلت اور تلاوت کے بارے میں امام علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص سورہ اسراء کی تلاوت کرے اور جب خدا کی طرف سے والدین کے بارے میں کی گئی سفارشات پر پہنچے اور فرط جذبات میں والدین کے ساتھ زیادہ محبت کا اظہار کرے تو اسے اتنا ثواب دیا جائے گا کہ دنیا اور اس میں موجود تمام اشیاء سے زیادہ افضل ہو گا[1]۔ امام صادق علیہ السلام سے بھی منقول ہے کہ۔ "جو شخص شب جمعہ کو سورہ اسراء کی تلاوت کرے تو یہ شخص موت سے پہلے امام زمانہ سے ملاقات کرے گا اور ان کے اصحاب میں شمار ہو گا[2]۔ شیخ طوسی شب جمعہ کو اس سورے کی تلاوت مستحب قرار دیتے ہیں[3]۔

---

[1] حویزی، تفسیر نور الثقلین، ۱۴۱۵ق، ج ۳، ص ۹۷۔

[2] صدوق، ثواب الأعمال، ۱۴۰۶ق ص ۱۰۷۔

[3] طوسی، مصباح المجتهد، ۱۴۱۱ق، ص ۲۶۵۔

۱۸۔سورہ کہف کا مختصر جائزہ

سورہ کہف قرآن مجید کی ۱۸ویں اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۶۹ویں اور مکی سورتوں میں سے ہے جو ۱۵ویں اور ۱۶ویں پارے میں واقع ہے کہف،غار کو کہا جاتا ہے اور اس سورت کو یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کہ اس میں اصحابِ کہف کا تذکرہ آیا ہے اس سورت میں لوگوں کو یہ نصیحت بھی کی گئی ہے کہ وہ حق پر عقیدہ رکھیں اور نیک اعمال انجام دیں اسی طرح سورہ کہف میں یہ وضاحت بھی ہوئی ہے کہ اللہ تعالی کی کوئی اولاد نہیں ہے اس سورے میں بیان ہونے والی واقعات میں اصحاب کہف، حضرت موسی اور خضر کا واقعہ اور ذوالقرنین کا واقعہ اہم واقعات میں سے ہے یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جب قریش میں سے بعض لوگ چاہتے تھے کہ یہودیوں سے کچھ سیکھ کر پیغمبر اکرمؐ کا امتحان لیں یہ سوالات مذکورہ تین واقعات اور قیامت برپا ہونے کے بارے میں تھے۔

سورہ کہف کی مشہور آیات میں سے ایک ۵۰ویں آیت ہے جس میں فرشتوں کا آدم کے لیے سجدہ کرنے اور ابلیس کی نافرمانی بیان کیا ہے اس سورت کی تلاوت کی فضیلت کے بارے میں بہت ساری روایات وارد ہوئی ہیں ان میں سے ایک پیغمبر اکرمؐ سے منقول ہے کہ سورہ کہف نازل ہوتے ہوئے ۷۰ ہزار فرشتوں نے ہمراہی کی اور اس سورت کی عظمت سے زمین اور آسمان بھر گئے جو بھی جمعہ کے دن اس سورے کی تلاوت کرے اللہ تعالی اس کے اگلے جمعے تک کے گناہوں کو معاف کرتا ہے اور اسے ایسا نور عطا کرتا ہے جو آسمان پر چمکتا ہے اور دجال کے فتنے سے محفوظ رکھتا ہے۔

مضامین

سورہ کہف کے مضمون اور غرض کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ سورہ لوگوں بشارت اور ڈراتے ہوئے انہیں حق پر عقیدہ اور نیک عمل کی طرف دعوت دیتی ہے اور اللہ کی اولاد نہ ہونے پر بھی اس سورت میں تاکید ہوئی ہے؛ جیسا کہ بعض آیات میں ان لوگون کو دھمکی دی گئی ہے جو اللہ تعالی کی اولاد ہونے کے معتقد تھے اس سورت کے ایک حصے کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو دوھری پرستش کرتے ہیں جو فرشتے، جن اور صالح افراد کو اللہ کی اولاد سمجھتے ہیں اور اسی طرح عیسائی جو حضرت عیسی کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بعید نہیں ہے کہ یہ سورت تین عجیب واقعات؛ اصحاب کہف، حضرت موسی اور خضر کا واقعہ اور ذوالقرنین کا واقعہ بیان کرنے کے لیے نازل ہوئی ہے۔

فضیلت اور خصوصیات

سورہ کہف کی تلاوت کی فضیلت کے بارے میں پیغمبر اکرم ﷺ اور ائمہ علیہم السلام سے بہت ساری روایات نقل ہوئی ہیں جو اس سورے کی اہمیت کو بیان کرتی ہیں،ان میں سے بعض یہ ہیں۔

۱۔ پیغمبر اکرم ﷺ سے ایک حدیث میں منقول ہے کہ سورہ کہف نازل ہوتے ہوئے ۷۰ ہزار فرشتوں نے اسے رخصت کیا اور اس سورت کی عظمت سے زمین اور آسمان بھر گئے۔ جو بھی جمعہ کے دن اس سورے کی تلاوت کرے اللہ تعالی اس کے اگلے جمعے تک کے گناہوں کو معاف

کرتا ہے (ایک اور روایت کے مطابق اسے گناہوں سے بچا رکھتا ہے) اور اسے ایسا نور عطا کرتا ہے جو آسمان کی طرف چمکتا ہے اور دجال کے فتنے سے محفوظ رکھتا ہے[1]۔

۲۔ امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس نے ہر شب جمعہ سورہ کہف کی تلاوت کی وہ دنیا سے شہید چلا جائے گا اور شہدا کے ساتھ مبعوث ہوگا اور قیامت کے دن شہدا کی صف میں ہوگا[2]۔

سورہ کہف کی بعض خصوصیات بھی ذکر ہوئی ہیں؛ ان میں سے ایک امام صادق علیہ السلام کی ایک روایت ہے جس میں کہا گیا ہے کہ۔ جو بھی سوتے وقت سورہ کہف کی آخری آیت کی تلاوت کرے گا وہ جب چاہے اور جس وقت چاہے بیدار ہو سکتا ہے[3]۔

پندرہویں پارے کے چیدہ نکات

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿١﴾ سورۃ الإسراء ۱

ان آیات میں معراج پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کا تذکرہ کیا گیا ہے جس کے دو سفر تھے ایک سفر مکہ سے مسجد اقصیٰ تک تھا اور دوسرا مسجد اقصیٰ سے آسمانوں کی طرف تھا، بعض مفسرین نے پہلے سفر کو اسراء کہا ہے اور دوسرے کو معراج اور بعض نے دونوں کو معراج سے تعبیر کیا ہے۔

یہ معراج در حقیقت جسمانی طور پر واقع ہوئی تھی جس کی بہترین دلیل خود لفظ عبد ہے اور سبحان کے ذریعہ مسئلہ کے قابل تعجب ہونے کا اظہار کیا گیا ہے اور خود سرکار دوعالم (ص) کا بھی بیان ہے کہ مجھے براق نامی سواری پر لے جایا گیا اور ظاہر ہے کہ یہ ساری باتیں جسمانی سفر ہی میں ہو سکتی ہیں روحانی سفر میں نہیں اور حضرت عائشہ کی طرف یہ نسبت کہ جسم رسول (ص) بستر پر تھا یہ صرف ایک افتراء ہے اس لئے کہ ان کی شادی ہجرت کے بعد ہوئی ہے اور معراج ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے چاہے ۲۷ رجب کو ہو یا بروایتے ۱۷ ربیع الاول کو اور اس وقت ان کے گھر یا بستر میں ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔

واضح رہے کہ مسجد اقصیٰ ایک محترم اور مقدس مقام پر ہے جسے قبیلہ یبوسیین نے آباد کیا تھا اور اس کا مرکز صہیون نامی پہاڑ تھا (۲۵۰۰ ق م) میں سالم یبوسی نے اسے آباد کیا تھا اور اس کے بعد مسلمانوں نے اس علاقہ میں مسجدیں بنائیں ابتدائے بعثت میں مکہ کی زندگی میں اور پھر مدینہ میں آ کر ۱۳ ماہ تک مسلمانوں نے اسی کی طرف نمازیں پڑھی تھیں مسجد اقصی کی بے حرمتی مسلمانوں اور عیسائیوں کا مشترکہ مسئلہ ہے لیکن افسوس کہ

---

[1] مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، ۱۳۷۱ش، ج ۱۲، ص ۳۳۶.

[2] مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، ۱۳۷۱ش، ج ۱۲، ص ۳۳۶۔

[3] «مَا مِنْ أَحَدٍ يَقْرَأُ آخِرَ الْكَهْفِ عِنْدَ النَّوْمِ إِلَّا تَيَقَّظَ فِي السَّاعَةِ الَّتِي يُرِيدُ» (کلینی، الکافی، ۱۴۰۷ق، ج ۲، ص ۵۴۰)۔

۱۹۹۷ء میں امریکہ اور برطانیہ کی سازش سے اس پر یہودیوں کا قبضہ ہو گیا اور اس میں رقص و رنگ کی محفلیں قائم ہو گئیں اور یہ علاقہ اسرائیلی حکومت میں شامل ہو کر مسلمانوں اور ان کے حکام کی بے غیرتی کا مرثیہ پڑھ رہا ہے۔

وَإِذَا أَرَدْنَا أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا ﴿١٦﴾ سورة الإسراء

مترفین صرف مالداروں کا نام نہیں ہے بلکہ عیش پرستوں کا نام بھی ہے جیسے کہ دور حاضر کے بعض مسلمان بادشاہوں کا حال ہے قرآن مجید میں مترفین کا ذکر آٹھ مقامات پر آیا ہے اور ہر جگہ مذمت کے ساتھ آیا ہے مترفین کی وجہ سے سارے قریہ کی تباہی کا راز شاید یہ ہے کہ اہل قریہ ان کو برداشت کرتے ہیں اور ان کے خلاف آواز نہیں بلند کرتے ہیں، ان کا احترام کرتے ہیں، انہیں ووٹ دیتے ہیں اور اس طرح سب ان کے شریک ظلم اور پھر مستحق عذاب ہو جاتے ہیں، روایت میں وارد ہوا ہے کہ ''حق کے بارے میں چپ رہنے والا گونگے شیطان کے مانند ہے، اور ظلم پر راضی ہو جانے والا خود بھی ظالم ہے''۔

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۚ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ﴿٢٣﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ﴿٢٤﴾ سورة الإسراء

رسول اکرم (ص) کی خدمت میں ایک شخص اذن جہاد کے لئے حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں اس نے کہا کہ بے شک؛ فرمایا جاؤ ان کی خدمت کرو کہ یہی جہاد ہے، والدین کے حق کے بارے میں امام سجاد علیہ السلام کی دعا کے الفاظ یہ ہیں ''پروردگار کہاں میری تربیت میں ان کی مسلسل مشغولیت، کہاں میری حفاظت میں ان کی شدید زحمت، کہاں میرے لئے وسعت فراہم کرنے میں ان کی اپنے نفس پر تنگی؟ اور کہاں میں............ وہ تو مجھ سے اپنا حق بھی نہیں مانگتے ہیں اور میں یہ جانتا بھی نہیں ہوں کہ مجھ پر کس قدر ان کا حق ہے اور میں انکی خدمت کا حق ادا بھی نہیں کر سکتا ہوں''۔

إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ﴿٣٦﴾ سورة الإسراء

مولائے کائنات حضرت علیؑ کی ولایت کا انکار کرنے والے اس دن کیا کریں گے جب کانوں سے اعلان غدیر کے سننے، آنکھوں سے دست پیغمبر (ص) پر علیؑ کے بلند ہونے اور دل سے مولائیت کے اقرار کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

قَالَ أَرَأَيْتَكَ هَٰذَا الَّذِي كَرَّمْتَ عَلَيَّ ﴿٦٢﴾ سورة الإسراء

شیطان کی سب سے بڑی شیطنت یہ ہے کہ وہ اپنے خالق ومالک سے بھی بحث کرتا ہے اور اس کے احکام کو بھی چیلنج کرتا ہے اگر چہ اسے یہ احساس ہے کہ اگر آدم افضل ہوتے تو میں سجدہ کر لیتا اور اس طرح وہ ان افراد سے بہر حال بہتر ہے جو افضل ماننے کے بعد بھی مولا ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ ۖ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا ﴿٧٨﴾ سورة الإسراء

واضح رہے کہ قرآن کریم نے نماز کے تین ہی اوقات بیان کیے ہیں؛ دو نمازوں کو زوال سے وابستہ کیا ہے اور دو کو تاریکیٔ شب سے اور ایک کو فجر سے لہٰذا تین اوقات پر اعتراض کرنا قرآن سے ناواقفیت کی واضح دلیل ہے۔

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَت تَّزَاوَرُ عَن كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَت تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ ۗ مَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۖ وَمَن يُضْلِلْ فَلَن تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿١٧﴾ سورة الكهف

تزاور۔ انحراف کرنا اور کترا کر نکل جانا، گویا آفتاب ان کی امداد پر مامور تھا؛ اس واقعہ سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ رب کریم کے پاس امداد بالغیب کے بے شمار راستے ہیں جن کا اہل دنیا احساس بھی نہیں کر سکتے ہیں، اور اسی واقعہ سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ جو خدا چند مخلصین بندوں کے لئے سیر آفتاب یا شعاع آفتاب کا رخ موڑ سکتا ہے وہ کسی خاص مخلص بندے کے لئے مغرب سے آفتاب پلٹا بھی سکتا ہے، اس کی قدرت سے کوئی شے بعید نہیں ہے صرف عمل میں اخلاص کی ضرورت ہے۔

❁❁❁❁❁

سولھویں پارے کا مختصر جائزہ

اس پارے کے ضمن میں سورۂ مریم اور سورہ طٰہ کا ذکر کیا جائے گا۔

۱۹۔سورہ مریم کا مختصر جائزہ

سورہ مریم قرآن کی ۱۹ویں اور مکی سورتوں میں سے ہے اور ۱۶ویں پارے میں واقع ہے اس سورے میں حضرت مریم کی داستان نقل ہوئی ہے اسی مناسبت سے اس کا نام "سورہ مریم" رکھا گیا ہے اس سورت کا اصلی پیغام بشارت اور انتباہ ہے جسے حضرت زکریا، حضرت یحیی، حضرت ابراہیم، حضرت موسی اور حضرت عیسی کی داستان کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے قیامت اور اس کی کیفیت، خدا کے صاحب اولاد ہونے کی نفی اور شفاعت سے مربوط مسائل اس سورے میں ذکر ہونے والے دیگر موضوعات ہیں، سورہ مریم کی آیت نمبر ۹۶ اس کی مشہور آیات میں سے ہے جو آیت ود کے نام سے جانا جاتا ہے سورہ مریم کی تلاوت پر مداومت انسان کو اپنی جان، مال اور اولاد سے بے نیاز قرار دیتا ہے۔

مضامین

علامہ طباطبائی تفسیر المیزان میں فرماتے ہیں کہ اس سورہ کا اصلی مقصد انبیاء کی داستانوں کے ضمن میں بشارت و انذار دینا ہے[1] تفسیر نمونہ کے مطابق سورہ مریم کے مضامین کو درج ذیل تین حصوں میں خلاصہ کیا جا سکتا ہے۔

اس سورت کا عمدہ حصہ حضرت زکریا، حضرت مریم، حضرت عیسی، حضرت یحیی، حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت ادریس اور بعض دیگر انبیاء کے داستانوں کا بیان ہے؛ قیامت اور اس کی کیفیت سے مربوط مسائل، مجرمین کا انجام اور پرہیزگاروں کو دیا جانے والا ثواب وغیرہ کے علاوہ مواعظ و نصایح بھی اس حصے میں شامل ہیں؛ قرآن، خدا کا اولاد سے بے نیاز ہونا اور شفاعت مربوط مسائل کا مجموعاً جو انسان کو ایمان، نیکی اور تقوا کی طرف مائل کرنے میں مؤثر کردار ادا کرتے ہیں[2]۔

فضیلت اور خواص

---

[1] طباطبایی، المیزان، ۱۳۹۰ش، ج ۱۴، ص ۶۔

[2] مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، ۱۳۷۱ش، ج ۱۳، ص ۳۔

امام صادق علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ۔ "جو شخص سورہ مریم کی تلاوت پر مداومت کرے گا یہ شخص اس دنیا سے نہیں جائے گا مگر یہ کہ خدا اس سورت کی برکت سے اس شخص کو اس کے جان، مال اور اولاد سے بے نیاز کر دے گا"[1]۔

۲۰۔ سورہ طہ کا مختصر جائزہ

سورہ طہ مدنی سورتوں میں سے ہے حروف مقطعہ [= طاہاء] سے شروع ہوتی ہے چنانچہ اس کو اس نام سے موسوم کیا گیا ہے حجم و کمیت کے لحاظ سے مئون کے زمرے میں آتی ہے اور [[حروف مقطعہ سے شروع ہونے والی سورتوں میں گیارہویں نمبر پر ہے، یہ سورہ حروف مقطعہ [= طہ۔ ط ہاء] سے شروع ہوتی ہے، اس بنا پر اس کو سورہ طہ کہا جاتا ہے اس کا دوسرا نام کلیم ہے؛ کیونکہ حضرت موسی علیہ السلام کے القاب میں سے ایک "کلیم اللہ" (اللہ کے ساتھ ہم کلام ہونے والا) ہے اور اس پیغمبر اور اللہ کے ساتھ ان براہ راست تکلم کی داستان اور ان کے اس لقب سے ملقب ہونے کی کیفیت کا بیان اسی سورت میں آیا ہے۔

مضامین

اس سورت کا خطاب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ سے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ کے فرائض کا تعین کرتی ہے خطاب ہوتا ہے کہ "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ پر کوئی رنج و مشقت نہیں ہے اور صرف لوگوں کو دعوت دیں اور انجام کار کو اللہ کے سپرد کریں کیونکہ سب کی بازگشت خدا کی طرف ہے اور لوگوں کی تکذیب و تردید اور ان کے کفر و انکار سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا" خداوند متعال اس سورت میں تمام امور و معاملات حتی کہ دعا اور عبادت میں اعتدال اور میانہ روی کا حکم دیا گیا ہے۔

اس سورت کے بعض دیگر مضامین و مفاہیم یہ ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ، ان کا گناہ (یا ترک اولی) اور ہبوط اور اللہ کی طرف سے ان کی مغفرت و بخشش اور ان کے حق میں اللہ کی ہدایت؛ داستان حضرت موسی صلی اللہ علیہ وآلہ کی تفصیل، بنو اسرائیل کی گوسالہ پرستی، ساحرین کا ماجرا اور حضرت موسی (ع) کی دعا و مناجات۔

فضیلت اور خواص

[1] مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، ۱۳۷۱ش، ج ۱۳، ص ۴۔

سورہ طہ کی تلاوت کے بارے میں پیغمبر اسلام ﷺ سے نقل ہوا ہے کہ جو شخص اس سورہ کی تلاوت کرے، قیامت کے دن تمام مہاجرین اور انصار کا ثواب اسے عطا کیا جائے گا[1]۔ امام صادق علیہ السلام سے بھی نقل ہوا ہے کہ سورہ طہ کی تلاوت ترک نہ کی جائے کیونکہ یہ خدا کو بہت پسند ہے اور جو شخص اس کی تلاوت کرے اسے بھی خدا پسند فرمائے گا اور جو شخص اس کی تلاوت پر مداومت کرے قیامت کے دن اس کا نامہ عمل اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور اس کے نامہ عمل میں سختی سے پیش نہیں آئے گا اور اسے اس قدر ثواب عطا فرمائے گا کہ وہ خوش ہو جائے[2]۔ تفسیر برہان میں اس کی تلاوت کے لئے آثار و برکات کا تذکرہ ہوا ہے جن میں شادی بیاہ میں آسانی اور بڑی حاجتوں کی بر آوری قابل ذکر ہیں[3]۔

سولھویں پارے کے چیدہ نکات

فَأَبَوْا أَن يُضَيِّفُوهُمَا ﴿٧٧﴾ سورۃ الکھف

بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ کھانا دینے کے بجائے ضیافت سے انکار کا ذکر کر کے یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ مہمان نوازی سے انکار کر دینا انتہائی ذلیل عمل ہے۔

الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾ سورۃ الکھف

آیت نے صاف واضح کر دیا ہے کہ عمل خیر کا معیار نہ اپنی پسند ہے اور نہ اپنے چاہنے والوں کی پسند؛ عمل خیر کا معیار صرف حکم الٰہی ہے عمل اس کے مطابق ہے تو عمل خیر ہے ورنہ وقت کی بربادی اور صلاحیت کی تباہی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

قُل لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا ﴿١٠٩﴾ سورۃ الکھف

کلمات الٰہیہ صرف الفاظ و عبارات کا نام نہیں ہے بلکہ ہر ارادۂ الٰہی ایک کلمہ ہے اور ہر موجود جو اپنے وجود سے اپنے خالق کی عظمت کی نشاندہی کر کے ایک کلمہ ہے اور اس طرح کلمات الٰہیہ کا احصاء ممکن نہیں ہے۔

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۳ش، ج۷، ص۵۔

[2] صدوق، ثواب الاعمال، ۱۴۰۶ق، ص۱۰۸۔

[3] بحرانی، تفسیر البرھان، ۱۴۱۵ق، ج۳، ص۷۴۵۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ﴿١١٠﴾ سورۃ الکھف

بشریت کیلئے وحی کی قید اس امر کی علامت ہے کہ رسول کو ہر جہت سے اپنا جیسا سمجھنا ان سے یکسر ناواقفیت کی علامت ہے؛ ان کی بشریت میں یقینا یہ امتیاز ہوتا ہے کہ انہیں منزل وحی بنادیا جائے اور دوسرے افراد کو ہر حال یہ شرف نہیں دیا جاتا ہے۔

سورۃ مریم

اس سورہ مبارکہ میں جناب مریم کے تذکرہ سے پہلے جناب زکریا علیہ السلام کے یہاں ولادت کا ذکر کیا گیا ہے تا کہ دنیا کو یہ اندازہ ہو جائے

کہ خدا نظام تخلیق میں عام حالات اور اسباب کا پابند نہیں ہے وہ ۹۹ سال کی عمر میں جناب زکریا کے یہاں اولاد پیدا کر سکتا ہے جب کہ ان کی زوجہ بھی بوڑھی اور بانجھ تھیں تو بغیر شوہر کے جناب مریم کے یہاں بھی فرزند پیدا کر سکتا ہے، اور اسی لئے جناب زکریا کی زبان سے یہ بھی کہلوادیا کہ یہ بات بہت مشکل ہے کہ ایک بوڑھے مرد کے یہاں بانجھ عورت سے بچہ پیدا ہو جائے اور اس کا جواب بھی دے دیا کہ خدا کیلئے کوئی مشکل نہیں ہے؛ اس وقت کم از کم بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت کا ذریعہ تو موجود ہے وہ تو بالکل عدم سے وجود میں لانے والا ہے تو اسکے لئے یہ تخلیق کون سا مشکل کام ہے جناب زکریا علیہ السلام کی دعا نے یہ بھی واضح کر دیا کہ انبیاء کرام مادی وراثت کیلئے بھی پسندیدہ فرزند چاہتے ہیں تا کہ مال برباد نہ ہونے پائے صاحبان ایمان کو بھی یہی دعا کرنی چاہیے اور ایسی ہی تربیت دینی چاہیے کہ وارث مال کو تاہ و برباد نہ کرنے پائے۔

وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿٢٥﴾ سورۃ مریم

پروردگار نے مریم کے لئے از غیب بلا فصل کے میوے پیدا کر دیئے لیکن یہ حکم دیا کہ درخت کو ہلاؤ تو پھل گریں گے تا کہ اولاد آدم کے لئے یہ نصیحت رہے کہ رزق دینا خدا کا کام ہے لیکن محنت کرنا بہر حال ایک ضروری امر ہے۔

قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ﴿٣٠﴾ سورۃ مریم

یہ ایک عجیب و غریب بات ہے کہ نبیؑ خدا اپنے کو بندۂ خدا کہہ رہا ہے اور اس کے ماننے والے اسے فرزند خدا کہہ رہے ہیں؛ اور یہ ایک اشارہ ہے کہ یہ رسم دور قدیم سے چلی آرہی ہے کہ کسی شخصیت کو ماننے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کی بات کو بھی مان لیا جائے بلکہ اکثر ماننے والے شخصیت پرست ہوتے ہیں اور بات کا اتباع نہیں کرتے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ پہلے یہ کام عیسائی کیا کرتے تھے اور اب یہی کام مسلمان اور مومنین کر رہے ہیں کہ ایمان اور عقیدت کے باوجود احکام پر عمل نہیں کرتے اور اپنے کو سب سے بڑا ماننے والا تصور کرتے ہیں اور جو جس قدر ماننے والا کہا جاتا ہے وہ اس قدر بد عمل اور بے عمل بھی ہو جاتا ہے۔

لَّا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا إِلَّا سَلَامًا ۖ ﴿٦٢﴾ سورۃ مریم

آیت کا صاف اعلان ہے کہ جنت میں لغو آوازوں کا گذر بسر نہیں ہے، اب گانے بجانے کے شوقین افراد کو سوچنا چاہیے کہ وہ اپنے شوق کی تسکین کیلئے اپنا ٹھکانا کہاں بنائیں گے۔

قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَيُّ الْفَرِيقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَأَحْسَنُ نَدِيًّا (۷۳) سورۃ مریم

یہ منطق ہر دور کے گمراہوں میں رائج رہی ہے کہ انہوں نے حقائق کا فیصلہ مال ودولت اور دنیاوی وجاہت کی بنا پر کیا ہے اور اسی بات نے فرعون وشداد ونمرود کو خدا بنادیا تھا اور اسی بات نے مشرکین مکہ کو مرسل اعظمؐ کا مذاق اڑانے پر آمادہ کیا تھا اور یہی بات آج کے مسلمانوں سے سپر پاور کی چوکھٹ پر سجدے کرا رہی ہے ورنہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے اس منطق کی کوئی قیمت نہیں ہے اور یہ مادیت پرستی کے علاوہ کچھ نہیں ہے جسے خدا پرستی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي (۲۹) سورۃ طه

واضح رہے کہ جناب موسیٰؑ نے وزیر بنایا نہیں بلکہ خدا سے مطالبہ کیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ نبی کا وزیر بھی خدا ہی بناتا ہے نبی یا عام بندے نہیں بنا سکتے ہیں۔

فَلَبِثْتَ سِنِينَ فِي أَهْلِ مَدْيَنَ (۴۰) سورۃ طه

جناب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ایک دوست کی فریاد پر ایک فرعونی کو قتل کر دیا او انتقام کے خوف سے باہر نکل گئے اور کئی برس تک مدین میں مقیم رہے جہاں عقد کیا اور بطور مہر دس سال تک جناب شعیبؑ کی بکریاں چرائیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مہر کا ادا کرنا ایک انتہائی اہم کام ہے چاہے اس راہ میں بکریاں چرانے ہی کا کام انجام دینا پڑے ہمارے سماج کو اس تذکرۂ قرآن سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

وَأَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ (۸۵) سورۃ طه

ایک سامری کی شاطرانہ حرکت سے جناب موسیٰؑ کی تمام توحیدی تعلیمات بے اثر ہو گئیں اور چھ لاکھ افراد سامری کے چکر میں آگئے اور صرف بارہ ہزار افراد توحید پر باقی رہ گئے اور تاریخ نے اس نکتہ کو محفوظ کر لیا کہ نہ نبی کا ساتھ گمراہی سے بچانے کی ضمانت ہے اور نہ اکثریت حقانیت کی علامت ہے، تاریخ میں ایک سامری بھی پیدا ہو جائے تو قوم کی اکثریت کو تباہ و برباد کر سکتا ہے، ہر امت اپنے نبی کے بعد اسی طرح گمراہ ہوتی ہے کہ اپنے ہارون کو چھوڑ کر ایسے لوگوں کے پیچھے لگ جاتی ہے جن سے نہ کسی فائدہ کی توقع ہوتی ہے اور نہ نقصان کی اور صرف اس لئے کہ انہیں سونے سے سجا کر رکھا جاتا ہے۔

أَفَلَا يَرَوْنَ أَلَّا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ قَوْلًا وَلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا (۸۹) سورۃ طه

نقصان کے لفظ کو مقدم کر کے بتایا گیا ہے کہ جو نقصان نہ پہنچا سکتا ہو وہ فائدہ کیا پہنچائے گا(یہ بیچارہ تو اس قدر بے بس ہے کہ اس سے گوبر کی بھی توقع نہیں کی جا سکتی ہے اور یہ احمق اس سے خدائی کی امید لگائے بیٹھے ہیں)۔

قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهِ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذَٰلِكَ سَوَّلَتْ لِي نَفْسِي ﴿٩٦﴾ سورة طه

اصل قصہ یہ ہے کہ رسول سے مراد خود جناب موسیٰ علیہ السلام ہیں اور اثر سے مراد ان کے تعلیمات ہیں جن کا ایک حصہ سامری نے لے لیا تھا اور پھر اسے پھینک دیا اور گمراہی کی طرف مائل ہو گیا جیسا کہ جنگ جمل کے موقع پر امیر المومنینؑ نے حسن بصری کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ سامری کی طرح میرے بیانات نوٹ کر رہا ہے اور پھر لوگوں کو جنگ کے خلاف ورغلا رہا ہے (احتجاج طبری)۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

سترھویں پارے کا مختصر جائزہ

اس پارے کے ضمن میں سورۃ الانبیاء اور سورہ الحج کا ذکر کیا جائے گا۔

۲۱۔سورہ انبیاء کا مختصر جائزہ

سورہ انبیاء قرآن مجید کی اکیسویں اور مکی سورتوں میں سے ہے جو ۱۷ویں پارے میں واقع ہے اس سورہ میں ۱۶انبیاء کے اسامی کا تذکرہ ہونے کی وجہ سے اس کا نام "سورہ انبیاء" رکھا گیا ہے توحید، نبوت، معاد اور لوگوں سے غفلت کو دور کرنا اس سورت کے مضامین میں سے ہیں، اس سورت کی آیت نمبر ۸۷ اور ۸۸ آیات نماز غفیلہ یا ذکر یونسیہ کے نام سے معروف ہیں اسی طرح آیت نمبر ۱۰۵ جس میں زمین پر نیک اور صالح لوگوں کی حکمرانی سے متعلق بحث ہوئی ہے، اس سورت کی مشہور آیات میں سے ہے اس سورت کی فضیلت کے بارے میں آیا ہے کہ جو شخص سورہ انبیاء کی تلاوت کرے گا قیامت کے دن خدا اس کا حساب و کتاب آسانی سے لے گا، اس کے خطاؤں کو معاف فرمائے گا اور جتنے انبیاء کا نام اس سورت میں آیا ہے سب اس شخص کو سلام کریں گے، قرآن کریم میں کل ۲۵ انبیاء کا نام ذکر ہوا ہے جن میں سے ۱۶ کا نام صرف اسی سورت میں آیا ہے اسی مناسبت سے اس سورت کا نام "سورہ انبیاء" رکھا گیا ہے [۱] اس سورت میں جن انبیاء کا نام لیا گیا ہے ان میں حضرت موسی، حضرت ہارون، حضرت ابراہیم، حضرت لوط، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت نوح، حضرت داود، حضرت سلیمان، حضرت ایوب، حضرت اسماعیل، حضرت ادریس، حضرت ذاالکفل، حضرت یونس (ذوالنون)، حضرت زکریا اور حضرت یحیی شامل ہیں ان کے علاوہ پیغمبر اسلامؐ اور حضرت عیسی کا نام لئے بغیر تذکرہ آیا ہے۔

مضامین

اس سورت کے مضامین کو دو حصوں؛ اعتقادات اور تاریخی داستانوں میں تقسیم کیا جاتا سکتا ہے اعتقادات کے باب میں اس سورت کا بنیادی مقصد لوگوں کو معاد، وحی اور نبوت سے متعلق غفلت نہ برتنے کی تلقین کرنا ہے اس سلسلے میں اس سورت کی ابتدائی آیات میں معاد، نبوت عامہ، نبوت خاصہ اور قرآن سے متعلق بحث اور گفتگو کرتے ہوئے توحید، کائنات کے ہدفمند ہونے اور قیامت کے برپا ہونے میں خدا کی قدرت سے متعلق اہم دلائل دئے گئے ہیں تاریخی داستانوں کے ضمن میں انبیاء کے احکامات کے مقابلے میں لوگوں کی غفلت اور انکے فرامین پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے اٹھائے جانے والے نقصانات اور ہلاکت و بربادی اور خدا کے عذاب میں مبتلا ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ بنیادی طور پر اس سورت کے مضامین کو ان امور میں خلاصہ کیا جاسکتا ہے۔ توحید، معاد اور نبوت جو اس سورت کا اصلی موضوع ہے؛ قیامت کا نزدیک ہونا اور لوگوں کا اس سے غافل ہونا؛ پیغمبر اکرمؐ اور دوسرے انبیاء کا تمسخر اڑانا جانا اور کفار کی طرف سے انبیاء پر شاعر ہونے اور ہذیان گوئی کی تہمت لگانا؛ گفتار کی تائید اور کفار کے ادعا کو رد کرنے کیلئے بعض انبیا کے واقعات کا تذکرہ؛ قیامت اور اس دن مجرموں کی سزا اور نیک اور پرہیز گاروں کی جزا؛ زمین پر صالح اور متقی بندگان خدا کی حکمرانی؛ باطل پر حق، شرک پر توحید اور ابلیس پر لشکر عدل کی فتح؛ کافروں کا نبوت سے روگردانی کی علت؛ اثبات توحید پر دلیل و برہان۔

فضیلت

پیغمبر اکرم ﷺ سے منقول ہے کہ جو شخص سورہ انبیاء کی تلاوت کرے گا قیامت کے دن خدا اس کا حساب و کتاب آسانی سے لے گا، اس کے خطاؤں کو معاف فرمائے گا اور جتنے انبیاء کا نام اس سورت میں آیا ہے سب اس شخص کو سلام کریں گے۔ اسی طرح امام صادق علیہ السلام سے بھی نقل ہوئی ہے کہ جو شخص سورہ انبیاء کو شوق سے پڑھے تو یہ اس شخص کی طرح ہو گا جو نعمات سے بھرے ہوئے بہشت میں انبیاء کا ہمدم ہے اور دنیاوی زندگی میں لوگوں کی نظروں میں صاحب جلال ہو گا[1]۔

۲۲۔ سورہ حج کا مختصر جائزہ

سورہ حج قرآن کریم کی ۲۲ویں اور مدنی سورتوں میں سے ہے اور ۱۷ویں پارے میں واقع ہے اس سورت کی آیت نمبر ۲۵ سے ۳۷ تک میں حج کے احکام اور مسائل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اسی مناسبت سے اس کا نام "سورہ حج" رکھا گیا ہے، اس سورت میں حج کے مختلف فقہی احکام جیسے حج کا وجوب، قربانی کے احکام، حیوانات کے گوشت کا حلال ہونا، خانہ کعبہ کے طواف کا واجب ہونا وغیرہ اس سورت کی فضیلت کے بارے میں آیا ہے کہ اس کی تلاوت کرنے والے کو حج اور عمرہ بجا لانے کا ثواب دیا جائے گا۔

مضامین

سورہ حج میں اصول دین کو تفصیلی طور پر بیان کیا گیا ہے جس سے موحد اور مشرک دونوں بہرہ مند ہو سکتے ہیں جبکہ فروع دین کے بعض ارکان کو بھی بیان کیا گیا ہے لیکن اس سے صرف مؤمنین بہرہ مند ہو سکتے ہیں۔ اس سورت میں توحید اور ایک خدا کی پرستش کی ضرورت، شرک اور اس کے برے آثار سے پرہیز کرنے نیز قیامت اور اس کے خوفناک حوادث کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس سورت میں بعض فروع دین جیسے حج، جہاد، نماز، زکات اور دوسرے مالی وجوہات، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وغیرہ سے بھی گفتگو کی گئی ہے بعض اخلاقی فضائل جیسے توکل اور خدا پر اعتماد، گناہ اور خدا کی نافرمانی سے دوری نیز تقوا، عمل صالح اور نصرت الہی وغیرہ بھی اس سورت میں مورد بحث واقع ہونے والے مضامین میں سے ہیں۔

سورہ حج میں علم اور معرفت کے بغیر خدا کے بارے میں میں بحث و مباحثہ اور شیطان کی پیروی کرنے سے منع کی گئی ہے اس سورت میں خدا کی اطاعت کرنے والوں اور طاغوت کی پیروی کرنے والوں کو ایک دوسرے کے مد مقابل قرار دتے ہوئے کافروں کی عجز و ناتوانی کو ایک ضرب المثل کے ضمن میں بیان کیا ہے۔

فضیلت اور خواص

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج ۷، ص ۶۱

سورہ حج کی تلاوت کے خاص فضائل اور خواص نقل ہوئے ہیں؛ من جملہ یہ کہ۔ اس کی تلاوت کرنے والے کو حج اور عمرہ بجالانے کا ثواب دیا جائے گا اسی طرح گذشتہ اور آئندہ حج اور عمرہ ادا کرنے والوں کی تعداد کے برابر اسے ثواب دیا جائے گا[1]۔ امام صادق علیہ السلام سے بھی منقول ہے کہ۔ جو شخص ہر تیسرے دن ایک دفعہ سورہ حج کی تلاوت کرے وہ شخص اسی سال خانہ کعبہ کی زیارت سے مشرف ہو گا اور اگر اس سفر کے دوران دنیا سے چلا جائے تو وہ بہشت میں داخل ہو گا[2]۔

سترہویں پارے کے چیدہ نکات

أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا ﴿٣٠﴾ سورۃ الأنبياء

دور حاضر کی تازہ ترین دریافت یہ ہے کہ یہ پورا نظام شمسی باہم متصل تھا اور اس کے بعد تمام کواکب کو الگ کیا گیا ہے تو زمین بھی اس سے جدا کر کے فضائے بسیط میں ڈال دی گئی اور وہ مسلسل گردش کر رہی ہے جس کی طرف دحوالارض اور مہد وغیرہ کے الفاظ سے اشارہ کیا گیا ہے

وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴿٣٥﴾ سورۃ الأنبياء

ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ حضرت علیؑ کی بیماری میں ایک شخص نے مزاج پوچھا کہ آپ کیسے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ برے حال میں اس نے عرض کیا کہ یہ جواب آپ کو زیب نہیں دیتا ہے تو فرمایا کہ قرآن کہتا ہے کہ خدا اچھے اور برے ہر حال سے آزماتا ہے تو اچھا حال صحت اور مالداری ہے اور برا حال غربت اور بیماری۔

قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ﴿٦٩﴾ سورۃ الأنبياء

اس واقعہ نے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ باطل کسی قدر تدبیریں کرنا چاہے خدائے برحق بچانا چاہتا ہے تو اس کے بندہ کو کوئی مٹا نہیں سکتا اور یہی وہ ایمان ہے جس سے دور حاضر کی اکثریت محروم ہو گئی ہے اور اس طرح باطل کے حوصلے بلند ہوتے جا رہے ہیں ورنہ کسی بھی نمرود میں اہل حق کو جلانے کی ہمت نہیں ہو سکتی تھی، بہر حال اہل ایمان کو ہمیشہ اس نکتہ کو پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ "دشمن اگر قوی است نگھبان قوی تر است!"

وَذَا النُّونِ إِذ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَن لَّن نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿٨٧﴾ سورۃ الأنبياء

نون کے معنی مچھلی کے ہیں اور جناب یونسؑ کو ذوالنون کہا جاتا ہے کہ وہ قوم کی بے ایمانی سے عاجز آ کر ناراض ہو کر آبادی سے باہر نکل گئے تھے اور قوم کو عذاب کے حوالے کر دیا تھا تو خدا نے انہیں کشتی کے ذریعہ مچھلی کے شکم تک پہنچا دیا اور انہوں نے اس ترک اولیٰ کا اعتراف کر کے تو یہ

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۷، ص۱۰۹۔

[2] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۷، ص۱۰۹۔

کی کہ مجھے قوم کو لاوارث نہیں چھوڑنا چاہیے تھا ور نہ خدا مجھے بھی مچھلی کے حوالے نہ کرتا یہ ایک بہترین درس عبرت ہے کہ مصلح اور لیڈر کو ہمیشہ قوم کے دکھ درد میں شریک رہنا چاہے اور ناراض ہو کر قوم کو لاوارث نہیں چھوڑ دینا چاہیے ورنہ کسی دوسری مصیبت میں مبتلا ہو سکتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۚ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ﴿١﴾ سورۃ الحج

ملا صدر الدین شیرازی کے بیان کے مطابق قیامت کو ساعت اس لئے کہا جاتا ہے کہ ساری دنیا اس کی طرف دوڑی چلی جارہی ہے اور یہ ایک عجیب وغریب بات ہے کہ لوگوں کو اگر معلوم ہو جائے کہ ہمارا ہر قدم قیامت کی طرف ہے تو شاید ایک قدم بھی آگے نہ بڑھیں لیکن نادانستہ طور پر سب تیزی کے ساتھ اس کی طرف بھاگے چلے جارہے ہیں اور یہ ایک انسانی زندگی کا عجیب وغریب فلسفہ ہے کہ ہر پیدا ہونے والا موت کی طرف بھاگ رہا ہے اور ہر زندہ رہنے والا قیامت کا رخ کیے ہوئے ہے جملہ تعمیرات فنا اور خرابی کی طرف جارہی ہیں اور اس کے بعد بھی انسان موت کیلئے تیار نہیں ہوتا ہے اور قیامت کے عذاب کی طرف سے بالکل غافل اور بے فکر ہو جاتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن تُرَابٍ ﴿٥﴾ سورۃ الحج

قیامت کے اثبات کیلئے پہلے خود انسانی خلقت کو دلیل بنایا گیا ہے کہ اللہ نے ایک بے جان مٹی سے ایک جاندار انسان بنادیا ہے اور پھر بات کو مزید محسوس بنانے کیلئے سبزہ کی پیداوار کی مثال دی گئی ہے کہ زمین بالکل مردہ تھی لیکن پیدا کرنے والے نے اسے زندہ بنادیا اور اس میں سیکڑوں چیزیں پیدا کردیں تو جو ایسی مردہ زمین کو زندگی دے سکتا ہے وہ مردہ انسانوں کو قبر سے کیوں نہیں نکال سکتا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَىٰ حَرْفٍ ۖ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ ۖ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انقَلَبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ﴿١١﴾ سورۃ الحج

آج بھی ایسے لوگ یقینا پائے جاتے ہیں جن کے ایمان کا ضعف و استحکام حالات اور منافع سے وابستہ ہوتا ہے کہ خدا، رسول اور مولا مراد پوری کر دیں تو بہترین خدا، بہترین رسول اور بہترین مولا ہیں اور ان پر سو جان سے قربان ہو جانے کی ضرورت ہے لیکن اگر مراد پوری نہ ہو یا خدا اور رسول خمس وزکوٰۃ کا مطالبہ کرلیں تو پھر یہ عجیب وغریب خدا اور سول اور مولا ہیں کہ غریبوں کے کام آنے کے بجائے غریبوں ہی سے خمس وزکوٰۃ کا مطالبہ کرتے ہیں، یہ انداز فکر درحقیقت ایک کفرِ خفی کی نشاندہی کرتا ہے جس پر اسلام کا غلاف چڑھادیا گیا ہے۔

لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ ۚ ﴿٣٧﴾ سورۃ الحج

دور جاہلیت میں یہ رسم تھی کہ کفار عرب قربانی کے جانور کا گوشت مقدس مقامات پر آویزاں کر دیا کرتے تھے اور اس کے خون سے خانہ خدا کی دیواروں کو آلودہ کر دیا کرتے تھے، گویا یہ گوشت اور خون، خدا کی بارگاہ میں جارہا ہے جس طرح آج کے بعض نادان افراد مسجدوں میں طرح طرح

کے چھاپے لگاتے ہیں، اور اسی طرح ان دھبوں کو اللہ کی بارگاہ تک پہنچانے کا ذریعہ سمجھتے ہیں قرآن مجید نے اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے کہ خدا کو راضی کرنے کا راستہ یہ داغ اور دھے نہیں ہیں اس کی رضا کا ذریعہ تقویٰ، پرہیز گاری اور دامن کردار کا ہر دھبے سے پاک ہونا ہے۔

وَلَيَنصُرَنَّ اللَّـهُ مَن يَنصُرُهُ ۗ إِنَّ اللَّـهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٤٠﴾ الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ ۗ وَلِلَّـهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ﴿٤١﴾ سورۃ الحج

مالک کائنات نے اپنے نیک بندوں سے مدد کرنے کا وعدہ کیا ہے لیکن نیک بندوں سے مراد بھی وہی افراد ہیں جو اقتدار پانے کے بعد خدا کو بھول نہ جائیں اور انفرادی زندگی میں نماز اور زکوٰۃ کا خیال رکھیں اور اجتماعی زندگی میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام کریں ان فرائض سے غافل ہو جانے والے نہ دین خدا کے مددگار ہو سکتے ہیں اور نہ خدا نے ان سے کسی طرح کی مدد کا وعدہ کیا ہے جس کا منظر دور حاضر کے مسلمانوں کی زندگی اور ان کی نکبت و ذلت میں بخوبی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

ذَٰلِكَ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوقِبَ بِهِ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنصُرَنَّهُ اللَّـهُ ۗ إِنَّ اللَّـهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ ﴿٦٠﴾ سورۃ الحج

مالک کائنات نے پہلے صاحبان ایمان کو اطمینان دلایا کہ وہ حالات پر صبر کریں اور دشمن پر بھی زیادتی سے کام نہ لیں پھر اس کے بعد بھی دشمن ظلم کرتا ہے تو ہم مدد کرنے کیلئے تیار ہیں اور تمہیں اس بات سے دل تنگ نہیں ہونا چاہیے کہ جب خدا مددگار ہے تو ظلم ہوتا ہی کیوں ہے اس لئے کہ ہم آفتاب نکالنے اور دن کو لے آنے پر قادر ہیں لیکن یہ کام بھی پوری رات گذر جانے کے بعد کرتے ہیں کہ اس کے بغیر دن کی قدر کرنے والا ہی کوئی نہ ہو گا اور نہ کوئی اس احسان کا اندازہ کر سکے گا یہی حال زمین کا ہے کہ ہم پانی برسا کر اسے سرسبز و شاداب بنا دیتے ہیں، لیکن یہ کام بھی اس وقت ہوتا ہے جب ایک مدت تک زمین اپنی خشکی اور بے آبی کو برداشت کر لیتی ہے اور خدا تو خود بھی ظلم والوں اور کفر والوں کو برداشت کرتا ہے تو تم برداشت کیوں نہیں کرتے ہو!!! تمہارا بھی فرض ہے کہ برداشت کرنے کی ہمت پیدا کرو، اس کے بعد ہم مدد کرنے والے ہیں اور نتیجہ تمہارے ہی ہاتھ میں رہے گا۔

❁❁❁❁❁

اٹھارھویں پارے کا مختصر جائزہ

اس پارے کے ضمن میں سورۂ المؤمنون اور سورہ النور کا ذکر کیا جائے گا۔

۲۳۔سورہ مؤمنون کامختصر جائزہ

سورہ مؤمنون مکی سورہ اور قرآن مجید کی ۲۳ویں سورت ہے یہ سورہ ۱۸ویں پارے میں واقع ہے مومنین کی ۱۵صفات کا اس سورت میں ذکر ہونے کی وجہ سے اسے سورہ مومنون کا نام دیا گیا ہے حجم کے اعتبار سے درمیانی درجے کی سورت ہے جس کا شمار مئون سورتوں میں ہوتا ہے یہ سورہ نصف پارے پر محیط ہے بے ہودہ امور سے اجتناب، نیک کاموں کی طرف سبقت، حضرت موسیؑ اور حضرت نوحؑ کا واقعہ، خلقتِ انسان اور معاد اس سورت کے مباحث میں سے ہیں ۹۹اور ۱۰۰نمبر کی آیات اس سورت کی مشہور آیات میں سے ہیں جن میں کافروں کا موت کے وقت دوبارہ دنیا لوٹ آکر نیک اعمال انجام دینے کی آرزو کا اظہار کرنے کا ذکر ہوا ہے اس سورت کی فضیلت کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالی کے فرشتے اس سورت کی تلاوت کرنے والے کو قیامت میں آسائش اور سکون نیز عزرائیل کا روح قبض کرتے ہوئے سکون کی بشارت دیتے ہیں۔

مضامین

علامہ طباطبائی نے اس سورت کے اہم مباحث میں اللہ اور قیامت پر ایمان، مومنوں کی پسندیدہ صفات، کافروں کی اخلاقی پستیاں، مؤمنوں اور کافروں کے لیے اللہ تعالی کی خوشخبری اور تہدید، حضرت نوحؑ سے حضرت عیسی تک کی گزشتہ امتوں پر نازل ہونے والی بلاؤں کا تذکر قرار دیا ہے، تفسیر نمونہ کے مطابق اس سورت میں بعض اعتقادی، عملی، اور بیدار کرنے والے مسائل نیز مؤمنوں کا ابتدا سے آخر تک کا راستہ بیان کیا ہے اور اس کے موضوعات کو مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں۔

مؤمنوں کی اچھی صفات کا بیان ۱۶ آیتوں میں (آیات ۱ سے ۱۱ تک اور ۵۷ سے ۶۱ تک)؛خدا شناسی کی مختلف نشانیوں میں سے کائنات میں موجود آیات آفاق اور آیات انفس کی طرف اشارہ؛بعض انبیاء جیسے حضرت نوح، ہود، موسی اور عیسی کی تاریخ کا تذکرہ؛متکبروں کے لئے سخت تہدید؛ معاد کے بارے میں کچھ مطالب؛کائنات پر اللہ تعالی کی حاکمیت کی طرف اشارہ؛قیامت،حساب، جزا ثواب، نیک کام کرنے والوں کے لئے ثواب اور بدکرداروں کے لئے سزا کا تذکرہ؛انسان کی خلق کے ہدف کا بیان۔

فضیلت وخواص

سورہ مومنون کی تلاوت کے بارے میں پیغمبر اکرم ﷺ سے روایت ہوئی ہے کہ جو بھی اس سورت کی تلاوت کرے گا قیامت کے دن فرشتے اسے آسایش اور آرامش نیز موت کا فرشتے آتے وقت اسے سکون کی بشارت دیں گے[1]۔امام صادق علیہ السلام سے بھی ایک روایت منقول ہے کہ جو

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج ۷، ص ۱۷۵۔

شخص سورہ مؤمنون کی تلاوت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا انجام سعادت مند اور خوش بخت قرار دے گا اور اگر ہر جمعہ کے دن اس سورت کی تلاوت کرے تو اس کا ٹھکانہ جنت ہو گا[1]۔

۲۴۔ سورہ نور کا مختصر جائزہ

سورہ نور قرآن مجید کی ۲۴ویں سورت جو مدنی سورتوں میں سے ہے اور قرآن مجید کے ۱۸ویں پارے میں واقع ہے اس سورے کو اس لئے سورہ نور کہا گیا کہ اس میں لفظ "نور" سات مرتبہ دہرایا گیا ہے اور آیت نور بھی اسی سورت میں ہے سورہ نور میں بہت سارے شرعی احکام جیسے زنا کی حد، قذف (کسی کی طرف زنا کی نسبت دینا) کی حد، اور عورتوں پر حجاب واجب ہونے کو بیان کرتا ہے۔

اسی طرح واقعہ افک، نکاح، تہمت، الزام اور افترا کی طرف بھی اشارہ ہوا ہے اور اشاعہ فحشا (برائیوں کی ترویج) سے منع کیا گیا ہے اس سورت کی تلاوت کے بارے میں روایت نقل ہوئی ہے کہ جو بھی سورہ نور کی تلاوت کرے اللہ تعالیٰ اسے گزشتہ اور آیندہ کے تمام مومن مرد عورتوں کی تعداد کے برابر نیکیاں عطا کرتا ہے اور باپ پر بیٹیوں کے حقوق میں سے ایک یہ ہے کہ وہ انہیں سورہ نور کی تعلیم دے۔

مضامین

سورہ نور میں بہت سارے شرعی احکام جیسے زنا کی حد، قذف کی حد، لعان کے احکام، عورتوں پر حجاب واجب ہونے کے احکام، عمر رسیدہ خواتین پر حجاب کی رعایت کا واجب نہ ہونا، زنا ثابت کرنے کے لئے چار گواہوں کی ضرورت، نکاح کے مسائل اور واقعہ افک ذکر ہوئے ہیں اور اسی طرح جس چیز کے بارے میں علم نہیں اس کے بارے میں اظہار نہ کرنے، تہمت، بہتان اور افترا سے بچے رہنے اور اشاعہ فحشاء سے سخت منع اور دوسروں کے گھروں میں داخل ہونے کے لئے مالک کی اجازت ضروری ہونا ذکر ہوا ہے۔

فضائل اور خواص

سورہ نور کی فضیلت میں پیغمبر اکرم ﷺ سے ایک روایت نقل ہوئی ہے کہ جو بھی سورہ نور کی تلاوت کرے اللہ تعالیٰ اسے گزشتہ اور آیندہ کے تمام مومن مرد عورتوں کی تعداد کے برابر نیکیاں عطا کرتا ہے[2]۔ اور اپنے گھر والوں کو سورہ نور کی تعلیم دینے کے بارے میں پیغمبر اکرم ﷺ کا

---

[1] صدوق، ثواب الاعمال، ۱۴۰۶ق، ص ۱۰۸-۱۰۹۔

[2] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج ۷، ص ۲۱۶۔

فرمانا ہے کہ باپ پر بیٹیوں کے حقوق میں سے ایک یہ ہے کہ وہ انہیں سورہ نور کی تعلیم دے[1]۔ امام علی علیہ السلام سے بھی اس بارے میں روایت نقل ہوئی ہے کہ تم اپنی عورتوں کو سورہ نور کی تعلیم دو جس میں ان کے لیے وعظ و نصیحت ہے[2]۔ امام صادق علیہ السلام سے بھی منقول ہے کہ اپنی مالی اور جنسی خواہشات کو سورہ نور کی تلاوت سے محفوظ کرو اور اپنی عورتوں کو اس سورت کے ذریعے سے حفاظت کرو، کیونکہ جو بھی ہر دن یا ہر رات اس سورت کی تلاوت کرتا ہے اس گھر کا کوئی بھی شخص زنا کا مرتکب نہیں ہوگا اور مرنے کے بعد ۷۰ ہزار فرشتے اس کے تشییع جنازہ میں شرکت کریں گے اور اس کے لئے دعا اور استغفار کرتے ہوئے اسے قبر تک پہنچائیں گے[3]۔

اس سورت کی تلاوت کے آثار اور برکات میں سے بعض؛ احتلام سے نجات[4]، بھاگے ہوئے شخص کی واپسی، (اگر اس سورت کی ۴۰ویں آیت کی تلاوت کرے)، بینائی کی کمزوری دور کرنا (اس کے لیے ۳۵ویں آیت کو کسی چیز پر لکھ کر اسے دھوئے اور وہ پانی انکھوں پر ملے۔)[5] ذکر ہوئی ہیں۔

اٹھارویں پارے کے چیدہ نکات

سورۃالمؤمنون۔ یہ سورہ مکی ہے اور حکم زکوٰۃ مدینہ میں نازل ہوا ہے لہذا اس سورہ میں زکوٰۃ سے مراد زکوۃ واجب نہیں ہے بلکہ کار خیر ہے جسے زکوٰۃ مستحب سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، اس سورہ کا ہر جمعہ کے دن تلاوت کرنے والا فردوس اعلیٰ کا استحقاق پیدا کر لیتا ہے۔

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١﴾ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ﴿٢﴾ سورۃ المؤمنون

ان آیات مبارکہ نے یہ صاف واضح کر دیا ہے کہ مسلمان اور مؤمن ہونے کیلئے عقیدہ کافی ہے لیکن کامیابی اور نجات حاصل کرنے کیلئے مختلف قسم کی ذمہ داریوں کا ادا کرنا بھی ضروری ہے اور وہ ذمہ داریاں یہ ہیں کہ خدا کی بارگاہ میں خضوع و خشوع ہو، بندوں کیلئے مال زکوٰۃ ادا کیا جائے، اخلاقی اعتبار سے لغویات سے پرہیز کیا جائے، عفت کے اعتبار سے ناجائز ذرائع سے شہوت کی تسکین کا سامان نہ کیا جائے، سارے ہی معاملات میں امانت اور عہد کا خیال رکھا جائے، بندگی کے استحکام کیلئے نماز کے اوقات کی پابندی کی جائے، ان شرائط کے بغیر نجات کا کوئی امکان نہیں ہے۔

---

[1] شیخ طوسی، تہذیب الاحکام، ۱۳۸۲ق، ج۸، ص ۱۱۲۔
[2] کلینی، کافی، ۱۴۰۷ق، ج۵، ص ۵۱۶۔
[3] ابن بابویہ، ثواب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ص ۱۰۹۔
[4] بحرانی، تفسیر البرہان، ۱۳۸۸ش، ج۴، ص ۴۳۔
[5] کلینی، الکافی، ۱۴۰۷ق، ج۲، ص ۶۲۳۔

بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے ولادت کے بعد سب سے پہلے انہیں آیات کی تلاوت کی تھی اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ نے سند دی تھی کہ یہ بات تمہارے ہی ذریعے حاصل ہوئی ہے، گویا محبت اہلبیتؑ انسان کو انہیں ذمہ داریوں پر عمل کرنے کی دعوت دیتی ہے اور یہی ذمہ داریاں ہیں جو انسان کو منزل نجات تک لے جاتی ہیں۔

فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ مَا هَـٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيدُ أَن يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّـهُ لَأَنزَلَ مَلَائِكَةً مَّا سَمِعْنَا بِهَـٰذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ﴿٢٤﴾ سورۃالمؤمنون

ہر دور میں اشراف قوم کو یہی پریشانی رہتی ہے کہ اگر دوسرے شخص کی عظمت بیان کی گئی تو ہماری ریاست کا کیا انجام ہوگا، خود ہمارے دور میں بھی دنیا کی تمام بڑی طاقتیں اسی ایک تصور سے پریشان رہتی ہیں کہ علماء دین کی حیثیت کا اندازہ لگالیا گیا تو ہم جیسے شرابیوں اور کبابیوں کا پرسان حال کون ہوگا۔

وَقَالَ الْمَلَأُ مِن قَوْمِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِلِقَاءِ الْآخِرَةِ وَأَتْرَفْنَاهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا مَا هَـٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ ﴿٣٣﴾ سورۃالمؤمنون

انسان عجیب وغریب شخصیت کا مالک ہے کہ جب دولت اور سامان عشرت نہیں ملتا ہے تو دعا کرتا ہے اور فریاد کرتا ہے اور جب سامان عشرت مل جاتا ہے تو سب سے پہلے اسے خدا کی مخالفت کے ذریعہ کے طور پر استعمال کرتا ہے اور اپنے کو دنیا میں مشغول رکھنے کیلئے خیال آخرت کو ذہن سے یکسر نکال دینا چاہتا ہے اگرچہ یہ خیال ہر آن اس کے ذہن کو ٹھوکے دیتا رہتا ہے اور اس کے ضمیر کو کسی طرف سے بھی مطمئن نہیں ہونے دیتا ہے لیکن پھر بھی وہ اپنی بات کو بالا رکھنے کیلئے اس کی مخالفت کرتا ہے تاکہ کم از کم قوم اس کی طرف متوجہ نہ ہونے پائے ورنہ ہماری حیثیت اور شخصیت کا جنازہ نکل جائے گا اور ہماری کوئی قدر و قیمت نہ رہ جائے گی۔

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ۖ إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿٥١﴾ سورۃالمؤمنون

اسلام کسی مقام پر بھی کھانے پینے اور عیش و آرام کرنے سے منع نہیں کرتا ہے اس کا مطالبہ صرف یہ ہے کہ انسان پاکیزہ غذا کھائے اور کھا کر سو نہ جائے بلکہ عمل صالح کرتا رہے تاکہ غذا مقصد حیات نہ بننے پائے اور اس کی حیثیت ایک وسیلۂ عمل ہی کی رہے جیسا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ کے حالات میں نقل کیا گیا ہے کہ آپ اپنے اصحاب کی اچھی غذاؤں سے انکار نہیں فرماتے تھے بلکہ انہیں نوش فرما لیتے تھے اور پسندیدگی کا اظہار فرماتے تھے اور آپ کا منشا یہ تھا کہ قوم میں تصوف اور رہبانیت کو رواج نہ ملنے پائے ورنہ اسلام تباہ و برباد ہو جائے گا، اسلام مسائل حیات کو حل کرنے اور مشکلات زندگی سے جہاد کرنے آیا ہے، وہ میدان حیات سے فرار کی تعلیم دینے کیلئے نہیں آیا ہے، اور جو لوگ اس قسم کی تعلیم دیتے ہیں اور پھٹے لباس یا خراب غذا ہی کو مذہب یا تقدس کا معیار بنانے ہوئے ہیں وہ درحقیقت روح مذہب سے دور اور نظام اسلام کی بربادی کا ذریعہ ہیں

البتہ اسلام ذمہ داران مذہب کو ضرور حکم دیتا ہے کہ وہ عوام کی زندگی کا خیال رکھیں اور اس سے بلند نہ ہوں تاکہ اس طرح عوام کے قلوب کو تسکین ملتی رہے اور وہ دل شکستہ نہ ہوں، لیکن یہ رہبانیت کے علاوہ ایک دوسرا مسئلہ ہے جس کا تصوف اور ترک دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اسکے علاوہ یہ ایک اشارہ ہے کہ عمل خیر کا جذبہ پاکیزہ غذا سے ہی پیدا ہوتا ہے اگر کسی انسان کی غذا پاکیزہ نہیں ہے اور اس کے رگ و پےمیں نجاست و خباثت سرایت کر گئی ہے تو کہیں نہ کہیں اس کا اثر ضرور ہو گا، حرام تنخواہ کھانے والے، حرام کاروبار کو اسی لیے نہیں ترک کر پاتے ہیں کہ مال حرام نے قبول حق کی صلاحیت کو سلب کر لیا ہے اور اب وہ راستے پر آنے والے نہیں ہیں۔

قُلْ مَنۢ بِيَدِهِۦ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٨٨﴾ سورۃ المؤمنون

قرآن مجید میں منکرین معاد کو سمجھانے کیلئے جس قدر اسالیب اور عناوین سے کام لیا گیا ہے شاید اسی قدر اسالیب و عناوین کسی اور موضوع کیلئے استعمال نہیں ہوئے ہیں، چنانچہ اس مقام پر تین اسالیب پیش کیے گئے ہیں۔

[۱] تمہارا خیال یہ ہے کہ ہم مٹی ہو جائیں گے تو دوبارہ کیسے اٹھائے جائیں گے؟ تو سوال یہ ہے کہ تم تو مٹی میں شامل ہو جاؤ گے خود اصل مٹی کا خالق کون ہے اور اگر اسے پہچانتے ہو تو جو اتنی بڑی زمین کو پیدا کر سکتا ہے وہ زمین سے آدمی کو کیوں نہیں نکال سکتا ہے۔

[۲] زمین تو چھوٹی سی چیز ہے ان ساتوں آسمانوں اور عرش اعظم کا حساب بتاؤ کہ ان کا مالک کون ہے؟ اور جب مانتے ہو کہ ان کا مالک بھی خدا ہی ہے تو سوچو کہ جو اتنے بڑے آسمان کو پیدا کر سکتا ہے اس کو ایک آدمی کے پیدا کرنے میں کیا زحمت ہے۔

[۳] پھر انسان اور عرش کی بات تو ایک طرف رہی کل کائنات کے بارے میں سوچو کہ یہ کائنات کس کے قبضۂ قدرت میں ہے اور اگر پہچانتے ہو کہ وہ خدا ہی ہے تو آخر کسی کے جادو میں مبتلا ہو گئے ہو کہ قادر مطلق کو عاجز تصور کر لیا ہے اور حیات آخرت پر ایمان نہیں لا رہے ہو۔

ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ۚ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَصِفُونَ ﴿٩٦﴾ سورۃ المؤمنون

بعض حضرات کا خیال ہے کہ ہر برائی کا بہترین جواب یہ ہے کہ انسان صبر سے کام لے تاکہ ظالم کو خود ہی شرم آجائے اور وہ ظلم سے باز آجائے یا منکر کو ہوش آجائے اور وہ راہ راست پر آجائے لیکن یہ بات قاعدۂ کلیہ کے طور پر نہیں ہے بلکہ اچھائی کا معیار یہ ہے کہ جواب حالات کے مطابق ہو اور انسان میں نیکی کی صلاحیت پائی جاتی ہے تو جواب صبر سے ہو اور صرف شرارت پر آمادہ ہے تو طاقت کا بھی مظاہرہ کرو تاکہ اسے تمہاری کمزوری کا احساس نہ ہونے پائے کہ اس طرح مزید بغاوت اور شرارت پیدا ہو گی، جس طرح کہ سرکار دو عالم (ص) نے مدینہ منورہ کی زندگی میں کیا ہے۔

قَالَ اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ ﴿١٠٨﴾ سورۃ المؤمنون

واضح رہے کہ زبان عرب میں یہ لفظ کتے کو دھتکارنے کے لئے استعمال ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کفار اور ظالمین نگاہ پروردگار میں ایک نجس العین جانور سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے ہیں، اب یہ حیرت کی بات ہے کہ کفار و مشرکین کو مسلمان اپنا آقا و مولا اور اپنے مقدر کا مالک و مختار بنائے ہوئے ہیں

سورۃالنور ۔ سورۂ نور کے بارے میں امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے اموال اور اپنی عورتوں کی عفت کا تحفظ سورہ نور کی تلاوت کے ذریعہ کرو کہ اس کی روزانہ تلاوت کا اثر یہ ہوتا ہے کہ گھرانے میں کوئی شخص بھی بدکا نہیں ہوتا ہے۔

اس سورہ کا کل خلاصہ یہ ہے کہ یہ مومنین کے پیغام نجات سے شروع ہوا ہے اور کافرین کے عدم نجات پر تمام ہوا ہے اور اسی لئے اس کے فورا بعد مغفرت اور رحمت کی دعا کی گئی ہے تاکہ انسان توفیقات الٰہیہ اور رحمت پروردگار کے سہارے زمرۂ مومنین میں شامل رہے اور کفار کے گروہ میں محشور نہ ہونے پائے۔

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ﴿٢﴾ سورۃالنور

اسلام عفت اور پاکیزگی کا مذھب ہے، وہ اس مسئلہ میں کسی طرح کی مروت کا قائل نہیں ہے، وہ مسئلہ کی تحقیق اور گواہی پر ضرور زور دیتا ہے لیکن جرم کے ثابت ہو جانے کے بعد پھر کسی طرح کی رعایت نہیں کرتا ہے بلکہ سزا کو منظر عام پر لانا چاہتا ہے، تاکہ عزت لوٹنے والے کا انجام عزت لٹنے کی شکل میں دیکھنے میں آئے اور اسے عبرت حاصل ہو سکے اور اس کی عبرت کے بیچ میں دیگر افراد معاشرہ بھی عبرت حاصل کرلیں۔

أَن تَأْكُلُوا مِن بُيُوتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ آبَائِكُمْ أَوْ بُيُوتِ ﴿٦١﴾ سورۃالنور

بعض حضرات کا خیال ہے کہ گھروں کی تکرار اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اسلام جوائنٹ فیملی کا طرفدار نہیں ہے اور وہ ہر ایک کا گھر الگ الگ دیکھنا چاہتا کہ اس طرح بغض و حسد، حرص و طمع اور مقابلہ و چشمک سے بھی انسان محفوظ ہو جائے گا اور پردے کا بھی باقاعدہ اہتمام ہو سکے گا۔

وَلَٰكِن مَّتَّعْتَهُمْ وَآبَاءَهُمْ حَتَّىٰ نَسُوا الذِّكْرَ وَكَانُوا قَوْمًا بُورًا ﴿١٨﴾ سورۃالفرقان

انسانی گمراہی کا سب سے بڑا سرچشمہ دنیا کا عیش و آرام اور مال و سرمایہ ہوتا ہے کہ یہ جب کسی کے پاس آجاتا ہے تو اس کے لئے گمراہی کے جملہ امکانات فراہم ہو جاتے ہیں اور وہ راہ راست سے بہکنے لگتا ہے۔

کفار و مشرکین تو کفار و مشرکین ہیں، مسلمان اور مومنین کو بھی یہ مال دنیا مل جاتا ہے تو ان میں فرعونیت پیدا ہونے لگتی ہے اور لوگوں کے مقابلہ میں اپنی برتری کو دیکھ کر اپنے کو خدا سے بھی بالاتر سمجھنے لگتے ہیں اور انہیں یہ احساس ہونے لگتا ہے کہ اب ہم پر اطاعت خدا فرض نہیں ہے اور ہم میں تو خود بھی خدائی کا ایک پرتو نظر آنے لگا ہے۔

دنیا میں کتنے افراد ایسے ہیں جو مال دنیا اور سرمآیت و دولت پر عبادت خدا کو مقدم کریں؟؟اور اگر کاروبار یا نوکری میں اس طرح ترقی مل رہی ہو کہ اوقات نماز متاثر ہو رہے ہوں یا نماز جماعت ترک ہو رہی ہو یا روزہ ہاتھ سے جا رہا ہو یا اعمال خیر میں شرکت سے محرومی ہو رہی ہو تو وہ نوکری کی ترقی یا آمدنی میں اضافہ کو نظر انداز کر دیں؟؟اور عبادت الہی کو دنیا و آخرت کی ترقی کا سرمایہ تصور کریں؟؟؟!

انیسویں پارے کا مختصر جائزہ

اس پارے کے ضمن میں سورۂ الفرقان، الشعراء، النمل کا ذکر کیا جائے گا۔

۲۵۔سورہ فُرْقان کا مختصر جائزہ

سورہ فُرقان قرآن کی ۲۵ویں اور مکی سورتوں میں سے ہے جو ۱۸ویں اور ۱۹ویں پارے میں واقع ہے اس سورت کا نام فرقان ہے جس کے معنی حق اور باطل کو جدا کرنے والے کے ہیں اس سورت میں توحید، معاد، نبوت اور بت پرستی کے خلاف جد و جہد جیسے مضامین پر تاکید کی گئی ہے اس کی آخری آیتوں میں حقیقی مؤمنوں کی خصوصیات کو بیان کیا گیا ہے اس سورت کی آیت نمبر ۶۰ میں مستحب سجدہ ہے اس سورت کی مشہور آیتوں میں آیت نمبر ۳۰(مہجوریت قرآن کے بارے میں)، ۵۳(میٹھے اور نمکین دریا کی جدائی کے بارے میں)اور ۵۹(۶ دن میں کائنات کی خلقت کے بارے میں)شامل ہیں۔

اس سورت کی تلاوت کے بارے میں پیغمبر اکرم ﷺ سے نقل ہے کہ جو شخص سورہ فرقان کی تلاوت کرے قیامت کے دن اس حالت میں محشور ہوگا کہ قیامت کے آنے پر یقین رکھتا ہوگا اور مردوں کے مبعوث ہونے میں کوئی شک نہیں کرتا ہوگا اور یہ شخص بغیر کسی حساب و کتاب کے بہشت میں داخل ہوگا۔

مضامین

اس سورت میں مطرح ہونے والے موضوعات کچھ یوں ہیں۔ اسلام قبول کرنے میں مشرکین کے بہانے اور قرآن کا جواب، شرک کے خلاف جد و جہد، گذشتہ اقوام کی داستانیں، قیامت کے دن لوگوں کی حسرت، توحید کی نشانیاں اور کائنات میں عظمت خدا کے مظاہر اور مؤمنوں اور کافروں کا موازنہ؛ اس سورت کے مضامین میں سب سے اہم موضوع "عباد الرحمن" یعنی خدا کے حقیقی بندوں کی خصوصیات ہیں جو اس سورت کی آیت نمبر ۶۳ سے آخر تک میں بیان ہوئی ہیں۔

فضیلت اور خواص

اس سورت کی تلاوت کے بارے میں پیغمبر اکرم ﷺ سے نقل ہے کہ جو شخص سورہ فرقان کی تلاوت کرے قیامت کے دن اس حالت میں محشور ہوگا کہ قیامت کے آنے پر یقین رکھتا ہوگا اور مردوں کے مبعوث ہونے میں کوئی شک نہیں کرتا ہوگا اور یہ شخص بغیر کسی حساب و کتاب کے بہشت میں داخل ہوگا[1]۔

---

[1] مجمع البیان، ج ۷، ص ۲۵۰۔

امام کاظم علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے کہ "سورہ فرقان کو ترک نہ کرو کیونکہ جو شخص ہر شب اس کی تلاوت کرے خداوند متعال کبھی بھی اس کو عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا اور اس کا کوئی احتساب نہ ہو گا اور اس کو فردوس اعلی میں منزل عطا کرے گا[1]۔

۲۶۔ سورہ شعراء کا مختصر جائزہ

سورہ شعراء کے آخر میں شعراء کا حال بیان کیا گیا ہے اور حق گو اور باطل گو شعراء کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اسی بنا پر یہ سورت اس نام سے موسوم ہوئی ہے حروف مقطعات سے شروع ہونے والی ۲۹ سورتوں میں بارہویں نمبر پر ہے اور اس سورت کا دوسرا نام جامعہ ہے کیونکہ بہت سے مسائل کے علاوہ کئی انبیاء اور اقوام و ملل کی داستانوں مشتمل ہے۔ اس سورت کا دوسرا نام طسم [= طاسین میم] ہے کیونکہ یہ سورت ان سورتوں میں سے ہے جن کا آغاز ان حروف مقطعہ یا اسرار آمیز فواتح سور سے ہوتا ہے اور ان حروف سے شروع ہونے والی انتیس سورتوں میں بارہویں نمبر پر ہے اس سورت کا ایک نام جامعہ ہے کیونکہ یہ بہت سے مسائل و موضوعات کے علاوہ متعدد انبیاء اور اقوام کی داستانوں کو بھی اپنے بطن میں لئے ہوئے ہے۔

مضامین

یہ سورت مختلف النوع مفاہیم و مضامین پر مشتمل ہے اور اس کا موضوع توحید، آخرت کا خوف اور رسول اللہ الاعظم (ص) پر آنے والی وحی کی تصدیق ہے یہ سورت لوگوں کو دنیا اور آخرت میں رسول اللہ (ص) کے جھٹلانے والوں کے برے انجام کا خوف اور اس سلسلے میں آپ (ص) کو تسلی اور اطمینان دلاتی ہے کہ لوگ تیزی کے ساتھ آپ (ص) پر ایمان کیوں نہیں لاتے، اس سورت میں بعض انبیاء (ع) اور ان کی قوموں کی داستانوں کی طرف بھی اشارے ہوئے ہیں جیسے۔ حضرت موسی (ع) اور ہارون (ع) اور فرعون اور جادوگروں کی داستان؛ حضرت ابراہیم ان کے باپ [یا نانا یا چچا آزر] اور ان کی قوم کی داستان؛ حضرت صالح (ع) اور ان کی قوم یعنی ثمود اور حضرت صالح (ع) کی ناقہ کی داستان؛ حضرت نوح (ع) اور ان کے کشتی بنانے کی داستان؛ حضرت لوط (ع) اور ان کی قوم کی داستان؛ اور حضرت ہود (ع) اور ان کی قوم یعنی قوم [[قوم عاد{عاد]] کی داستان۔

فضیلت اور خواص

اس سورت کی فضیلت اور تلاوت کے بارے میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سے منقول ہے کہ جو شخص سورہ شعرا کی تلاوت کرے اس کے لئے حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت شعیب، حضرت صالح، حضرت ابراہیم، حضرت عیسی علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر ایمان لانے اور انہیں تکذیب کرنے والوں کے دس برابر ثواب دیا جائے گا[2]۔

---

[1] شیخ صدوق، ثواب الاعمال، ص ۱۰۹۔ طبرسی، مجمع البیان، ج ۷، ص ۲۵۰۔

[2] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج ۷، ص ۲۸۶۔

۲۷۔سورہ نمل کا مختصر جائزہ

حضرت سلیمان علیہ السلام اور چیونٹیوں کے قصے کی وجہ سے اسے نمل (چیونٹی) کا نام دیا گیا ہے اس سورت میں اللہ تعالی نے پانچ انبیا؛ حضرت موسیٰؑ، حضرت داوودؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت صالحؑ اور حضرت لوطؑ کے حالات بیان کرتے ہوئے مؤمنوں کو بشارت اور مشرکوں کو عذاب کی خبر دی ہے اس سورت میں خدا شاسی، توحید کی نشانیاں اور معاد کے کچھ واقعات بیان کیا ہے

آیت امّن یجیب اس سورت کی مشہور آیات میں سے ایک ہے کہ جسے روایات میں امام زمانہؑ کے بارے میں قرار دیا ہے یہ آیت مشکلات کے حل اور بیماروں کی شفایابی کے لیے پڑھی جاتی ہے اس سورت کی ۸۳ویں آیت رجعت کے اثبات کے لئے استفادہ کی جاتی ہے۔

سورہ نمل کی تلاوت کی فضیلت میں منقول ہے کہ جو شخص اس سورت کی تلاوت کرے اللہ تعالی اسے ان لوگوں کی تعداد کے برابر حسنہ عطا کرے گا جنہوں نے حضرت سلیمانؑ، حضرت ہودؑ، حضرت شعیبؑ حضرت صالحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی تصدیق یا تکذیب کی ہے، اور قیامت کے دن لا الہ الا اللہ کی صدا بلند کرتے ہوئے قبر سے باہر آئے گا۔

مضامین

علامہ طباطبائیؒ کا کہنا ہے کہ سورہ نمل کا اصل ہدف لوگوں کو بشارت دینا اور ڈرانا ہے؛ اسی لئے بعض انبیا جیسے حضرت موسیٰؑ، داوودؑ، سلیمانؑ، صالحؑ اور لوطؑ کے قصے بیان کیا ہے اور اس کے علاوہ معارف کے بعض اصول جیسے؛ توحید ربوبی اور معاد کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ تفسیر نمونہ میں کہا گیا ہے کہ ان پانچ انبیا کا قصہ اور منحرف اقوام سے ان کے مقابلے کو سورہ نمل میں بیان کرنا مکہ میں موجود اقلیتی مومنوں کی حوصلہ افزائی اور سرکش مشرکوں کو ایک تنبیہ کرنا تھی تاکہ وہ سرکش طاغوت کی تاریخ سے عبرت لیتے ہوئے ہدایت پائیں اس سورت میں ذکر ہونے والے موضوعات میں سے ایک اور موضوع اللہ تعالی کا بے نہایت علم، کائنات کی ہر چیز پر اس کی نظارت اور بندوں پر حاکمیت پر توجہ دینا ہے جس میں انسان کے لیے تربیتی بہت آثار پائے جاتے ہیں خدا شاسی، توحید کی نشانیاں اور محشر و معاد کے واقعات بھی ان مطالب میں سے ہیں جو اس سورت میں ذکر ہوئے ہیں۔

فضیلت اور خواص

سورہ نمل کی تلاوت کی فضیلت میں منقول ہے کہ جو شخص سورہ طس (سورہ نمل) کی تلاوت کرے اللہ تعالی اسے ان لوگوں کی تعداد کے دس برابر حسنہ عطا کرے گا جنہوں نے حضرت سلیمانؑ، حضرت ہودؑ، حضرت شعیبؑ حضرت صالحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی تصدیق یا تکذیب کی ہے، اور قیامت کے دن لا الہ الا اللہ کی صدا بلند کرتے ہوئے قبر سے باہر آئے گا[1]۔ اسی طرح جو شخص شب جمعہ تینوں طواسین (سورہ شعراء، سورہ نمل اور سورہ

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۷، ص۳۲۷۔

قصص) پڑھے وہ اولیاء اللہ میں سے ہو گا اور اللہ تعالی کے لطف و رحمت کے سائے میں ہو گا، دنیا میں بد بخت نہیں ہو گا، آخرت میں اسے بہشت میں سے اتنا دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ راضی ہو جائے بلکہ اس کی خواہش سے زیادہ دیا جائے گا اللہ تعالی اسے سو حور العین اس کی تزویج میں دے گا[1]۔

انیسویں پارے کے چیدہ نکات

يَا وَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ﴿٢٨﴾ سورۃ الفرقان

انسان دنیا میں دوست احباب پا کر روز آخرت سے بالکل غافل ہو جاتا ہے اور مذہب کے مقدسات اور تعلیمات کا بھی نداق اڑانے لگتا ہے، وہ یہ بھول جاتا ہے کہ قیامت کا دن بڑا اندوہناک اور ہولناک دن ہو گا، اس دن کوئی دوست کام آنے والا نہ ہو گا اور ہر ظالم غصے سے اپنے ہاتھوں کو کاٹے گا اور کہے گا کہ اے کاش میں نے فلاں شخص کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا، ایک مسلمان کا فرض ہے کہ دوستی کرنے سے پہلے اسکے انجام پر نظر کر لے اور انہیں افراد سے محبت کرے جو روز محشر کام آنے والے ہیں اور ان کے ساتھ نہ جائے جن کی رفاقت میں حسرت و ندامت کے علاوہ کچھ ہاتھ آنے والا نہیں ہے۔

وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا ﴿٣٠﴾ سورۃ الفرقان

مھجور بنا لینے کے معنی تلاوت نہ کرنے سے نہیں ہیں کہ انسان تلاوت اور حفظ کر کے مطمئن ہو جائے کہ ہم نے قرآن کا حق ادا کر دیا ہے اور نبی کی فریاد کے دائرہ سے باہر نکل گئے ہیں بلکہ مھجور بنا لینے کے معنی زندگی کے تمام شعبوں میں نظر انداز کر دینے کے ہیں لہذا صبح و شام تلاوت کرنے کے بعد بھی زندگی کے مسائل میں اسے سند اور حکم نہ بنایا جائے تو وہ نظر انداز کر دینے ہی کے مترادف ہے۔

تَبَارَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا وَقَمَرًا مُّنِيرًا ﴿٦١﴾ سورۃ الفرقان

اللہ نے آفتاب کو چراغ سے تعبیر کیا ہے اور ماہتاب کو منیر قرار دیا ہے جس کے بارے میں بعض علماء کا خیال ہے کہ نور انعکاسی روشنی کا نام ہے اور چراغ میں اپنی روشنی ہوتی ہے اور اسی لئے آفتاب کو چراغ اور ضوء سے تعبیر ہے کیا جاتا ہے اور چاند کو نور اور منیر سے لیکن اس مقام پر ایک ادبی نکتہ یہ بھی ہے کہ قدرت نے آفتاب کو سراج قرار دیا ہے اور ماہتاب کو منیر اور اپنے حبیب (ص) کو سراج منیر قرار دیا ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ سرکار دوعالم (ص) کی ذات میں آفتاب اور ماہتاب دونوں کے انوار کی جامعیت پائی جاتی ہے۔

---

[1] حویزی، نور الثقلین، ۱۴۱۵ق، ج ۴، ص ۴۷۔

وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ﴿٧٤﴾ سورۃ الفرقان

انسان مؤمن کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ قوم کا قائد اور پیشوا بننے سے پہلے اس بات کی فکر کرتا ہے کہ اس کی زوجہ اور اولاد اس کے نقش قدم پر چلے، احکام الٰہی کی اطاعت کرے اور صحیح راستہ پر چلے تا کہ اس کے لیے خنکیٔ چشم کا باعث بنی رہے۔

قَالَ أَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلِيدًا وَلَبِثْتَ فِينَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِينَ ﴿١٨﴾ سورۃ الشعراء

فرعون کے ان کلمات نے واضح کر دیا کہ کفر اسلام والوں کی تربیت کرتا ہے تو اختلافِ عقائد کی صورت میں احسان ضرور جتاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بعثت کے موقع پر جناب ابو طالبؑ کا اعتراض نہ کرنا اور احسان جتانے کے بجائے حمایت و نصرت کا وعدہ کرنا ایمانِ کامل کی بہترین دلیل ہے اور اس امر کا اعلان ہے کہ ایک مسلمان نے بانیٔ اسلام کو پالا ہے اور ایک مومن کامل نے روح ایمان کی پرورش کی ہے، فرعون جیسے سیاستدان ہر دور میں پائے جاتے ہیں، جن کا کام ہوتا ہے آگ لگانا اور پھر بالٹی لے کر دوڑنا تا کہ لوگ اس نکتہ کی طرف سے غافل ہو جائیں کہ اس شخص نے ہی آگ لگائی تھی اور لوگ فقط یہ دیکھنے لگیں کہ اگر یہ شخص نہ ہوتا تو آگ کس طرح بجھتی حالانکہ کہ صحیح صورت حال یہ ہے کہ یہ شخص نہ ہوتا تو آگ ہی نہ لگتی، بنیادی مسئلہ آگ لگانے کا ہے آگ بجھانے کی بات تو بعد میں ہوتی ہے، فرعون نے اس ظلم پر پردہ ڈالنے کیلئے کہ اس نے ہر شریف انسان کو بے گھر کر دیا ہے اور بچوں کو شکم مادر میں بھی پناہ لینے نہیں دی ہے، یہ احسان جتانا شروع کر دیا کہ ہم نے آپ کو اپنے قصر میں پالا ہے، جناب موسیٰ علیہ السلام نے اس بالٹی لے کر دوڑنے کی حقیقت کو واضح کر دیا کہ تو نے ہی آگ لگائی تھی اور ہر شخص کو بے گھر بنا دیا تھا کہ میری ماں کو مجھے دریا کے حوالے کرنے کی ضرورت پڑی، فرعون نے فوراً بات کا رخ پلٹ دیا اور جناب موسیٰ علیہ السلام برابر بحث جاری رکھے رہے۔

حقیقتاً مقام عبرت ہے کہ دو اللہ کے بندے اتنے بڑے مغرور اور متکبر بادشاہ کے سامنے کھڑے ہیں اور اس لہجہ میں گفتگو کر رہے ہیں کہ دور دور تک خوف و ہراس کا نام و نشان بھی نہیں ہے؛ کیا آج کے صاحبان ایمان میں کوئی اس واقعہ سے سبق لینے والا ہے اور باطل کے مقابلہ میں ایسی ہمت کا مظاہرہ کرنے والا ہے؟؟ ضمیر فروشی کے اس دور میں ایسی ہمت کا پیدا کر پانا تقریباً ناممکنات میں ہے رب کریم سب کو توفیق عطا فرمائے

تَاللَّهِ إِن كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٩٧﴾ سورۃ الشعراء

کیا بدنصیبی ہے ان بیچاروں کی کہ دنیا میں ایک دوسرے کی اطاعت کرتے رہے اور ان کی ہاں میں ہاں ملاتے رہے اور جہنم میں جا کر جھگڑا کرنے لگے کہ گمراہی کا گناہ گار اور ذمہ دار کون ہے اور کس نے کس کو گمراہ کیا ہے، کاش اہل باطل سے یہ جھگڑا یہیں کر لیا ہوتا تو وہاں یہ دن دیکھنے میں نہ آتے، اس کا واضح سا مطلب یہ ہے کہ جس کے اصول مذہب میں باطل سے تبرّا نہیں ہے اسے جہنم میں جا کر تبرّا کرنا پڑے گا، یہ اور بات ہے کہ

وہاں کا تبرّا مفید نہ ہو گا کیونکہ اس کی جگہ دنیا ہے آخرت نہیں، یہاں باطل سے بیزاری کا اعلان کرو تاکہ وہاں اس کا اجر و عوض حاصل کر سکو، وہاں جھگڑا کرنے سے کیا فائدہ ہو گا۔

وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ ﴿١٥١﴾ الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ﴿١٥٢﴾ سورۃ الشعراء

انسان کی بے شمار کمزوریوں میں سے ایک کمزوری یہ بھی ہے کہ وہ عیش و نشاط کو دیکھ کر انجام سے بالکل بے خبر ہو جاتا ہے اور یہ تصور بھی نہیں کرتا کہ یہ سامان راحت کسی وقت بھی تباہ ہو سکتا ہے یا یہ بھی ممکن ہے کہ یہ سامان رکھا رہ جائے اور انسان خود ہی چلا جائے اور اس سامان سے استفادہ نہ کر سکے، یہ کردار، اپنے دور میں بعض روساء اور زمینداروں میں بھی دیکھا گیا ہے اور بعض تاجروں اور افسروں میں بھی کہ نہ اول الذکر نے سوچا تھا کہ یہ زمینداری اور یہ ریاست ختم بھی ہو سکتی ہے اور اُس وقت مظلوم عوام نے بدلہ لینے کا ارادہ کر لیا تو کیا ہو گا، اور نہ ثانی الذکر یعنی تاجر اور افسر یہ سوچتے ہیں کہ دکان بند ہو گئی یا نوکری چلی گئی تو کیا ہو گا اور اگر کبھی سوچا بھی تو شیطانی فکر و نظر سے کہ اس طرح ذخیرہ اندوزی میں لگ گئے اور بینک بیلنس بنانے لگے اور یہ نہ سوچا کہ ابھی حالات بہتر ہیں کچھ کارِ خیر کر لینا چاہیے اس کے بعد حالات خراب ہو گئے تو سوائے حسرت کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُم مِّنْ أَزْوَاجِكُم ۚ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ ﴿١٦٦﴾ سورۃ الشعراء

اللہ نے جنسی تسکین کے لیے عورتوں کو پیدا کیا ہے اور قوم لوط نے یہی کام مردوں سے لینا شروع کر دیا جس پر قدرت نے سخت ترین عذاب نازل کر دیا کہ اسے یہ ہرگز پسند نہیں ہے اور وہ اسے کسی شکل میں بھی برداشت نہیں کر سکتا ہے، صاحبان ایمان کو ان قوموں کی بربادی دیکھنے کا انتظار کرنا چاہیے جو آج کے ترقی یافتہ دور میں اس عملِ بد کو سرکاری سطح پر جائز بنا کر اس کی حوصلہ افزائی کر رہی ہیں اور اس طرح عورتوں پر ایک نیا ظلم ہو رہا ہے کہ دھیرے دھیرے مردانکی طرف سے بالکل بے نیاز ہو جائیں گے اور ان کا مصرف بھی مردوں جیسا ہو جائے گا اور نسلوں کا سلسلہ ختم ہو جائے گا نسلوں کی بربادی خود بھی ایک عذاب والی ہے جس میں یہ قوم مبتلا ہو رہی ہیں۔

وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ﴿٢٢٤﴾ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ﴿٢٢٧﴾ سورۃ الشعراء

شعراء کے ساتھ استثناء کا ذکر اس بات کی علامت ہے کہ اسلام ادبی ذوق کا مخالف یا شعری لطافت کا دشمن نہیں ہے، اسلام ہمیشہ اس ذوق کی حوصلہ افزائی کرتا رہا ہے بشرطیکہ اس کی بنیاد ایمان و عمل صالح پر ہو ورنہ شراب و کباب کی تعریف اور حکام جور کی توصیف شعر کو آسمان ذوق سے گرا کر بدذوقی کے گڑھے میں ڈال دیتی ہے "نستجیر باللہ"۔

فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ ﴿٢٠﴾ سورۃ النمل

ہدہد کو پروردگار نے اتنی صلاحیت عطا کردی کہ اس نے ملکہ کو پہچانا، اس کے اقتدار کو پہچانا، اس کے مذہب کو پہچانا اور اس کی گمراہی کے اسباب کا بھی اندازہ لگالیا اور جناب سلیمان علیہ السلام سے یہ کہہ دیا کہ جو میں جانتا ہوں وہ آپ بھی نہیں جانتے ہیں، یہ ہدہد کی ذاتی صلاحیت کا کارنامہ نہیں ہے، یہ پروردگار کی مصلحت ہے کہ وہ ضرورت کے وقت جانوروں کو بھی مخصوص صلاحیت عطا کر دیتا ہے جس طرح کہ حوأب کے کتوں نے حضرت عائشہ کے عمل کو دیکھ کر بھونکنا شروع کر دیا تھا اور انہیں توجہ دلائی تھی کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ نے تنبیہ کی ہے کہ میری کوئی زوجہ مقام حوأب تک نہ جائے کہ وہاں کے کتے بھونکنے لگیں۔

بیسویں پارے کا مختصر جائزہ

اس پارے کے ضمن میں سورۂ القصص العنکبوت کا ذکر کیا جائے گا۔

۲۸۔ سورہ قصص کا مختصر جائزہ

سورہ قصص کی وجہ تسمیہ اس سورت میں بیان ہونے والی بعض انبیاء کی داستانیں ہیں؛ منجملہ حضرت موسی علیہ السلام کی داستان جو تفصیل سے بیان ہوئی ہے [آیت ۳ تا آیت ۴۶] اور آیت ۲۵ میں اس داستان کو قصص کا نام دیا گیا ہے اس سورت کا دوسرا نام سورہ موسی و فرعون ہے سورہ قصص چودھویں سورت ہے جس کا آغاز حروف مقطعہ [طسم۔ طاسین میم] سے ہوا ہے۔

مضامین

موسی علیہ السلام اور فرعون کا قصہ اس سورت کے آغاز ہی میں مندرج ہوا ہے اور قارون کا قصہ اس کے آخری حصے میں آیا ہے خداوند متعال اس سورت کے ضمن میں مسلمانوں کو دلاسہ دیتا ہے کہ انہیں جان لینا چاہئے کہ تمام قوتیں اسی کے ہاتھ میں ہیں اور وہ ان کی مدد کرتا ہے اور فرعون کی ظاہری طاقت اور قارون کی پوری دولت اللہ کے سامنے کوئی وقعت نہیں رکھتی۔

سورہ قصص کے دوسرے مضامین و مندرجات یہ ہیں۔ حضرت موسی (ع) اور حضرت شعیب (ع) کی داستان اور حضرت موسی علیہ السلام کی حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی سے شادی؛ حضرت موسی کے بھائی حضرت ہارون (ع) کا قصہ، اور ان کی وزارت، فصاحت و بلاغت؛ حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ کو فتح و کامرانی کی بشارت اور یہ کہ آپ (ص) فاتحانہ انداز سے اپنے وطن (مکہ) لوٹ کر جائیں گے؛ نیک اعمال کی پاداش دوہری ہے لیکن برے اعمال کا کیفر اعمال ہی کے برابر ہے۔

فضیلت اور خواص

سورہ قصص کی تلاوت کے بارے میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص شب جمعہ کو سورہ نمل، سورہ شعرا اور سورہ قصص کی تلاوت کرے، وہ خدا کا دوست قرار پائے گا اور خدا اپنی رحمت کے سایے میں اس کا حامی ہو گا، ایسا شخص دینا میں کبھی مشکلات اور سختیوں کا شکار نہیں ہو گا اور آخرت میں اس کی اپنی مرضی یا اس سے بھی بالاتر بہشت نصیب ہو گا[1]۔ مجمع البیان میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ سے نقل ہوا ہے کہ۔ جو شخص سورہ قصص کی تلاوت کرے اس شخص کے لئے حضرت موسی کی تصدیق یا تکذیب کرنے والوں کی تعداد کے برابر ثواب دیا جائے گا[2]۔

---

[1] صدوق، ثواب الأعمال، ۱۴۰۶ق، ص ۱۰۹۔

[2] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج ۷، ص ۳۷۳۔

۲۹۔سورہ عنکبوت کا مختصر جائزہ

سورہ عنکبوت قرآن مجید کی ۲۹ویں سورت ہے جس کا شمار مکی سورتوں میں ہوتا ہے اور ۲۰ویں اور ۲۱ویں پارے میں واقع ہے اس سورت کو عنکبوت کا نام اسی سورت کی آیت ۴۱ میں دی ہوئی تمثیل سے انتخاب کیا گیا ہے اس سورت میں توحید، خلقت میں اللہ تعالی کی نشانیاں اور شرک سے مبارزہ کے بارے میں تذکرہ ہوا ہے اور صدر اسلام میں مسلمانوں کی کم تعداد کی حوصلہ افزائی،اور سابقہ بعض انبیاءؑ کے حالات کے بارے میں بھی بیان ہوا ہے اسی طرح اس سورت میں قرآن کی عظمت، پیغمبر اکرمؐ کی حقانیت کے دلائل اور مخالفوں کی ضد کا بھی ذکر ہوا ہے ۴۱ویں اور ۵۷ویں آیات سورہ عنکبوت کی مشہور آیات میں سے ہیں جن میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالی کافروں کا بتوں پر اعتماد کرنے کو مکڑی اور اس کے کمزور ترین گھر سے تشبیہ دی ہے جبکہ دوسری آیت میں تاکید کی ہے کہ ہر انسان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور اللہ کی طرف لوٹ آنا ہے اس سورت کی فضیلت کے بارے میں پیغمبر اکرمؐ سے یہ حدیث نقل ہوئی ہے کہ جو بھی سورہ عنکبوت کی تلاوت کرے گا،اللہ تعالی اسے تمام مومنوں اور منافقوں کی تعداد کے دس برابر حسنات اسے عطا کرے گا،عنکبوت کا نام اس سورت کی ۴۱ویں آیت میں آئی ہوئی تمثیل سے لیا گیا ہے،اللہ تعالی نے اس آیت میں غیر خدا کو ماننے والے کافروں کو مکڑی اور اس کی جالے سے تشبیہ دی ہے اور مکڑی کے گھر کو سب سے کمزور گھر قرار دیا ہے۔

مضامین

تفسیر نمونہ میں سورہ عنکبوت کے مضمون کو مندرجہ ذیل چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔[۱] «امتحان» اور منافقوں کا امتحان کے بارے میں رد عمل اور ان کی کارکردگی کی پہچان؛[۲] سابقہ انبیاء جیسے حضرت نوحؑ،ابراہیمؑ، لوطؑ اور شعیبؑ کے حالات کو بیان کر کے پیغمبر اکرم ﷺ اور صدر اسلام کے کم تعداد مسلمانوں کو حوصلہ دینا؛[۳] توحید،عالم خلقت میں خدا کی نشانیاں اور شرک سے مقابلے کا تذکرہ؛[۴] جعلی خداؤں کی بے بسی اور ناتوانی کا تذکرہ، بت پرستوں کو مکڑی سے تشبیہ دینا،اسی طرح قرآن کی عظمت، پیغمبر اکرم ﷺ کی حقانیت کے دلائل،منافقوں کی ضد، بعض تربیتی مسائل جیسے نماز،والدین سے نیکی، نیک اعمال، مخالفوں سے منطقی گفتگو کرنے کے بارے میں کہا گیا ہے۔

فضیلت اور خواص

اس سورت کی فضیلت کے بارے میں پیغمبر اکرم ﷺ سے منقول ہے کہ جو شخص سورہ عنکبوت کی تلاوت کرے،اسے تمام مومنوں اور منافقوں کی تعداد کے دس برابر حسنات دئے جائیں گے[۱]۔ اسی طرح امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے جو بھی سورہ عنکبوت اور سورہ روم کو ماہ رمضان کی ۲۳ویں رات میں تلاوت کرے، خدا کی قسم وہ شخص اہل بہشت میں سے ہے اور اس مسئلے میں کسی کو بھی استثناء نہیں کرتا ہوں اور اس قطعی قسم

[۱] طبرسی، مجمع البیان،۱۴۰۶ق، ج۸، ص۴۲۵۔

کے نتیجے میں اللہ تعالی کی طرف سے کسی گناہ کو لکھنے کا خوف بھی نہیں ہے کیونکہ اللہ کے ہاں ان دو سورتوں کا کا بڑا مقام ہے[1]۔ اس سورت کے خواص کے بارے میں منقول ہے کہ اگر کوئی شخص اسے لکھے اور پانی سے دھو کر پی لے تو اس سے بخار، سردی اور درد دور ہونگے، موت کے علاوہ کسی اور درد سے دوچار نہیں ہوگا اور زندگی میں ڈھیر ساری خوشیاں اسے نصیب ہونگی۔ سونے سے پہلے اس سورت کو پڑھنے سے سکون کی نیند سوئے گا[2]۔

بیسویں پارے کے چیدہ نکات

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ﴿٨٢﴾ سورۃ النمل

دابۃ الارض ایک باشعور انسان ہے جس کی تفسیر بعض روایات میں امیر المومنینؑ سے اور بعض میں امام مہدی (عجل) سے کی گئی ہے، مختلف اوقات میں معصومین علیہم السلام سے یہ پوچھا گیا ہے کہ آخر وہ کونسی مخلوق ہے جس کو اس کام کیلئے معین کیا گیا ہے تو فرمایا کہ وہ صاحب لحیہ ہے جس سے یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ باطل سے بیزاری کا اعلان کوئی ڈاڑھی والا ہی کر سکتا ہے، ڈاڑھی منڈوں کو یہ شرف بھی حاصل نہیں ہو سکتا ہے اور نہ ان کے اعلان کا کوئی اعتبار ہے۔

وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ﴿٥﴾ سورۃ القصص

مستضعف اگرچہ علمی، ادبی، فکری، اقتصادی اور سیاسی ہر اعتبار سے ہو سکتا ہے لیکن عام طور سے اس کا اطلاق سیاسی اور اخلاقی کمزوری پر ہوتا ہے قرآن مجید میں مستضعفین کا ذکر پانچ مقامات پر ہوا ہے اور ان سے مراد وہ صاحبان ایمان ہیں جنہیں ہر اعتبار سے پامال کر دیا گیا ہے۔

وَقَالَتِ امْرَأَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّي وَلَكَ ۖ لَا تَقْتُلُوهُ عَسَىٰ أَن يَنفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٩﴾ سورۃ القصص

زوجہ فرعون کا نام آسیہ بنت مزاحم تھا اور انہیں قدرت نے اسی دن کیلئے فرعون کے قصر میں رکھا تھا، انہوں نے ایک نبیٔ خدا کی زندگی کا تحفظ کر لیا تو روایت میں وارد ہوا ہے کہ دنیا کی بہترین عورتیں چار ہیں۔ مریم بنت عمران، آسیہ بنت مزاحم، خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ اور سب کا مشترک کردار یہ ہے کہ سب نے اپنے اپنے دور میں نبیٔ خدا کی حیات کا تحفظ کیا ہے؛ جناب مریم نے جناب عیسی علیہ السلام کو بچایا ہے، جناب

---

[1] صدوق، ثواب الاعمال وعقاب الأعمال، ص ۱۰۹۔

[2] بحرانی، ترجمہ تفسیر البرہان، ۱۴۱۵ق، ج ۴، ص ۳۰۱۔

آسیہ نے حضرت موسی علیہ السلام کا تحفظ کیا ہے، حضرت خدیجہ نے پیغمبر اسلام کو سہارا دیا ہے اور جناب فاطمہ نے اپنے باپ کے لئے ماں کی شفقت و محبت کا انتظام کر کے ان کا حوصلہ بڑھایا ہے، یہاں تک کہ روایات کی بنا پر سرکار دو عالمؐ انہیں اپنے باپ کی ماں کہہ کر یاد کیا کرتے تھے تحفظ رسالت ایک ایسا عظیم کارنامہ ہے جس کی مدح و ثناء آیات قرآن اور ارشادات معصومینؑ میں بار بار کی گئی ہے اب حیرت ہے ان احسان فراموش مسلمانوں پر جو اپنے نبیؐ کے محافظ حقیقی حضرت ابو طالب کے دشمن ہیں اور ان کے ایمان کا دیدہ و دانستہ انکار کر رہے ہیں۔

......أَنَّ وَعْدَ اللَّـهِ حَقٌّ وَلَـٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٣﴾ سورۃ القصص

بیشک وعدۂ نصرت الٰہی یہی ہے اور وہ غیب سے اس کا سامان فراہم کرنے والا ہے اور موسی علیہ السلام کو اس بات کا مکمل اعتبار تھا لیکن افسوس کہ عہد حاضر کے مسلمانوں کو یہ اعتبار نہیں ہے اور وہ ہر فرعون وقت سے خوفزدہ ہیں اور اس کے خلاف آواز اٹھانے سے لرز رہے ہیں بلکہ ان کے خلاف آواز اٹھانے والے کی آواز کو دبا دینے ہی کو قوم و ملت کی خدمت تصور کر رہے ہیں خدا ان سب کو نیک ہدایت دے۔

فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِن شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ فَوَكَزَهُ مُوسَىٰ فَقَضَىٰ عَلَيْهِ ۖ قَالَ هَـٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ ۖ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِينٌ ﴿١٥﴾ سورۃ القصص

جناب موسیٰ علیہ السلام نے ایک اسرائیلی اور ایک قبطی کو لڑتے ہوئے دیکھا اور اسرائیل کی مدد کر دی اس لئے کہ قبطیوں کا ظلم عام تھا اور فرعون کی قوم ہونے کی بنا پر وہ مسلسل اسرائیلیوں کو ستا رہے تھے۔

قرآن مجید نے اولاً اسرائیلی کو شیعہ کہا ہے اور پھر قبطی کو دشمن قرار دیا جس سے اس قرآنی اصطلاح کا اندازہ ہوتا ہے کہ نبی کے چاہنے والے اور مظلوم کو شیعہ کہا جاتا ہے اور اس کے مدمقابل کو دشمن کہا جاتا ہے۔

دوسری طرف جب اسی اسرائیلی نے دوبارہ فریاد کی تو جناب موسیٰ علیہ السلام نے اسے بھی گمراہ قرار دیدیا کہ اس نے حالات کی رعایت کو نظرانداز کر دیا ہے اور روزانہ لڑنے کیلئے تیار رہتا ہے جب کہ قبطیوں کے مظالم سے باخبر ہے اور اس کا واضح ترین مطلب یہ ہے کہ جناب موسیٰ علیہ السلام کی نگاہ میں تقیہ نہ کرنا کھلی ہوئی گمراہی ہے، انسان کو حالات کا جائزہ لے کر قدم اٹھانا چاہیے ادھر قبطی نے جناب موی علیہ السلام پر ظلم کا الزام لگا دیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ قبطی غیر شیعہ ہونے کی بنا پر نبی کی عصمت و عدالت کا قائل نہیں تھا۔

جناب موسی علیہ السلام کو قوم کی سازش سے باخبر کرنے والے کو سورۂ غافر میں رجل مومن کہا گیا ہے جو علامت ہے کہ ایمان کا چھپانا مصلحت کے وقت خود بھی ایمان کی بہترین دلیل ہے اور جناب موسیٰ علیہ السلام کا مصر سے نکل جانا اس بات کی دلیل ہے کہ تقیہ سیرت انبیاء ہے اور اس کی مخالفت سیرت فرعون وہامان و شیطان ہے۔

فَلَمَّا جَاءَهُ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ ۖ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٢٥﴾ سورۃ القصص

اس واقعہ میں بے شمار اخلاقی تعلیمات اور نصیحتیں پائی جاتی ہیں جن کی طرف متوجہ رہنا ہر مسلمان اور قاری قرآن کی ذمہ داری ہے [۱] عورتوں کا کام کرنا کوئی عیب نہیں ہے بلکہ انہیں زندگی کے معاملات میں حصہ لیناچاہیئے۔ [۲] عورتوں کو مردوں کے مجمع سے الگ رہنا چاہیے اور بھیڑ بھاڑ میں داخل نہیں ہونا چاہیے۔ [۳] مردوں کی ذمہ داری ہے کہ کمزور عورتوں کی امداد کریں اور ہر طاقت والے کی طاقت کا شکریہ یہ ہے کہ اسے کمزور کی راہ میں صرف کردے۔ [۴] کوئی شخص فی سبیل اللہ بھی کام کردے تو اس کی اجرت کی فکر ہونی چاہیے۔ [۵] کسی سے کام لینے کیلئے دو باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے؛ مادّی اعتبار سے طاقت ور ہو اور معنوی اعتبار سے دیانتدار ہو اور انہیں دونوں بنیادوں پر عقد کرنا چاہیئے تاکہ کسب معاش بھی کر سکے اور گھریلو ماحول کو مذہبی بھی بنا سکے۔ [۶]-صاحب ایمان و کردار کے سامنے عقد کی پیش کش کرنا کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔ [۷] عورت کو اپنی رفتار میں شرم و حیا کا خاص خیال رکھنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ لوگوں کے دلوں میں غلط جذبات پیدا ہو جائیں۔

واضح رہے کہ جانور چَرانا جناب موسیٰ علیہ السلام کی مزدوری تھی مہر نہیں تھا؛ مہر کا معین ہونا ضروری ہے اسے اختیاری نہیں قرار دیا جا سکتا البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ عقد کے ذیل میں یہ ایک شرط بھی رہی ہو اور یہ طریقہ اس دور میں رائج رہا ہو۔

فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ ۖ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ﴿٤٠﴾ سورۃ القصص

حق و باطل کے انجام کا کتنا نمایاں فرق ہے کہ کل اسی دریا میں موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے موسیٰ علیہ السلام کو ڈال دیا تھا تو فرعون ہی کے قصر میں پناہ مل گئی تھی اور آج اسی دریا میں فرعون غرق ہو رہا ہے تو کوئی پناہ دینے والا نہیں ہے۔

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿٥٦﴾ سورۃ القصص

اکثر مفسرین اہلسنت نے اس آیت کو حضرت ابوطالبؑ کی طرف موڑنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے بہت چاہا کہ وہ ایمان لے آئیں لیکن چونکہ خدا نے نہیں چاہا اس لئے وہ اسلام نہ لا سکے، جب کہ آیت بالکل عام ہے اور اس میں کسی فرد کی طرف اشارہ نہیں ہے اور اس اعتبار سے بھی حضرت ابوطالبؑ کی نگرانی کی داستان بالکل مہمل ہے کہ خدا اور رسول کی مرضی میں اختلاف نہیں ہو سکتا ہے ورنہ رسول رسالت سے برخواست ہو جائے گا، دراصل ان روایات کی بنیاد وہ احساسِ شکست ہے جو ابوطالبؑ کے مقابلہ میں تمام کفار کو حاصل ہوا تھا جن کا انہوں نے بظاہر کلمہ پڑھ کر انتقام لینا چاہا ہے کہ اسلام میں اپنے کو اصل بنا لیا ہے اور فداکاروں کو اسلام سے خارج کر دیا ہے جو آج تک ہوتا چلا آرہا ہے اور خدا جانے کب تک ہوتا چلا جائے گا۔

❁❁❁❁❁

اکیسویں پارے کا مختصر جائزہ

اس پارے کے ضمن میں سورۂ الروم، لقمان، السجدہ، الاحزاب کا ذکر کیا جائے گا۔

۳۰۔ سورہ روم کا مختصر جائزہ

سورہ روم قرآن کی تیسویں (۳۰ویں) سورت ہے جو ۲۱ویں پارے میں واقع ہے اور اسے مکی سورتوں میں شمار کرتے ہیں اس سورت میں مستقبل میں ایرانیوں کے ہاتھوں رومیوں کی شکست کی خبر کی وجہ سے اسے روم کا نام دیا گیا ہے اس سورت میں حروف مقطعات کے بعد لفظ روم آیا ہے۔ یہ سورت نصرت الہی کے وعدے، نفوس اور آفاق کی سیر، تکوینی اور تشریعی قوانین کے متعلق گفتگو کرتی ہے نیز ازدواج، مودت، انسانوں میں فطری رحمت، محتاجوں کی دستگیری اور سود خوری سے ممنوعت اس کے مضامین ہیں آیت فطرت اس کی مشہور آیات میں سے ہے جس میں سرشت الہی اور خلقت انسان کے موضوع کو بیان کرتی ہے اور انسان کے خدا اور دین کی طرف رجحان کو اس کی فطرت کا حصہ قرار دیتی ہے۔

مضامین

خدا کی طرف سے دین اور مومنین کی حمایت کا قطعی وعدہ، انفس اور آفاق کی سیر، گروہوں کی جدائی اور ان کی سرنوشت، دعوت توحید، فطرت انسان، کائنات میں رونما ہونے والے واقعات اور لوگوں کے اعمال کا بلا واسطہ ارتباط، انسانی روش و رفتار کی فتنہ و فساد کے ظہور میں تاثیر، مسألہ اختلاف، تفرقہ اور گروہبندی کے نقصانات اور ان کے دین اور معاشرے پر منفی اثرات اس سورت کے اصلی مضامین ہیں، کچھ قوانین خلقت اور سُنن الہی جیسے مسألۂ زوجیت، مودت اور انسانوں کے درمیان فطری رحم کا ہونا، اختلاف شب و روز، انسانوں کی زبانیں اور انکے رنگ، نزول باران، احیائے زمین مردہ، فضام میں زمین و آسمان کا قائم رہنا کی بھی وضاحت دی گئی ہے اسی طرح رباخوری کی ممنوعیت، اپنے عزیزوں اور محتاجوں دستگیری جیسے عناوین کی تاکید کی گئی ہے۔

فضائل اور خواص

اس سورت کی تلاوت میں مروی ہے۔ جو بھی سورہ روم کی تلاوت کرے گا زمین و آسمان میں خدا کی تسبیح کرنے والے فرشتوں کی تسبیح سے دس گنا زیادہ اجر اسے دیا جائے گا اور شب و روز میں کھو جانے والی چیز کو پالے گا[1]، ثواب الاعمال میں امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ سورہ روم اور عنکبوت کی تئیسویں ماہ رمضان کی رات کی تلاوت کا اجر بہشت ہے پھر فرمایا۔ مجھے اطمینان ہے کہ یہ دو سورتیں خدا کے نزدیک بہت قیمتی ہیں[2]۔

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۸، ص۴۵۹۔

[2] صدوق، ثواب الاعمال وعقاب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ص۱۰۹۔

بعض حدیثی کتب میں آیا ہے کہ جو کوئی اس سورت کی ۱۷-۱۸ آیات عصر کے وقت تلاوت کرے گا اس رات اس شخص کوئی خیر اور اچھائی اس سے فوت نہیں ہو گی اور تمام برائیاں اس سے دور رہے گیں اور جو انہیں صبح کے وقت تلاوت کریگا یہی فوائد اسے دن کو حاصل ہوں گے[1]۔ سورہ روم کی (۱۷-۱۸) کی تلاوت کرنے والے سے بہشت کا وعدہ دیا گیا ہے[2]۔

۳۱۔سورہ لقمان کا مختصر جائزہ

سورہ لقمان قرآن کی اکتیسویں سورت ہے جو ۲۱ویں پارے میں واقع ہے حضرت لقمان علیہ السلام کے نام اور ان کی اپنے بیٹے کو کی جانے والی نصیحتوں کے ذکر کی وجہ سے اس کا نام سورہ لقمان رکھا گیا ہے اس سورہ میں حضرت لقمان کی زندگی، ان کی حکیمانہ اور اخلاقی نصیحتوں کے ضمن میں توحید، نیک لوگوں کے احوال، متکبرین اور منکرین کی خصوصیات، تقوا کی نصیحت اور قیامت کے اوصاف بیان ہوئے ہیں۔

مضامین

مجموعی طور پر اکثر مکی سورتوں کی مانند توحید الہی کے ذیل میں حکمت اور اخلاق، معاد پر ایمان اور دینی مذاہب پر عمل کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ ہدایت بشر میں قرآن کی عظمت و اہمیت؛ مغرور اور نیک انسانوں کے دو گروہ اور ان کا انجام؛ مخلوقات خداوند کے متعلق گفتگو؛ توحید اور شرک نہ کرنے کے متعلق لقمان کی اپنے بیٹے کو نصیحتیں اور مواعظ، احترام والدین اور ان کی اطاعت، اقامۂ نماز، نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنا، صبر، تواضع، عدم تکبر اور نیک خوئی سے پیش آنا؛ موجودات کی ابتدا اور قیامت پر ایمان کے دلائل؛ خدا سے مخصوص علوم جیسے موت اور قیامت کا علم۔

فضیلت اور خواص

اس سورے کی تلاوت میں مروی ہے کہ اس کے تلاوت کرنے والے قیامت کے روز حضرت لقمان علیہ السلام اس کے دوست ہونگے نیز اجر کے لحاظ سے اسے نیکیاں انجام دینے اور برائی سے دور رہنے والے شخص کو ملنے والے اجر سے دس گنا زیادہ اجر دیا جائے گا[3]۔ اسی طرح منقول ہے کہ جو شخص اس سورت کی ہر رات تلاوت کرے گا اللہ اس رات اس شخص کو صبح تک شیطان اور اس کی افواج کے سے محفوظ رکھنے کیلئے فرشتے مقرر فرمائے گا۔ دن میں اس سورت کی تلاوت کی بنا پر رات تک اسے شیطان اور اس کے ساتھیوں سے محفوظ رکھے گا[4]۔

---

[1] صدوق، امالی، ۱۳۵۸ش، ص ۶۷۴

[2] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۸، ص ۴۶۸۔

[3] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۸، ص ۴۸۸۔

[4] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۸، ص ۴۸۸۔

۳۲۔سورہ سجدہ کا مختصر جائزہ

سورہ سجدہ یا الم سجدہ یا الم تنزیل قرآن ۳۲ویں اور مکی سورتوں میں سے ہے اور ۲۱ویں پارے میں واقع ہے اس سورت کی ۱۵ویں آیت جس کے پڑھنے یا سننے سے سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے، کی وجہ سے اس سورت کا نام "سورہ سجدہ" رکھا گیا ہے سورہ سجدہ میں معاد، چھ مرحلوں میں کائنات کی خلقت اور مٹی سے انسان کی خلقت کے بارے میں گفتگو کے ساتھ ساتھ قیامت کے منکرین کو عذاب اور مؤمنین کو انسان کی تصور سے ماوراء ثواب کی بشارت دیتے ہیں

علماء،اس سورت کی آیت نمبر ۱۶اور ۱۸کو امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام کی شان میں قرار دیتے ہیں اس کی تلاوت کے بارے میں آیا ہے کہ جو شخص ہر شب جمعہ سورہ سجدہ کی تلاوت کرے، خدا قیامت کے دن اس کے نامہ اعمال کو اس کے دائیں ہاتھ میں دے گا اور اس کے گذشتہ گناہوں کو بخش دے گا اور یہ شخص محمدؐ اور آل محمد علیہم السلام کے دوستوں میں سے ہو گا۔

مضامین

علامہ طباطبائیؒ سورہ سجدہ کا اصلی ہدف مبدأ و معاد پر استدلال اور ان سے مربوط شبہات کا ازالہ قرار دیتے ہیں،اس کے علاوہ قرآن، نبوت، آیات الہی پر ایمان لانے والے مؤمنین اور خدا کی عبودیت سے خارج ہونے والے فاسقین کا فرق نیز مومین کو ان کی تصور سے ماوراء ثواب اور فاسقین کو دنیا اور آخرت میں عذاب کی بشارت ایسے موضوعات ہیں جن کے بارے میں اس سورت میں گفتگو ہوتی ہے۔ تفسیر نمونہ میں سورہ سجدہ کا مقصد مبداء و معاد پر ایمان کی تقویت اور تقوا اور پرہیز گاری کی طرف حرکت میں نشاط پیدا کرنا اور سرکشی اور طغیان سے دوری اختیار کرتے ہوئے انسان کی حقیقی مقام و مرتبے کی طرف دھیان دینا قرار دیتے ہیں اور اس کے مباحث کو درج ذیل حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

قرآن کی عظمت اور خدا کی طرف سے اس کا نازل ہونا؛ زمین و آسمان میں خدا کی نشانیاں اور اس کائنات کی تدبیر؛انسان کی خلقت میں مادی اور معنوی پہلو اور اسے بے انتہاء علم و دانش کے اوزار (حواس خمسہ) سے نوازنا؛ موت اور اس کے بعد کا عالم؛ مومنین کو جنۃ الماوی اور فاسقین کو جہنم کے عذاب کی بشارت؛ بنی اسرائیل اور گذشتہ امتوں کی مختصر تاریخ؛ توحید اور لجوج دشمنوں کی تہدید۔

فضیلت اور خواص

سورہ سجدہ کی تلاوت کے بارے میں نقل ہوا ہے کہ جو شخص سورہ الم تنزیل (سورہ سجدہ) اور سورہ ملک کی تلاوت کرے تو گویا وہ اس شخص کی مانند ہے جس نے شب قدر کو شب بیداری کی ہو۔ اسی طرح احادیث میں آیا ہے کہ جو شخص ہر شب جمعہ سورہ سجدہ کی تلاوت کرے خدا اس کے نامہ

اعمال کو اس کے دائیں ہاتھ میں دیگا اور اس کے گذشتہ گناہوں کو بخش دے گا اور یہ شخص محمدؐ و آل محمد علیہم السلام کے دوستوں میں شمار ہو گا[1]۔ اس سورت کے خواص کے بارے میں بھی منقول ہے کہ اگر کوئی شخص اس سورت کو لکھ کر اپنے ساتھ رکھے تو وہ بخار اور سر درد سے محفوظ رہے گا[2]۔

۳۳۔ سورہ احزاب کا مختصر جائزہ

سورہ اَحزاب قرآن کی ۳۳ویں سورہ ہے جو قرآن کے ۲۱ویں اور ۲۲ویں پارے میں واقع ہے یہ سورہ مدنی سوتوں کا حصہ ہے اس سورت کا عمدہ حصہ جنگ احزاب یا جنگ خندق کے متعلق ہونے کی وجہ سے اس سورت کا نام "سورہ احزاب" رکھا گیا ہے سورہ احزاب میں کافروں کی کی پیروی نہ کرنے، خدا کی اطاعت کرنے، دوران جاہلیت کے بعض قوانین، وظائف ازواج پیغمبر، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کا زینب بنت جحش سے نکاح کی داستان اور حجاب کے بارے میں گفتگو ہوئی ہے۔

سورہ احزاب کی بہت سی آیتیں مشہور ہیں من جملہ ان میں وہ آیت ہے جس میں ازواج پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کو اُمّہات المؤمنین یا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کو نمونہ عمل قرار دیا گیا ہے اسی طرح آیت تطہیر، آیت خاتمیت، آیت صلوات اور آیت امانت اس سورے کی مشہور آیات میں سے ہیں۔

مضامین

سورہ احزاب میں گوناگون اعتقادی اور فقہی مسائل، داستانوں، عبرتوں خاص کر غزوہ احزاب یا جنگ خندق کے بارے میں گفتگو کی گئی ہے، تفسیر نمونہ کے مطابق اس سورت کے بعض موضوعات درج ذیل ہیں۔

خدا کی اطاعت اور کافروں کی پیروی سے ممانعت؛ دور جاہلیت کے بعض قوانین مانند ظہار اور لے پالک؛ جنگ احزاب اور مسلمانوں کا معجزانہ فتح؛

وظائف ازواج پیغمبر؛ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کا زینب بنت جحش کے ساتھ ازدواج کی داستان؛ حجاب اور معاد۔

فضیلت اور خواص

کتاب مجمع البیان کی ایک حدیث کے مطابق اگر کوئی شخص سورہ احزاب کو اپنے اہل و عیال کے لئے تعلیم دے تو یہ شخص عذاب قبر سے محفوظ رہے گا[3]۔ امام صادق علیہ السلام سے نقل ہے کہ وہ لوگ جو اس سورت کی بہت زیادہ تلاوت کرتے ہیں قیامت کے دن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ کے ازواج مطہرات کے ہمراہ ہونگے[4]۔

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۸، ص۵۰۸۔
[2] بحرانی، البرہان، ۱۴۱۶ق، ج۴، ص۳۸۵۔
[3] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۸، ص۵۲۴۔
[4] شیخ صدوق، ثواب الأعمال، ۱۴۰۶ق، ص۱۱۰۔

اکیسویں پارے کے چیدہ نکات

وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ ﴿٤٦﴾ سورۃ العنکبوت

جدالِ احسن میں ظالمین کا استثناء دلیل ہے کہ جہاں شرافت اور نرمی میں مخالف کے غرور کا اندیشہ پیدا ہو جائے وہاں متکبیر کے ساتھ تکبر ہی عبادت ہوتا ہے اور نرمی کا برتاوٴ اپنی کمزوری کی علامت بن جاتا ہے۔

وَكَأَيِّن مِّن دَابَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٦٠﴾ سورۃ العنکبوت

اس روئے زمین پر کتنی مخلوقات ایسی پائی جاتی ہیں جو اپنا رزق فراہم کرنے کے قابل نہیں ہیں اور اپنا بوجھ بھی خود نہیں اٹھا سکتی ہیں؛ دوسروں کا کیا ذکر ہے خود انسان ہی جب تک شکم مادر یا آغوش مادر میں رہتا ہے تو رزق کا بار اٹھانے کے قابل نہیں ہوتا ہے اور نہ اس کا کوئی انتظام کر سکتا ہے، لیکن اس کے باوجود پروردگار عالم اسے رزق عطا کرتا ہے اور کسی نہ کسی صورت سے اس تک پہنچا دیتا ہے، ایسی صورت میں اتنے واضح تجربہ کے بعد انسان دشمنوں سے مرعوب ہو جائے کہ وہ معاشی ناکہ بندی کر دیں گے یا تبلیغ دین ترک کر دے کہ معیشت خطرہ میں پڑ جائے گی یا احکام الٰہیہ بیان نہ کرے کہ بانیان مجلس دوبارہ نہ بلائیں گے تو یہ ایمان کی ایسی کمزوری ہے جو انسان کو جانوروں سے بدتر بنا دیتی ہے کہ جانور صبح سویرے صحرا کی طرف اس اعتماد کے ساتھ نکل جاتا ہے کہ جس نے پیدا کیا ہے وہ رزق ضرور فراہم کرے گا اور انسان رازق حقیقی کو چھوڑ کر بندروں کی خوشامد کرتا ہے اور انہیں کو رازق العباد تصور کر لیتا ہے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢١﴾ سورۃ الروم

آیت کریمہ نے اسلام کے پورے فلسفہ ازدواج کو واضح کر دیا ہے کہ اولاً تو اس کی بنیاد سکون زندگی ہے، اس لئے ہر ایک کا جوڑا اسی کی نوع سے قرار دیا گیا ہے ورنہ انسانی زندگی وحشت کا شکار ہو جاتی اور اس کا گھر وحشت کدہ بن جاتا، دوسری طرف خدا نے دونوں کے درمیان مودّت اور رحمت کا سلسلہ قائم کر دیا ہے جو اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ عقد میں کوئی ایسی بات نہیں ہونی چاہیے جو مودّت و رحمت کے منافی ہو اور ظاہر ہے کہ اگر عقد کی بنیاد مال یا جمال پر ہوگی تو مال کے ختم ہو جائے اور جمال کے ڈھل جانے کے بعد مودّت کا خاتمہ ہو جائے گا اور اس طرح فریقین کے اخلاق اور کردار میں نقص ہوگا تو رحمت کا ماحول قائم نہ رہ سکے گا، لہٰذا ضرورت ہے کہ عقد کی بنیاد عقیدہ اور ایمان کو بنایا جائے اور برتاؤ بھی قانون اسلام کی روشنی میں کیا جائے تاکہ نہ مودّت میں فرق آسکے اور نہ رحمت کا خاتمہ ہو سکے۔

جنسی روابط اور اولاد پیدا کرنا ایک ثانوی مسئلہ ہے، بنیادی طور پر عورت اور مرد ایک دوسرے کی زندگی کی ضرورت ہیں اور انہیں ایسا جامع الشرائط ہونا چاہیے جو سکون، مودّت اور رحمت کیلئے مناسب ہو اور نظام خانوادگی تباہ و برباد نہ ہونے پائے۔

• • •

وَمَا آتَيْتُم مِّن رِّبًا لِّيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُو عِندَ اللَّـهِ ۖ وَمَا آتَيْتُم مِّن زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّـهِ فَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ ﴿٣٩﴾ سورة الروم

معاشیات کی دنیا میں سب سے بڑی مصیبت کا نام ہے سود، سود وہ جال ہے جس میں غریبوں کو گرفتار کیا جاتا ہے، سود وہ فریب ہے جس سے قوموں کو کاہل بنایا جاتا ہے، سود وہ حربہ ہے جس سے قوموں کی صلاحیتوں کو ضائع اور برباد کیا جاتا ہے، اور وہ راستہ ہے جس سے قوموں کا استحصال کیا جاتا ہے

سود کے بارے میں ظاہری تصور یہ ہے کہ اس سے مال میں اضافہ ہو جاتا ہے حالانکہ بے برکت اضافہ کبھی اضافہ کہے جانے کے قابل نہیں ہوتا ہے، اضافہ زکوٰۃ کے ذریعہ ہوتا ہے جس میں بظاہر مال ہاتھ سے نکل جاتا ہے لیکن واقعاً اس میں برکت ہو جاتی ہے۔

برکت کا پہچاننا بھی ہر انسان کے بس کا کام نہیں ہے، شیطان اس نکتہ کی طرف متوجہ ہونے کا موقع ہی نہیں دیتا ہے کہ زکوٰۃ و صدقات سے مال میں برکت پیدا ہو جاتی ہے، ایک انسان حلال و حرام کو ایک کر کے یا بخل و کنجوسی سے کام لے کر ایک لاکھ روپیہ اکٹھا کر لیتا ہے اور اس کے بعد کسی مہلک بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اپنے طرز عمل اور بخل کی تعریف کرتا ہے کہ ہم نے یہ سرمایہ نہ جمع کیا ہوتا تو آج کیا ہوتا اور یہ بھول جاتا ہے کہ اگر اس نے اس طرح کا سرمایہ نہ جمع کیا ہوتا تو شاید خدا اس کے نکلنے کا انتظام بھی نہ کرتا اور شائد یہ بیماری ہی قریب نہ آتی لیکن انسان کو اس اسلامی فکر کی توفیق کہاں حاصل ہوتی ہے؛ وہ تو بالکل بندۂ دنیا ہو کر رہ گیا ہے اور اسی بندگی میں مست و مگن ہے۔

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّـهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿١٨﴾ سورة لقمان

امیر المؤمنین علیہ السلام نے کس قدر بلیغ جملہ ارشاد فرمایا ہے جو مغرور اور متکبر افراد کے لیے تازیانۂ عبرت ہے آپ فرماتے ہیں کہ غرور سے زیادہ وحشت ناک کوئی تنہائی نہیں ہے اور تواضع سے زیادہ وسیع کوئی رشتہ نہیں۔

ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِن رُّوحِهِ ۖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۚ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ﴿٩﴾ سورة السجدة

یہ روح حیات ہے جس نے ایک حقیر اور ذلیل قطرۂ نجس کی پیداوار کو اشرفیت کا لباس عطا کر دیا ہے ورنہ روح خداوندی سے علیحدگی اختیار کر لی جائے تو انسان ایک قطرۂ نجس سے زیادہ کچھ نہیں ہے؛ اے کاش انسان اس کرم اور اس رابطہ کی قدر و قیمت کا اندازہ کرتا اور بہر صورت اس رابطہ کو برقرار رکھتا۔

أَفَمَن كَانَ مُؤْمِنًا كَمَن كَانَ فَاسِقًا ۚ لَّا يَسْتَوُونَ ﴿١٨﴾ سورة السجدة

مفسرین نے نقل کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اور ولید بن عتبہ کے درمیان کسی موضوع پر بحث ہو گئی ولید نے کہا کہ میری زبان آپ سے زیادہ فصیح ہے اور میرا نیزہ آپ سے زیادہ تیز تر اور میری قوت دفاع آپ سے زیادہ مستحکم ہے تو آپ نے اس پُر غرور اندازِبیان کے جواب میں فرمایا کہ "اسکت یا فاسق "تو آیت کریمہ نازل ہوئی کہ مومن اور فاسق ایک جیسے نہیں ہو سکتے جس کا مقصد یہ ہے کہ مؤمن کی شان تواضع اور انکساری ہے اور اس کا کام غرور اور تعلیٰ نہیں ہے، یہ فاسقوں کا کاروبار ہے اور انہیں کو زیب دیتا ہے۔

مَّا جَعَلَ اللَّـهُ لِرَجُلٍ مِّن قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهِ ﴿٤﴾ سورۃ الأحزاب

دنیا کی تمام مکاریوں اور سیاسی چالوں کا واحد جواب یہ آیت کریمہ ہے کہ اللہ نے کسی مرد یا عورت کے پہلو میں دو دل نہیں بنائے ہیں کہ ایک سے مذہب اختیار کرے اور ایک سے مذہب کے خلاف سیاسی اور دنیا داری کے نظریات اپنائے، یا ایک دل سے ایک مذہب کو قبول کرے اور دوسرے دل سے دوسرے مذہب کو اختیار کرلے یا ایک دل سے دینداری کا کام انجام دے اور دوسرے دل سے دنیا داری کا کاروبار کرتا رہے۔

قرآن کریم کا واضح فیصلہ ہے کہ انسان دو متضاد خیالات کا حامل نہیں ہو سکتا ہے، اسے ایک ہی راستہ اختیار کرنا ہوگا؛ ایک شخص نے امیر المؤمنین علیہ السلام سے عرض کی کہ میں آپ کو بھی دوست رکھتا ہوں اور معاویہ کو بھی تو آپ نے فرمایا کہ تو کانا ہے؛ یا بالکل اندھا ہو جایا مکمل طور سے بینائی اختیار کرلے اور پورے طور سے مجھ سے محبت کر کہ میری محبت جزوِایمان ہے۔

محبت امام علیہ السلام کا دعوی کرنے کے بعد احکام اسلام سے انحراف کرنے والے یا حق امام کے کھاجانے والے درحقیقت اسی کانے پن کا شکار ہیں اور انہیں مکمل بینائی نصیب نہیں ہوتی ہے۔

وَأَنزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُم مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِن صَيَاصِيهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا ﴿٢٦﴾ سورۃ الأحزاب

اس مقام پر اکثر یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ نے یہودیوں کے ساتھ جو برتاؤ کیا ہے وہ ایک طرح کا غیر انسانی برتاؤ ہے اور ایسی شخصیت کے شایان شان نہیں ہے، لیکن اس کا واضح سا جواب یہ ہے کہ اول تو یہ کہ یہ یہودیوں کی عہد شکنی کی سزا ہے کہ انہوں نے معاہدہ کرکے عین وقت پر دھوکہ دیا اور دھوکہ دینے والا رعایت کا حقدار نہیں ہوتا ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر ان لوگوں نے اپنے آپ کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہوتا تو شائد اس طرح کا برتاؤ نہ کیا جاتا لیکن یہ ان کی شقاوت اور بدبختی تھی کہ انہوں نے پیغمبر اسلامؐ کے فیصلے کو برداشت نہیں کیا اور سعد بن معاذ کو حکم بنالیا تو ظاہر ہے کہ جو فیصلہ ہوگا وہ ان کا اپنا فیصلہ ہوگا اس کی کوئی ذمہ داری اسلام پر نہ ہوگی۔

تیسری بات یہ ہے کہ سعد کا یہ فیصلہ توریت کی تعلیمات کے عین مطابق تھا جہاں ایسے افراد کیلئے اس سے بھی سخت سزا کا تذکرہ موجود ہے اور یہ صراحت ہے کہ سارے مخالفین کو تہ تیغ کردیا جائے چاہے وہ مرد ہوں یا عورتیں، بوڑھے ہوں یا بچے اور اس کے بعد بستی کو آگ لگادی جائے یہ تو

سعد کی شرافت نفس تھی کہ انہوں نے توریت کی سزا میں تخفیف کر دی جس کے بعد ایسی صورت میں اسلام پر اعتراض کرنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔

بائیسویں پارے کا مختصر جائزہ

اس پارے کے ضمن میں سورۂ سبا، فاطر، یٰسین کا ذکر کیا جائے گا۔

۳۴۔سورہ سبا کا مختصر جائزہ

سورہ سبا قرآن کی ۳۴ ویں اور مکی سورتوں میں سے ہے جو ۲۲ ویں پارے میں واقع ہے اس سورت کو اس میں بیان ہونے والی قوم سبا کی داستان کی مناسبت سے اس نام سے موسوم کیا گیا ہے یہ سورت من جملہ ان پانچ سورتوں میں سے ایک ہے جو خدا کی حمد سے شروع ہوتی ہے اس سورت میں مختلف موضوعات پر بحث کی گئی ہے جن کو تین کلی عناوین توحید، نبوت اور معاد میں خلاصہ کیا جاسکتا ہے۔

اس سورت کی آیت نمبر ۲۲ میں شفاعت اور ۲۸ میں نبوت سے بحث کی گئی ہے جو اس سورت کی مشہور آیات میں شمار ہوتی ہیں پہاڑوں اور پرندوں کا حضرت داؤد کے ساتھ خدا کی تسبیح پڑھنا، حضرت داؤود کا زرہ بنانا، قوم سبا کے باغات میں سیلاب (سیل عرم) اور جنّات اور ہوا کا حضرت سلیمان کی تابع داری کرنا اس سورت میں بیان ہونے والی داستانوں میں سے ہیں

مضامین

اس سورت میں بھی اکثر دوسری مکی سورتوں کی طرح اسلام کے بنیادی عقائد توحید، نبوت اور معاد سے بحث کرتے ہوئے ان کے منکرین اور ان کے بارے میں شبہات اور اعتراضات کرنے والوں کی سزا سے متعلق گفتگو کرتے ہیں اس کے بعد ان شبہات کو دور کرنے کیلئے حکمت، موعظہ اور مجادلہ کا راستہ اختیار کرتے ہیں، اس سورت میں سب سے زیادہ معاد پر تاکید ہوتی ہے اسی لئے سورت کی ابتداء اور انتہاء دونوں میں اس مسئلے سے متعلق گفتگو ہوتی ہے، اس سورت میں ان کے علاوہ بعض فرعی موضوعات پر بھی بحث ہوئی ہے جو درج ذیل ہیں۔

خدا کی صفات اور کائنات میں میں خدا کی نشانیاں؛ قیامت کے دن مستضعفین اور متکبرین کا مناظرہ؛ حضرت داؤد جیسے گذشتہ انبیاء کے بعض معجزات؛ حضرت سلیمان کی داستان کے ضمن میں شاکرین اور کافرین کا انجام؛ قوم سبأ کی داستان اور ان کی نافرمانی کی وجہ سے ان کے باغات میں آنے والا سیلاب (سیل عرم) جس نے سب کچھ ان سے چھین لیا؛ خدا کے بعض نعمات کا بیان؛ غور و فکر، ایمان اور عمل صالح کی دعوت۔

فضیلت اور خواص

سورہ سبا کی فضیلت میں بعض روایات نقل ہوئی ہیں۔ پیغمبر اسلام ﷺ فرماتے ہیں۔ "جو شخص سورہ سبا کی تلاوت کرے تو قیامت کے دن کوئی نبی ایسا نہیں ہوگا جو اس کا رفیق اور دوست نہ ہو"[1]۔

---

[1] طبرسی، مجمع البیان فی تفسیر القرآن، ۱۳۷۲ش، ج۸، ص۵۸۸۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ جو شخص رات کے وقت سورہ سبأ اور سورہ فاطر جن کا آغاز خدا کی حمد سے ہے، کی تلاوت کرے تو پوری رات وہ خدا کی حفظ و امان میں رہے گا اور اگر دن کو ان سورتوں کی تلاوت کرے تو اس دن اسے کوئی رنج و مصیبت نہیں پہنچے گی اور دنیا اور آخرت کی بھلائی اس قدر اسے نصیب ہو گا جن کے بارے میں اسے نے کبھی سوچا بھی نہ ہو گا اور ان کی کبھی آرزو تک بھی نہ کی ہو گی[1]۔

۳۵۔سورہ فاطر کا مختصر جائزہ

سورہ فاطر یا ملائکہ قرآن پاک کی پینتیسویں ۳۵ویں سورت ہے جو قرآن کے ۲۲ویں پارے میں واقع ہے نیز یہ مکّی سورتوں میں سے ہے حمد الہی سے شروع ہونے کی وجہ سے اس سورے کو حامدات میں سے قرار دیتے ہیں سورہ فاطر میں معاد، قیامت کے حالات، کافروں کی ندامت و پشیمانی بیان ہوئی ہے نیز دنیا کے ظواہری فریب اور انسان کو شیطانی وسوسوں سے ڈراتی ہے اس سورے میں انعام الہی شمار ہوئے، تلاوت قرآن، اقامۂ نماز اور انفاق کو ایک ایسی تجارت کہا گیا ہے جس میں کسی قسم کا نقصان نہیں ہے۔

اس سورے کی مشہور آیات میں سے پندرھویں (۱۵ویں) آیت ہے جس میں خدا کی بے نیازی بیان ہوئی ہے اور لوگوں کو خدا کا نیازمند کہا گیا ہے اٹھارھویں آیت عدل الہی اور قیامت کے روز اس کی شدید پکڑ کی بیان گر ہے اس سورے کی تلاوت کی فضیلت میں رسول اللہ سے روایت مروی ہے۔ جو اس سور کی تلاوت کرے گا قیامت کے روز جنت کے تین دروازے اسے اپنی جانب بلائیں گے وہ جس سے چاہے وارد بہشت ہو جائے۔

مضامین

سورہ فاطر ،دنیا کے ظاہری فریب، فتنوں اور شیطانی وسوسوں سے ڈراتی ہے، انسان کو فقیر اور خدا کو بے نیاز کہتی ہے انسان نعمتوں کے ولی کو پہچنوانے اور اس کی شکر گزاری کرنے کی خاطر خدا کی بعض نعمتیں بیان ہوئی ہیں، مثلا بارش کی نعمت، انتخاب زوج کا اختیار اور میٹھے اور کھارے پانی کے ذخیرے کہ جن سے لوگ فائدے حاصل کرتے ہیں۔اس سورے میں معاد اور قیامت کے بعض احوال، کافروں کی پشیمانی اور ندامت، کفار کے دنیا میں واپس لوٹ کر اپنے گذشتہ کے تلافی کرنے کی جانب اشارہ ہوا ہے، اسی طرح اس سورہ کی آیات میں مشرکوں، جھوٹے خداؤں اور ان کی ناتوانی کا تذکرہ ہوا ہے تلاوت قرآن، اقامۂ نماز اور ظاہری اور مخفی انفاقِ کو ضرر کے بغیر تجارت کہا گیا ہے۔

فضیلت اور خواص

---

[1] شیخ صدوق، ثواب الأعمال و عقاب الأعمال، ۱۴۰۶ق، ص ۱۱۰۔

تفسیر مجمع البیان میں پیغمبر ﷺ سے مروی روایت کی بنا پر سورہ فاطر کی تلاوت کرنے والے کو قیامت کے دن بہشت کے تین دروازے اپنی جانب بلائیں گے یہاں تک کہ جس دروازے سے وہ چاہے گا بہشت میں داخل ہو جائے گا[1]۔ تفسیر نور الثقلین میں امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ جو کوئی رات کو اس کی تلاوت کرے گا خدا اس کی محافظت کرے گا اور جو کوئی اسے دن کو تلاوت کرے گا اسے کسی قسم کی کوئی ناراحتی نہیں پہنچے گی، اور خدا اسے دنیا و آخرت میں ایسی خیر سے ہمکنار کرے گا کہ اس نے ایسا سوچا بھی نہیں ہو گا اور نہ اس کی آرزو کی ہوگی[2]۔

۳۶۔ سورہ یس کا مختصر جائزہ

سورہ یس (جسے یا سین پڑھا جاتا ہے) قرآن مجید کی ۳۶ویں اور مکی سورتوں میں سے ہے جو ۲۲ویں اور ۲۳ویں پارے میں واقع ہے اور اس کا آغاز حروف مقطعہ «یا اور سین» سے آغاز ہوا ہے اور اسی نام سے مشہور ہوئی ہے اور روایات کے مطابق افضل ترین سورتوں میں شمار ہوتی ہے یہاں تک کہ یہ سورت "قلب القرآن" (قرآن کا دل) کے عنوان سے ملقب ہوئی ہے سورہ یس میں اصول دین میں سے توحید، نبوت اور معاد کے بارے میں تذکرہ ہوا ہے اور قیامت میں مردوں کا زندہ ہونا اور بدن کے اجزاء کے کلام کرنے کا بھی تذکرہ ہوا ہے اسی طرح اصحاب قریہ کا اور مؤمن آل یس کا واقعہ بھی بیان ہوا ہے۔

مضامین

اس سورت میں اصول دین میں سے توحید، نبوت اور معاد کی طرف اشارہ ہے ابتدائی آیات نبوت اور اس کا فلسفہ اور لوگوں کا پیغمبروں کی دعوت پر عکس العمل کو بیان کیا ہے اس کے بعد توحید کے بارے میں بعض آیات آئی ہیں جن میں اللہ کی وحدانیت کی بعض نشانیاں بیان کی ہیں اس کے بعد معاد اور قیامت میں سزا پانے نیز پرہیز گاروں کو مجرموں سے الگ کرنے کے لیے مردوں کا زندہ ہونے کو بیان کیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اس دن انسان کے اعضا اور جوارح بولنے لگیں گے سورت کے آخر میں تینوں اصول کا خلاصہ بیان کیا ہے اور ان پر استدلال کیا ہے۔

فضیلت اور خصوصیات

سورہ یس کی تلاوت کی فضیلت میں پیغمبر اکرم ﷺ سے روایت ہوئی ہے کہ جس نے بھی سورہ یس کی تلاوت کی گویا اس نے دس مرتبہ قرآن ختم کیا[3]۔ اگر کسی ایسے مریض پر پڑھے جو مرنے کے قریب ہو چکا ہے تو اس سورت کے ہر حرف کے عوض دس فرشتے اس کے پاس صف میں آئیں گے اور اس کے لیے استغفار کریں گے اور قبض روح کے وقت وہیں پر رہیں گے، تشییع جنازہ اور اس کی نماز میت میں شریک ہونگے اور

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ج ۸، ص ۶۲۴۔
[2] عروسی حویزی، تفسیر نور الثقلین، ۱۴۱۵ق، ج ۴، ص ۳۴۵۔
[3] سیوطی، الدر المنثور، ۱۴۰۴ق، ج ۵، ص ۲۵۶۔

دفن کے وقت بھی حاضر ہونگے[1]۔ ابوبصیر، امام صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جو بھی سونے سے پہلے یا غروب سے پہلے پڑھے تو وہ غروب ہونے تک محفوظ رہے گا اور روزی زیادہ ہوگی، اور جو بھی رات میں سونے سے پہلے تلاوت کرے تو اللہ کے درگاہ سے نکالا ہوا شیطان اور دیگر آفات سے اس کی حفاظت کرے گا[2]۔ جابر جعفی، امام باقر علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ جو بھی سورہ یس کو عمر میں ایک بار پڑھے تو اللہ تعالی اس دنیا اور اُس دینا کی مخلوقات نیز جو کچھ آسمانوں پر ہیں ان کے ہر عدد کے مقابلے میں دو ہزار حسنہ اس کے نامہ اعمال میں درج کرے گا۔ اور اسی مقدار میں گناہ بھی معاف کرے گا نیز تنگ دستی، نقصان، قرضہ اور خانہ خرابی سے دوچار نہیں ہو گا، بد بختی اور پاگل پن نہیں دیکھے گا، جذام، وسواس اور دوسری بیماریوں میں مبتلا نہیں ہو گا اور اللہ تعالی اسے موت کی سختی اور مشکلات آسان کرے گا اور اللہ تعالی خود ہی اس کی روح قبض کرے گا۔ اور اس کا شمار ان لوگوں میں سے ہو گا جس کی زندگی کی سہولیات خود اللہ نے اپنے ذمے لیا ہے اور موت کے وقت اس کی خوشحالی کی ضمانت دی ہے اور آخرت میں بھی اس کی خوشحالی کی تضمین کی ہے نیز زمین اور آسمان کے فرشتوں سے کہتا ہے میں اس بندے سے راضی ہوں؛ پس اس کے لیے مغفرت طلب کرو[3]۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سے ایک روایت میں سورہ یس کی خصوصیات کچھ یوں نقل ہوئی ہیں۔ ۱۔ اگر کوئی بھوکا ہو تو سیر ہو گا۔ ۲۔ پیاسا ہو تو سیراب ہو گا؛ ۳۔ عریان ہو تو لباس ملے گا؛ ۴۔ غیر شادی شدہ ہو تو شادی ہوگی؛ ۵۔ خوفزدہ ہو تو امن ملے گا؛ ۶۔ مریض ہو تو صحت ملے گی؛ ۷۔ مسافر ہو تو سفر میں مدد ہوگی؛ ۸۔ کسی میت کے پاس پڑھا جائے تو اس پر آسانی ہوگی؛ ۹۔ کوئی چیز گم ہو گئی ہو تو وہ ملے گی[4]۔ امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اگر دل اور ذہن کو قوی اور مضبوط کرنا چاہتے ہو تو ۹ شعبان کو سورہ یس کو گلاب اور زعفران سے لکھ کر پی لو[5]۔ مفاتیح الجنان میں آیا ہے کہ نماز زیارت میں بہتر ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ حمد کے بعد سورہ رحمن اور دوسری رکعت میں سورہ یس پڑھیں[6]۔

بائسویں پارے کے چیدہ نکات

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿٣٣﴾ سورۃ الأحزاب

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۹۰ش، ج۸، ص ۲۵۴۔

[2] حر عاملی، وسائل الشیعہ، ۱۴۱۴ق، ج۴، ص ۸۸۶۔

[3] حر عاملی، وسائل الشیعہ، ۱۴۱۴ق، ج۴، ص ۸۸۶۔

[4] کفعمی، مصباح کفعمی، ۱۴۰۳ق، ص ۱۸۲۔

[5] نوری، مستدرک الوسائل، ۱۴۰۸ق، ج۴، ص ۳۱۳۔

[6] مفاتیح الجنان، آداب زیارت، ادب ہفدہم، چاپ مشعر، ص ۴۴۷۔

صحیح مسلم ج۲ ق ۱۱۶۲ طبع ۱۳۴۸ھ میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی ہے جب رسول اکرمؐ نے زیر کساء علی علیہ السلام اور فاطمہ (س) اور حسنینؑ کو جمع کر لیا تھا یہی بات ترمذی اور مسند احمد میں بھی پائی جاتی ہے بلکہ تفسیر طبری میں تو ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ جناب ام سلمہ نے زیر کساء آنے کی درخواست کی تو رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ تمہارا انجام بخیر ہے لیکن چادر میں تمہاری گنجائش نہیں ہے۔

اس مقام پر بعض مفسرین نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ جب آیت ازواج کے تذکرہ کے ذیل میں وارد ہوئی ہے تو ان کے خارج کرنے اور دیگر حضرت کے مراد لینے کا جواز کیا ہے؟ لیکن اس کا واضح سا جواب یہ ہے کہ اول تو سیاق آیات سند نہیں ہوا کرتا ہے اس لئے کہ قرآن کوئی تصنیف یا تالیف نہیں ہے کہ اس میں ان باتوں کا لحاظ رکھا جائے؛ اس میں ایسے بے شمار مقامات ہیں جہاں ایک تذکرہ کے بعد دوسرا تذکرہ شروع ہو جاتا ہے اور پھر بات پلٹ کر وہیں پہنچ جاتی ہے، اور دوسری بات یہ ہے کہ آیت تطہیر کا عنوان اہل البیتؑ ہیں جو ازواج اور نساء سے مختلف عنوان ہے، اور تیسری بات یہ ہے کہ روایات صریحہ اور صحیحہ کے ہوتے ہوئے سیاق سے استدلال کرنا عقل و منطق کے خلاف ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ ﴿٥٣﴾ سورۃ الأحزاب

اصحاب کی عادت تھی کہ پرانے طریقہ کے مطابق گھروں میں گھس جاتے تھے اور انتظار کرتے تھے کہ کھانا پک جائے تو کھائیں اور پھر بیٹھ کر میٹنگ کریں، پروردگار نے منع کر دیا کہ یہ بات خلاف ادب ہے اور اس طرح پیغمبرؐ کو تکلیف پہنچتی ہے اور وہ از راہِ حیا تمہیں نکال بھی نہیں سکتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾ سورۃ الأحزاب

صلوات خدا کی طرف سے رحمت ملائکہ کی طرف سے توصیف و تزکیہ اور مؤمنین کی طرف سے دعائے رحمت کے معنی میں ہے، مالک کائنات نے رسولؐ پر صلوات بھیجنے کا حکم دیا ہے، اب یہ رسول کی ذمہ داری ہے کہ وہ طریقہ کی تعلیم دیں جیسا کہ صحیح بخاری میں وارد ہوا ہے کہ آپ نے صلوات کا طریقہ تعلیم دیتے ہوئے آل کو بھی شامل فرمایا ہے اور مفسرین نے بھی اس حدیث کا اقرار کیا ہے، جس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں میں صرف صلی اللہ علیہ وسلم کہنا اور آل کو خارج کر دینا ایک بدترین بدعت ہے جس کا ارشاد پیمبرؐ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا أَنَحْنُ صَدَدْنَاكُمْ عَنِ الْهُدَىٰ بَعْدَ إِذْ جَاءَكُمْ ۖ بَلْ كُنْتُمْ مُجْرِمِينَ ﴿٣٢﴾ سورۃ سبإ

یہ ہر دور میں بڑے لوگوں کا طرز عمل رہا ہے کہ پہلے جاہل افراد کو دھوکہ دے کر اپنے ساتھ کر لیتے ہیں اور جب کام بگڑ جاتا ہے تو اپنے کو بالکل بری الذمہ ثابت کر کے الگ ہو جاتے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہم پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے اور یہ جاہلوں کی جہالت ہوتی ہے کہ اس کے باوجود ان کے پیچھے لگے رہتے ہیں لیکن یہ سب اس دار دنیا تک ہے، آخرت کا عذاب سامنے آنے کے بعد یہ سارے فلسفے ختم ہو جائیں گے اور کسی کی

ہوشیاری یا بیوقوفی کام نہ آئے گی اور عذاب کی شدت دیکھ کر سب ایک دوسرے کو ذمہ دار ٹھہرائیں گے اور جاہلوں کا دعوی یہ ہو گا کہ یہ بڑے لوگ نہ ہوتے تو ہم راہ راست پر آجاتے ہمیں تو ان بڑے لوگوں نے گمراہ کیا ہے، دارِ دنیا میں اس صورت حال کا ایک نقشہ شہادت امام حسینؑ کے بعد دیکھا گیا ہے کہ قتل تک سب عید منا رہے تھے اور قتل کے بعد یزید، ابن زیاد، شمر، سب نے ایک دوسرے کو ذمہ دار ٹھہرانا شروع کر دیا اور کوئی اس واقعہ کی ذمہ داری لینے کیلئے تیار نہ تھا جب کہ قیامت میں سب کو اس کی سزا برداشت کرنا پڑے گی۔

أَفَمَن زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَآهُ حَسَنًا ۖ فَإِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ﴿٨﴾ سورۃ فاطر

شیطان کے گمراہ کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ برے اعمال کی دعوت نہیں دیتا ہے کہ انسان کسی وقت بھی متوجہ ہو گیا تو اس کے راستے سے برگشتہ ہو جائے گا اور اسے دوبارہ محنت کرنا پڑے گی بلکہ وہ پہلے برے عمل کو کسی نہ کسی شکل میں عمل خیر بنا کر پیش کرتا ہے اس کے بعد انسان کو دعوت عمل دیتا ہے کہ اس طرح انسان کو جس قدر بھی عمل خیر کا شوق ہو گا اسی راستہ پر چلتا رہے گا بلکہ تیز تر چلتا رہے گا اور شیطان کو مزید محنت کرنے کی ضرورت نہیں ہو گی۔

اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ عمل سے بڑا ہنر علم ہے اور علم کے بغیر کسی عمل کی کوئی قیمت نہیں ہے، انسان کسی وقت بھی عمل قبیح کو عمل حسن تصور کر سکتا ہے اور اسی بنا پر اسے اختیار کر سکتا ہے اور اس طرح ساری زندگی گمراہی اور تباہی میں گزر جائے گی اور وہ اپنی دانست میں خوش اور خوشحال ہی رہے گا۔

سورۃ یس۔ یہ وہ مبارک سورہ ہے جسے روایات میں قلب قرآن سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کے تلاوت کرنے والے سے خیر دنیا و آخرت کا وعدہ کیا گیا ہے بشرطیکہ تلاوت صرف برائے تلاوت نہ ہو اور انسان اس کے معنی و مفاہیم پر بھی نظر رکھے بلکہ اس عہد الہی کو بھی یاد رکھے جو اس کی فطرت سے لیا گیا ہے کہ شیطان کی عبادت نہ کرے گا اور رب العالمین کی عبادت سے انحراف نہ کرے گا۔

وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ﴿١٢﴾ سورۃ یس

روایات میں امام مبین سے مراد ائمہ طاہرین علیہم السلام کی ذوات مقدسہ کو لیا گیا ہے جنہیں پروردگار عالم نے اپنے علوم کا مخزن اور اپنی مشیت کا محل و مرکز قرار دیا ہے۔

❁❁❁❁❁

تیئسویں پارے کا مختصر جائزہ

اس پارے کے ضمن میں سورۃ الصافات، ص، الزمر کا ذکر کیا جائے گا۔

۳۷۔سورہ صافات کا مختصر جائزہ

سورہ صافات قرآن کی ۳۷ویں اور مکی سورتوں میں سے ہے جو ۲۳ویں پارے میں واقع ہے صافات کے معنی صفوں میں موجود افراد کے ہیں جن سے مراد صف کشیدہ ملائکہ یا نماز کے صفوں میں موجود مؤمنین کے ہیں سورہ صافات کا اصلی محور توحید، مشرکین کو دی گئی دھمکی اور مؤمنین کو دی گئی بشارت ہے اس سورت میں ذبح اسماعیل کی داستان اور حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت موسی، حضرت ہارون، حضرت الیاس، حضرت لوط اور حضرت یونس وغیرہ جیسے انبیاء کا تذکرہ آیا ہے۔

اس سورت کی مشہور آیات میں آیت "سَلَامٌ عَلَىٰ إِلْ يَاسِينَ" ہے جسے "سلام علی آل یاسین" کی صورت میں بھی پڑھا جاتا ہے کہا جاتا ہے کہ آل یاسین سے مراد پیغمبر اکرمؐ کی اہل بیت ہیں اس کی تلاوت کے بارے میں احادیث میں آیا ہے کہ اگر کوئی شخص جمعہ کے دن اس سورت کی تلاوت کرے تو وہ ہر آفت اور مصیبت سے محفوظ رہے گا اور دنیا میں تمام بلائیں اس سے دفع ہونگے اور دنیا میں اس کی رزق و روزی وسعت کی آخری حد کو پہنچے گی۔

مضامین

تفسیر المیزان کے مطابق اس سورت کا اصلی محور توحید، مشرکین کو دی گئی دھمکیاں، مؤمنین کو دی گئی بشارتیں اور ان دو گروہوں کا انجام ہے، تفسیر نمونہ کے مطابق سورہ صافات کے مضامین کو پانچ (۵) حصوں میں یوں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ فرشتوں کا گروہ جن کے مقابلے میں سرکش شیاطین کا گروہ اور ان کا انجام؛ کفار اور ان کی طرف سے نبوت و معاد کا انکار اور قیامت کے دن ان کا انجام؛ حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت موسی، حضرت ہارون، حضرت الیاس، حضرت لوط اور حضرت یونس جیسے انبیاء کا تذکرہ؛ خدا اور جنات نیز خدا اور فرشتوں کے درمیان رشتہ داری کا عقیدہ جو شرک کی بدترین قسم ہے؛ لشکر حق کی لشکر کفر، شرک اور نفاق پر فتح اور ان کا عذاب میں مبتلاء ہونا۔

فضیلت اور خواص

امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص جمعہ کے دن اس سورت کی تلاوت کرے تو وہ ہر آفت اور مصیبت سے محفوظ رہے گا اور دنیا میں تمام بلائیں اس سے دفع ہونگے اور دنیا میں اس کی رزق و روزی وسعت کی آخری حد کو پہنچے گی اور شیطان اس کی مال، اولاد اور اس کے بدن پر

کوئی ضرر نہیں پہنچا سکے گا۔ جس دن اس سورت کی تلاوت کرے اگر اسی دن یا رات کو مر جائے تو شہید کی موت مرے گا اور خدا اسے بہشت میں شہداء کے ساتھ سب سے اونچا درجہ عطا کرے گا[1]۔

۳۸۔ سورہ ص کا مختصر جائزہ

سورہ ص قرآن کی ۳۸ ویں اور مکی سورتوں میں سے ہے اور یہ سورہ قرآن کے ۲۳ ویں پارے میں واقع ہے اس سورت کا آغاز حروف مقطعہ میں سے حرف "صاد" کے ساتھ ہوتا ہے اسی مناسبت سے اس کا نام بھی "سورہ صاد" رکھا گیا ہے اس سورت میں پیغمبر اکرمؐ توحید اور اخلاص کی طرف دعوت، مشرکین کی لجاجت، بعض انبیاء کی داستانیں اور قیامت کے دن نیکو کاروں اور بد کاروں کی حالت زار کے بارے میں گفتگو ہوتی ہے۔

اس سورت کی شأن نزول کے باری میں آیا ہے کہ یہ سورت کفار اور پیغمبر اسلام ﷺ کی گفتگو کے بعد اس کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں خداوند متعال کا ابلیس کے ساتھ ہونے والی گفتگو اور اسے مورد لعن قرار دے کے اپنی درگاہ سے نکال دینے کے بارے میں بھی اس سورت میں بحث ہوئی ہے۔

مضامین

اس سورت کا اصلی موضوع پیغمبر اسلام ﷺ کی جانب سے ان پر نازل ہونے والی کتاب کے ذریعے توحید اور اخلاص کی طرف دعوت دینا ہے، اس سورت کے مضامین کو درج ذیل سات حصوں میں خلاصہ کیا جا سکتا ہے۔

توحید اور حضرت محمد ﷺ کی نبوت کے مقابلے میں مشرکین کی لجاجت اور ہٹ دھرمی؛ قرآن میں غور و فکر کی ضرورت اور قرآن سے متعلق مشرکین کے نظریات؛ انبیاء میں سے ۹ پیغمبروں خاص کر حضرت داود، حضرت سلیمان اور حضرت ایوب کی تاریخ؛ قیامت کے دن نیکو کاروں اور بد کاروں کی حالت زار اور دوزخیوں کا ایک دوسرے سے لڑنا؛ انسان کی آفرینش اور اس کا عظیم مقام اور فرشتوں کا آدم کیلئے سجدہ؛ شیطان اور حضرت آدم کی داستان اور شیطان کا انسان کو گمراہ کرنے کی قسم کھانا؛ پیغمبر اکرم ﷺ کے تمام دشمنوں کو انتباہ اور آپ ﷺ کو تسلی۔

فضیلت اور خواص

حدیث میں آیا ہے کہ سورہ صاد کی تلاوت کا ثواب ان پہاڑوں کے دس گنا ہے جنہیں خدا نے حضرت داوود کیلئے مسخّر کئے تھے۔ اس کے علاوہ اس سورت کی تلاوت کرنے والے کو خداوند متعال گناہان صغیرہ اور کبیرہ سے محفوظ رکھے گا[2]۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ شب جمعہ کو

---

[1] شیخ صدوق، ثواب الاعمال و عقاب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ص ۲۱۷؛ بحرانی، البرہان فی تفسیر القرآن، ۱۳۸۹ش، ج ۴، ص ۵۸۹۔

[2] حرانی، ہاشم ابن سلیمان، البرہان فی تفسیر القرآن، ۱۳۸۹ش، ج ۴، ص ۶۳۹؛ مکارم شیرازی، ناصر، برگزیدہ تفسیر نمونہ، ۱۳۸۲ش، ج ۴، ص ۱۷۲۔

اس سورت کی تلاوت کرنے کا ثواب انبیاء اور فرشتوں کے ثواب کے برابر ہے اور خدا اس سورت کی تلاوت کرنے والوں کو بہشت میں جگہ عنایت فرمائے گا[1]۔

۳۹۔ سورہ زُمَرْ کا مختصر جائزہ

سورہ زُمر قرآن کی ۳۹ویں اور مکی سورتوں میں سے ہے جو ۲۳ویں اور ۲۴ویں پارے میں واقع ہے اس سورت کی ۷۱ویں اور ۷۳ویں آیت میں لفظ "زمر" کا تذکرہ ہوا ہے اسی مناسبت سے اس سورت کا نام "سورہ زمر" رکھا گیا ہے اس سورت میں قیامت کے دن انسانوں کو دو گروہوں بہشتیوں اور دوزخیوں میں تقسیم کرکے ہر گروہ کے حالات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ معاد اور توحید کا ذکر کرتے ہوئے اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ عموما انسان مجبوری اور بے چارگی کی حالت میں خدا کو یاد کرتا ہے لیکن جب مشکلات سے نجات ملتی ہے تو غفلت کا شکار ہو جاتا ہے۔

آیت نمبر ۵۳ اس سورت کی مشہور آیات میں سے ہے جس میں بندگان خدا کو خدا کی رحمت سے ہرگز ناامید نہ ہونے کی سفارش کی گئی ہے حجم کے اعتبار سے یہ سورت تقریبا ایک پارے کے نصف کے برابر ہے اس کی تلاوت کی فضیلت کے بارے میں آیا ہے کہ جو شخص سورہ زمر کی تلاوت کرے گا خدا قیامت کے دن اس کی امیدوں پر پانی نہیں پھیرے گا اور اسے خدا سے خوف کھانے والوں کا ثواب عطا کرے گا۔

مضامین

اس سورت کا اصلی مضمون توحید اور عبادت میں اخلاص کی طرف دعوت دینا ہے، توحید کے اثرات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خدا کو اولاد سے مبرا قرار دینا اور مشرکوں کے خداوؤں کی طرف اعتناء نہ کرتے ہوئے پیغمبر اکرم ﷺ کو توحید اور دین میں اخلاص پیدا کرنے کا حکم دینا اس سورت کے دوسرے موضوعات میں سے ہیں، خالصانہ عبادتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اس نکتے کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ عموماً انسان ضرورت اور مجبوری کی حالت میں خدا کو یاد کرتا ہے لیکن جب مشکلات سے نجات ملتی ہے اور مجبوری ختم ہو جاتی ہے تو پھر غفلت کا شکار ہو جاتا ہے اس کے علاوہ اس سورت میں ربوبیت اور خالقیت میں خدا کی یکتائی پر وحی اور عقل دونوں طریق سے استدلال کی گئی ہے اور مؤمنوں اور مشرکوں کا آپس میں موازنہ اور ان میں سے ہر ایک کی خصوصیات کا تذکرہ کرتے ہوئے مؤمنوں کو ثواب کی بشارت اور مشرکوں کو عذاب سے ڈرایا گیا ہے آخر میں قیامت اور معاد کا تذکرہ کرتے ہوئے قیامت سے مربوط مسائل کو واضح اور آشکار دلائل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔

فضیلت اور خواص

---

[1] ابن بابویہ، محمد ابن علی، ثواب الاعمال وعقاب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ص ۲۱۹۔

اس سورت کی تلاوت کے بارے میں آیا ہے کہ جو شخص اس سورت کی تلاوت کرے گا خدا قیامت کے دن اس کے امیدوں پر پانی نہیں پھیرے گا اور اسے خدا سے خوف کھانے والوں کا ثواب عطا کرے گا[1]۔ امام صادق علیہ السلام سے نقل ہے کہ جو شخص سورہ زمر کو دن یا رات میں تلاوت کرے اور اس کے کلمات کو آرام اور آسانی سے اپنی زبان پر جاری کرے تو خدا دنیا اور آخرت کی عزت و شرافت اسے عطا کرے گا اور اسے مال اور رشتہ داروں کے بغیر بھی ہر دلعزیز قرار دے گا اس طرح کہ جو بھی اسے دیکھے گا اس کا احترام کرے گا اور اس کی جلالت دیکھنے والوں کو مجذوب کرے گا اور دوزخ کو اس کے بدن پر حرام قرار دے گا[2]۔

تیئسویں پارے کے چیدہ نکات

لَا الشَّمْسُ يَنبَغِي لَهَا أَن تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۚ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ﴿٤٠﴾ سورۃ یس

علماء فلکیات نے ہر دور میں ان آیات کی نئی نئی تفسیریں کی ہیں اور جس قدر فلکیات کا علم بڑھتا جا رہا ہے آیات کے مفاہیم میں تبدیلی ہوتی جا رہی ہے، متقدمین کا خیال تھا کہ آفتاب ایک مرکز پر چکر لگا رہا ہے، بعد والوں کے نزدیک دوڑنا اور چکر لگانا دو مختلف کام ہیں اور آفتاب اپنے محور پر چکر لگانے کے علاوہ ۱۲ میل فی سکنڈ کی رفتار سے آگے بھی بڑھ رہا ہے، اب یہ کدھر جا رہا ہے اس کا علم پروردگار کے علاوہ کسی کے پاس نہیں ہے، بیشک کیسا صاحب قدرت و اختیار ہے وہ معبود جس نے اتنی طویل و عریض فضائے بسیط کو خلق کر دیا ہے کہ ہزاروں سال سے یہ دوڑ جاری ہے اور فضا کی وسعتوں میں کوئی کمی نہیں پیدا ہوئی ہے۔

واضح رہے کہ آفتاب کی موجودہ حرکت کو پروردگار نے اپنی عزت اور اپنے علم کی علامت قرار دیا ہے، اور عزیز علیم کی مقرر کردہ تقدیر سے تعبیر کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس بندے کی دعا سے اس حرکت میں تبدیلی پیدا ہو جائے اسے تقدیر ساز کہا جا سکتا ہے یہ اور بات ہے کہ خدا یہ کام خود اپنی طاقت سے کرتا ہے اور بندہ یہ کام اپنی دعاؤں اور عبادتوں سے انجام دیتا ہے۔

وَأَنِ اعْبُدُونِي ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾ سورۃ یس

صراط مستقیم دو حدود کے مجموعہ کا نام ہے یعنی شیطان کی عبادت نہیں کرنا ہے اور رحمان کی عبادت کرتے رہنا ہے لہذا صراط مستقیم سے وہ افراد بھی دور ہیں جو دونوں کی عبادت کرتے ہیں اور رِندی ہی میں جنت تلاش کر رہے ہیں، اور وہ افراد بھی دور میں جو دونوں سے الگ رہ کر اپنی دنیا آباد کرنا چاہتے ہیں اور ہر مسئلہ میں غیر جانبداری ہی کو عافیت کا راستہ تصور کرتے ہیں۔

وَقِفُوهُمْ ۖ إِنَّهُم مَّسْئُولُونَ ﴿٢٤﴾ سورۃ الصافات

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۷ش، ج۸، ص۳۸۱۔
[2] شیخ حر عاملی، وسائل الشیعہ، ۱۴۱۴ق، ج۶، ص۲۵۴۔

روایات میں وارد ہوا ہے کہ عرصہ محشر میں محبت اہلبیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ یہی وہ شے ہے جس کے بارے میں دنیا میں رسول اکرم نے بطور اجر رسالت سوال کیا تھا اور ہر انسان کو مسئول اور ذمہ دار قرار دیا تھا۔

وَإِنَّ مِن شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ ﴿٨٣﴾ سورۃ الصافات

لفظ شیعہ نیک کردار افراد کیلئے ایک قرآنی اصطلاح ہے، اس لئے جناب ابراہیمؑ کو بھی ان کے اتباع کی بنا پر جناب نوحؑ کے شیعوں میں سے قرار دیا گیا ہے جب کہ بعض مفسرین کے مطابق دونوں کے درمیان ۲۶۴۰ سال کا فاصلہ ہے تو اگر اس طویل فاصلہ کے بعد جناب ابراہیمؑ جناب نوحؑ کے شیعوں میں شمار ہو سکتے ہیں تو اتباع اور پیروی کی بنا پر آج کے مؤمنین شیعہ علیؑ کیوں نہیں ہو سکتے ہیں جن کے بارے میں خود پیغمبرؐ اسلام نے بشارت دی ہے کہ یا علیؑ تم اور تمہارے شیعہ کامیاب اور کامران ہیں۔

إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنصُورُونَ ﴿١٧٢﴾ سورۃ الصافات

اس مقام پر یہ شبہ نہ ہو کہ جب خدا نے اپنے پیغام کے پہنچانے والے خاص بندوں سے مدد کا وعدہ کیا ہے تو کبھی کبھی یہ حضرات دنیا والوں سے مغلوب کیوں ہو جاتے ہیں اور ہر محاز پر غالب اور فاتح کیوں نہیں نظر آتے ہیں، اس لئے کہ نصرت کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں کبھی یہ نصرت دلائل کی مضبوطی کے ذریعہ کی جاتی ہے اور کبھی اس کا تعلق حق پر ثباتِ قدم سے ہوتا ہے کہ شدت مصائب میں بھی ان کے ثبات قدم میں فرق نہیں آتا اور ہر معرکہ کو صبر و استقلال کے ساتھ سَر کر لیتے ہیں اور کبھی اس کا تعلق سیاسی قوت اور اقدار و غلبہ سے ہوتا ہے جو نصرت کی سب سے واضح قسم ہے اور جس کا ہر انسان کو انتظار رہتا ہے؛ حالانکہ اصولی بات یہ ہے کہ اس نصرت کو قدرے دیر میں منظر عام پر آنا چاہیے تاکہ بندگان خدا کے اخلاص کا اظہار اور امتحان ہو جائے ورنہ اگر سامنا ہی نہ کرنا پڑا اور ہر مرحلہ کو نصرت الٰہی ہی نے طے کرا دیا تو ان کے کردار کی عظمت کا اندازہ کس طرح ہو گا اور یہ کیسے معلوم ہو گا کہ یہ نصرت رشتہ و قرابت کی بنیاد پر نہیں بلکہ ایمان و کردار کی بنا پر شامل حال کی گئی ہے۔

فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ﴿٧٣﴾ إِلَّا إِبْلِيسَ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴿٧٤﴾ سورۃ ص

بظاہر شیطان نے آخر وقت تک ربوبیت پروردگار سے انکار نہیں کیا تھا اور یہی کہہ رہا تھا کہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور آدمؑ کو خاک سے بنایا ہے تیری عزت کی قسم میں لوگوں کو گمراہ کروں گا لیکن اس کے باوجود پروردگار نے اسے لفظ کافر سے یاد کیا ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ نمائندۂ پروردگار کے سامنے سر تسلیم خم نہ کرنا اور اس کی اطاعت سے انکار کر دینا در حقیقت عظمت الٰہی اور ربوبیت پروردگار کا انکار ہے اور اس کے بعد اسلام و ایمان کا کوئی امکان نہیں رہ جاتا ہے، اور انکار کرنے والا اسلام و ایمان سے نکل کر کفر اور لعنت کی حدوں میں داخل ہو جاتا ہے۔

بعض افراد نے اس مقام پر یہ شبہ بھی وارد کیا ہے کہ خدا چاہتا تو ابلیس سجدہ کر لیتا اور انکار نہ کر سکتا اور جب اس نے نہیں چاہا تو ابلیس کس طرح سجدہ کرتا؛ حالانکہ یہ ایک کھلا ہوا مغالطہ ہے دنیا میں چاہنے کی دو قسمیں ہوتی ہیں بعض اعمال کو حاکم خود انجام دینا چاہتا ہے ان میں مخالفت ممکن نہیں ہوتی ہے اور بعض دفعہ اپنی رعایا سے چاہتا ہے ان میں رعایا کو مخالفت اور بغاوت کی چھوٹ دی جاتی ہے تاکہ جبر کا الزام نہ آنے پائے!

• • •

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّـهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿٢١﴾ سورۃ الزمر

رب العالمین نے بار بار پانی کی نعمت کا ذکر کیا ہے کہ پانی اصل وجود انسان ہے اور پانی ہی سے ذی حیات کی حیات وابستہ ہے اور پانی کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ سب سے زیادہ وافر اور فراواں ہونے کے باوجود سب سے زیادہ فوائد اور اثرات رکھتا ہے، تو انسان جب ایسی ارزاں نعمت کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا ہے تو باقی نعمتوں کا کیا شکریہ ادا کرے گا جو اُس کی نگاہ میں بھی قدر و قیمت اور عظمت و اہمیت رکھتی ہیں۔

❁❁❁❁❁

چوبیسویں پارے کا مختصر جائزہ

اس پارے کے ضمن میں سورۂ غافر فصلت کا ذکر کیا جائے گا۔

۴۰۔سورہ غافر کا مختصر جائزہ

سورہ غافر چالیسواں (۴۰واں) سورہ ہے جو مکی سورتوں میں سے شمار ہوتا ہے اس وقت قرآن کے چوبیسویں (۲۴ویں) پارے میں واقع ہے اس سورے میں مؤمن آل فرعون کے مومن کے بارے میں گفتگو ہونے کی وجہ سے اسے سورہ مومن بھی کہتے ہیں اس سورے کا اصلی موضوع استکبار کفار اور ان کے وہ باطل مجادلے ہیں جن کے ذریعے وہ اس حق کو باطل کرنا چاہتے تھے جن کی طرف انہیں دعوت دی گئی تھی اس سورے میں نیز داستان حضرت موسی اور فرعون کی جانب اشارہ بھی موجود ہے اور اثبات توحید کی علامات اور شرک کے باطل ہونے کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

اس سورت کی مشہور آیات میں ساٹھویں (۶۰ویں) آیت ہے جس میں خدا اپنے بندوں سے فرماتا ہے کہ مجھے پکارو تا کہ میں تمہاری پکار کا جواب دوں تفسیری کتب میں اس آیت کے ذیل میں اہمیت دعا اور عبادات میں سے اعلی ترین عبادت ہونے کے متعلق بہت زیادہ روایات نقل ہوئی ہیں اسی طرح ان روایات میں استجابت دعا کے موانع بیان ہوئے ہیں۔

مضامین

اسکا اصلی محور کافروں کا استکبار اور ان کے وہ باطل مجادلے ہیں جن کے ذریعے وہ اس حق کو باطل کرنا چاہتے تھے کہ جس کی طرف انہیں دعوت دی گئی تھی اسی وجہ سے خداوند انہیں دئے جانے عذابوں کی یاددہانی کرواتا ہے، سورت کو پانچ حصوں میں خلاصہ کیا جا سکتا ہے۔

سورت کی ابتدائی آیات میں خداوند اور اس کے بعض اسمائے حسنیٰ کی طرف توجہ؛کفار کو دنیاوی اور اخروی عذاب کی تہدید؛حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ اور مؤمن آل فرعون کا واقعہ؛اثبات توحید کو علامات اور شرک کا باطل ہونا؛پیغمبر کو صبر کی دعوت اور کچھ انعامات الہی کا تذکرہ۔

فضیلت اور خواص

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ سے منقول ہے کہ اس سورت کی تلاوت کرنے والے کی قیامت کے دن امید منقطع نہیں ہوگی اور وہ اس روز دنیا میں خدا سے ڈرنے والوں میں سے ہو گا۔ اسی طرح اگر کوئی اس سورت کو لکھے اور باغ کی دیوار پر آویزاں کرے تو وہ باغ سر سبز ہو جائے گا اور پھلے پھولے گا۔ اگر

اسے لکھ کر دکان میں نصب کرے تو اس کے کام میں اضافہ اور برکت پیدا ہو گی[1]۔ ایک اور روایت میں آیا ہے ۔ جو شخص قیامت کے روز جنت میں چلنے کا خواہش مند ہے تو اسے چاہئے کہ «حم» سے شروع ہونے والی سورتوں کو نماز تہجد میں پڑھے[2]۔

۴۱۔ سورہ فصلت کا مختصر جائزہ

سورہ فُصِّلَت یا حم سجدہ قرآن کی ۴۱ویں اور مکی سورتوں میں سے ہے یہ سورت سجدہ والی سورتوں میں سے بھی ہے اور قرآن کے ۲۴ویں اور ۲۵ ویں پارے میں واقع ہے "فصلت" فصیح بیان یا عبارت کو کہا جاتا ہے یہ لفظ اس سورت کی تیسری آیت میں آیا ہے اسی مناسبت سے اس سورت کا نام "فصلت" رکھا گیا ہے سورہ فصلت میں کافروں کے قرآن سے روگردانی کرنے سے متعلق گفتگو ہوئی ہے خدا کی وحدانیت، پیغمبر اسلام ﷺ کی نبوت، قیامت اور قوم عاد و ثمود کی داستان اس سورت میں ذکر ہونے والے موضوعات میں سے ہیں۔

آیت نمبر ۳۴ اس سورت کی مشہور آیات میں سے ہے جس میں پیغمبر اکرم ﷺ کو کافروں کی بدسلوکی کے مقابلے میں نیکوکاری اور خوش اخلاقی سے پیش آنے کی دعوت دی گئی ہے اسی طرح آیت نمبر ۴۱ اور ۴۲ کے متعلق مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیتیں قرآن کے تحریف ناپذیری کی دلائل میں سے ایک ہے۔

مضامین

سورہ فصلت کے اکثر مضامین کافروں کا قرآن سے روگردانی کے بارے میں ہے اور یہ چیز اس سورت میں تین دفعہ تکرار ہوا ہے سورت کے آخر میں قرآن کا خدا کی طرف سے ہونے پر تاکید کی گئی ہے اس کے علاوہ اس سورت میں مطرح ہونے والے موضوعات میں۔ خدا کی وحدانیت خدا، خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی نبوت، نزول قرآن اور اسے کے اوصاف و خصوصیات، معاد اور قیامت کے حالات، جہنمیوں کے آنکھ، کان، جلد اور دوسرے اعضاء او جوارح کا ان کے خلاف گواہی دینا اور قوم عاد و ثمود کی داستان شامل ہیں۔

فضیلت اور خواص

---

[1] بحرانی، البرہان فی تفسیر القرآن، ۱۳۸۹ش، ج ۴، ص ۷۴۱۔
[2] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۵۸ش، ج ۲۱، ص ۲۲۴۔

اس کی تلاوت کے بارے میں پیغمبر اکرم ﷺ سے نقل ہے کہ جو کوئی سورہ فصلت کی تلاوت کرے اسے اس سورت کے تمام حروف کے دس گنا حسنہ دیا جائے گا[1]۔ اسی طرح امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ سورہ فصلت کی تلاوت قیامت کے دن پڑھنے والے کی نورانیت اور خوشی کا باعث بنے گا اور دنیا میں اس طرح زندگی بسر کرے گا کہ ہر کوئی اس کی تعریف کرے گا اور اس پر رشک کیا جائے گا[2]۔ تفسیر برہان میں اس سورت کی تلاوت کے مختلف خواص بیان کیے گئے ہیں من جملہ یہ کہ دل، آنکھوں اور پیٹ کی بیماریوں کا ٹھیک ہونا ہے[3]۔ مستحب نمازوں میں سورہ فصلت پڑھنا خاص کر شب جمعہ کو نماز شب کی پانچویں رکعت[4]، شب جمعہ اس کی تلاوت کرنا[5]، اور کعبہ کے اندر پڑھی جانے والی نماز کی پہلی رکعت میں اسے پڑھنا مستحب ہے[6]۔

چوبیسویں پارے کے چیدہ نکات

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا ۖ فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٤٢﴾ سورۃ الزمر

مالک کائنات نے تخلیق کائنات میں یہ عجیب مصلحت رکھی ہے کہ انسان کو دو اجزا سے مرکب کر دیا ہے، ایک کو مادی بنایا ہے اور ایک کو غیر مادی اور پھر حیات کا فلسفہ یہ قرار دیا ہے کہ مادی کی حیات کا دارو مدار غیر مادی پر رکھا ہے اور غیر مادی کی زندگی کا دارو مدار مادی پر نہیں رکھا ہے، گویا یہ ایک اشارہ ہے کہ انسانیت کا دارو مدار روحانیت اور معنویت پر ہے، مادیت کی کوئی ہستی اور حقیقت نہیں ہے اور یہیں سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ پروردگار نے غائب کی زندگی کو حاضر سے وابستہ نہیں کیا ہے بلکہ حاضر کی زندگی کو غائب سے وابستہ کیا ہے کہ جب تک جسم حاضر کا رشتہ روح غائب سے برقرار رہے گا انسان زندہ رہے گا اور جب غیب سے رشتہ ٹوٹ جائے گا تو موت واقع ہو جائے گی اور یہ ایک اشارہ ہے کہ جس طرح انسان کی حیات روح غائب سے وابستہ ہے اسی طرح ایمان کی زندگی بھی ایمان بالغیب سے وابستہ ہے اور اس کے بغیر ایمان زندہ رہنے والا اور ایمان کہے جانے کے قابل نہیں ہے، صاحبان عقل کو تخلیق کے ان نکات اور مصالح پر غور کرنا چاہیے اور ایمان بالغیب کی عظمت کا اندازہ کرنا چاہیے

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٥٣﴾ سورۃ الزمر

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۷ش، ج۹، ص۵۔
[2] شیخ صدوق، ثواب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ص ۱۱۳۔
[3] بحرانی، تفسیر البرہان، ۱۴۱۶ق، ج ۴، ص ۷۷۵۔
[4] شیخ حرعاملی، وسائل الشیعہ، ۱۴۱۴ق، ج۶، ص ۱۴۱۔
[5] شیخ حرعاملی، وسائل الشیعہ، ۱۴۱۴ق، ج۶، ص ۱۴۶۔
[6] علامہ حلی، تذکرۃ الفقہاء، ۱۴۱۴ق، ج ۴، ص ۱۱۷۔

رحمت خدا سے مایوسی ایک عظیم جرم ہے اور گناہ کبیرہ ہے اور اس کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ انسان یہ تصور کر لے کہ کوئی گناہ ایسا بھی ہو سکتا ہے جو رحمت خدا سے بالاتر ہو اور جس کے معاف کرنے پر خدا بھی قادر نہ ہو، جو بہرحال ایک غیر منطقی تصور ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ انسان اس طرح رحمت خدا کا مذاق اڑانے لگے اور اسے گناہ کرنے کا بہترین بہانہ بنالے کہ یہ بھی ایک دوسرا جرم عظیم ہے اسلام کی نگاہ میں رحمت خدا سے مایوس ہونا بھی ایک جرم ہے اور عذاب خدا کی طرف سے لاپرواہ ہو جاتا بھی ایک جرم ہے۔

اسلام اس توازن حیات کا قائل ہے جہاں ذہن میں عذاب الٰہی کا احساس بھی رہے تاکہ جرم سرزد نہ ہونے پائے اور رحمت خدا کا خیال بھی رہے کہ اگر جرم سرزد ہو جائے تو رحمت خدا سے مایوس نہ ہو کہ توبہ کا خیال بھی نہ پیدا ہو ورنہ رحمت کا احساس ذہن سے نکل گیا اور یہ طے کر لیا کہ جہنم میں بہرحال جانا ہی ہے تو جرائم کی تعداد میں اور اضافہ ہو جائے گا اور گناہ کی مقدار بڑھتی ہی جائے گی، اسی اضافۂ گناہ کو روکنے کے لئے اتنا وسیع اعلان مغفرت کر دیا گیا ہے ورنہ مغفرت بہرحال اسی کے ہاتھ میں ہے، وہ جس کو چاہے گا معاف کر دے گا اور جس کو چاہے گا جہنم میں ڈال دے گا، اس پر معاف کر دینے کا کوئی لزوم اور جبر نہیں ہے۔

فَادْعُوا اللَّـهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿١٤﴾ سورۃ غافر

عبادت کا سب سے بڑا اخلاص یہی ہے کہ انسان کو اس بات کی فکر نہ ہو کہ اس کی عبارت لوگوں کو اچھی لگتی ہے یا بری ورنہ جہاں لوگوں کی پسند و ناپسند کا خیال ذہن میں آ گیا وہاں اخلاصِ عمل مجروح ہو جائے گا اور جس قدر یہ خیال راسخ ہوتا جائے گا اخلاص عمل تباہ و برباد ہوتا جائے گا، یہاں تک کہ بعض علماء اسلام نے اس نکتہ کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ انسان ریاکاری کے خوف سے اگر لوگوں کا خیال ذہن میں رکھ کر عمل کو چھپا کر بھی انجام دے گا کہ لوگوں کو معلوم نہ ہونے پائے یا وہ طعن و طنز نہ کرنے پائیں تو یہ بھی ریاکاری ہی کی ایک قسم ہے کہ اس میں بھی انسان کے ذہن پر انسان ہی مسلط ہے اور خدا کا اخلاص نہیں ہے ورنہ وہ رب العالمین کا مخلص بندہ ہوتا تو بندوں کے خیال سے بے نیاز ہو کر عمل کرتا اور خدا مجمع عام میں حکم دیتا تو مجمع عام میں عمل انجام دیتا اور وہ تنہائی میں عمل کرنے کا حکم دیتا تو گوشہ گمنامی میں چلا جاتا، اس کے کسی عمل کا محرک بندوں کا خیال یا ان کی تعریف و تنقیص نہ ہوتی بلکہ ہر عمل کا محرک صرف پروردگار کی اطاعت کا جذبہ ہوتا، چاہے دنیا اسے پسند کرے یا یکسر ناپسندیدہ قرار دیدے۔

رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿١٥﴾ سورۃ غافر

بیشک وہ خدا رفیع الدرجات ہے اور جس کو جس قدر بلندی چاہے عطا کر دیتا ہے وہ کسی میں صلاحیت دیکھتا ہے تو عرش اعظم تک بلا لیتا ہے اور کسی میں قابلیت دیکھتا ہے تو صاحب معراج کے کاندھوں پر بلند کر دیتا ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿٢٣﴾ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَقَارُونَ فَقَالُوا سَاحِرٌ كَذَّابٌ ﴿٢٤﴾ سورۃ غافر

یہ عجیب بات ہے کہ قدرت نے جناب موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں ساری قوم کو چھوڑ کر صرف تین افراد کا ذکر کیا ہے کہ ہر موسیٰ کے مقابلہ میں گمراہی اور فساد کی بنیاد ایسے ہی افراد ہوا کرتے ہیں اور یہ بھی عجیب و غریب بات ہے کہ ان تین افراد کی حیثیت بھی یہ تھی کہ ایک حاکم تھا اور دوسرا اس کا وزیر اور تیسرا اپنے دور کا غنی اور مالدار اور حاکم نے اپنی ہر شرارت میں وزیر کا سہارا لیا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں بھی صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ رب العالمین امت اسلامیہ کو اس وقت سے محفوظ رکھے جب تاریخ اپنے آپ کو دہرانے لگے اور فرعونیت دوبارہ منظر عام پر آجائے۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَن يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُم بِالْبَيِّنَاتِ مِن رَّبِّكُمْ ۖ وَإِن يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ ۖ وَإِن يَكُ صَادِقًا يُصِبْكُم بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿٢٨﴾ سورۃ غافر

یہ آیت کریمہ پکار پکار کر اعلان کر رہی ہے کہ نمائندہ پروردگار کے تحفظ کیلئے اپنے ایمان کو مخفی رکھنا اور اس کا اظہار نہ کرنا جسے زبان شریعت میں تقیہ کہا جاتا ہے ایک قابل تعریف عمل ہے جو انسان کو مالک کائنات کی نظر میں قابل تعریف و توصیف بنا دیتا ہے۔

اب بعض مسلمانوں کا تقیہ پر اعتراض کرنا اور اسے حق کی پردہ پوشی کا نام دے کر اس کے خلاف طرح طرح کی آوازیں اٹھانا ایک انتہائی حیرت انگیز عمل ہے جو سراسر صراحت قرآن کے خلاف ہے۔

کسی چیز کے حق و صدق ہونے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اس کا اعلان کیا جائے اور اسے بہر صورت منظر عام پر لایا جائے کہ اس کی پردہ پوشی اور اس کا مخفی رکھنا حرام اور جرم ہو جائے، حق کا مطلب صرف یہ ہے کہ اسے حق تسلیم کیا جائے اور جہاں اس کے اظہار کی ضرورت ہو وہاں اس کی پردہ پوشی نہ کی جائے جس طرح کفار و مشرکین کو پیغمبر اسلام کے بارے میں تمام حقائق کا علم تھا اور وہ ان کی پردہ پوشی کرتے تھے تا کہ دنیا پر یہ حقائق عام نہ ہو سکیں، ورنہ سب حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں گے اور ہمارے آبائی دین و مذہب کا کوئی نام و نشان نہ رہ جائے گا۔

تقیہ کرنے والے انسان کو ''رجل مومن'' سے تعبیر کرنا اس امر کی علامت ہے کہ تقیہ نہ خلاف ایمان ہے اور نہ خلاف مردانگی اسے نہ کفر کہا جا سکتا ہے اور نہ بزدلی اس کی عظمت و ضرورت سے وہ سب باخبر ہیں جنہیں حق و اہل حق کے تحفظ کا خیال ہے اور وہ اس راہ میں جذبات و احساسات کی قربانی دینا جانتے ہیں۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُونُوا شُيُوخًا ۚ وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ مِن قَبْلُ ۖ وَلِتَبْلُغُوا أَجَلًا مُّسَمًّى وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٦٧﴾
سورۃ غافر

انسان ایک نظر فقط اپنے سراپا پر کرلے تو معرفت خدا اور ایمان وایقان کیلئے کسی اور دلیل کی کوئی ضرورت نہ ہوگی، ایک بالشت کے پیدا ہوئے بچے کے جسم کے اندر کونسا ضرورت کا سامان ہے جو نہیں رکھا گیا ہے اور کون سی چیز ہے جو کسی نامناسب مقام پر رکھ دی گئی ہے، کسی بھی عضو بدن کو کم کردیا جائے یا اسے اس کی جگہ سے ہٹا کر دیکھا جائے تو اندازہ ہوگا کہ انسان موجودہ صورت میں کس قدر حسین ہے اور اس صورت کے بدل جانے کے بعد کسی قد قبیح المنظر اور مکروہ وبے مصرف ہوجائے گا۔

یہ تو اس کی ظاہری صورت کا حال ہے، اس کے بعد معنویات پر نگاہ کی جائے تو انسان کے ہوش و حواس سلامت نہیں رہ جاتے ہیں ایک انتہائی مختصر سے دماغ میں اس قدر صلاحیت اور ایک انتہائی مختصر سے دل میں اس قدر جذبات و احساسات اور ایک انتہائی مختصر سے وجود میں اس قدر تخلیق اور تصرف کی استعداد و قابلیت کے ماشاء اللہ اور اس کے بعد انسان کو دو قسموں میں تقسیم کرکے ہر ایک کے وجود میں دوسرے کے وجود کی کمی کے پورا کرنے کی صلاحیت رکھ دی گئی اور ہر ایک کو دوسرے کا مکمل قرار دیدیا گیا، یہ کمال قدرت وصنعت کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے!!!!

وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ فَأَيَّ آيَاتِ اللَّهِ تُنكِرُونَ ﴿٨١﴾ سورۃ غافر

یہ کس قدر افسوسناک حقیقت ہے کہ علم انسان کو دعوت عمل اور دعوت بندگی دینے کے بجائے اسے سرکشی اور بغاوت پر آمادہ کرے اور انسان اپنے علم کے دعوے پر کافر و منکر ہوجائے جب کہ قارون کے واقعہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اسے اللہ کی نعمتوں کو یاد والایا گیا تو اس نے صاف کہہ دیا کہ اس میں احسان خداوندی کا کوئی دخل نہیں ہے، یہ سب میرے علم کا نتیجہ ہیں اور دور حاضر میں کتنے ہی افراد ایسے ہیں جو اپنے علم کا مصرف بغاوت اور سرکشی ہی کو قرار دیتے ہیں اور اللہ کی جملہ نعمتوں کو یہ کہہ کر نظرانداز کردیتے ہیں کہ یہ سب ہماری حکمت عملی اور علمی ترقی کا نتیجہ ہے اس میں کسی کے فضل و کرم کا کوئی دخل نہیں ہے، یہاں تک کہ ایران کے معزول شاہ محمد رضا کو اس کے فرزند کی ولادت پر مبارکباد دی گئی کہ خدا نے آپ کو فرزند نرینہ اور جانشین عطا کیا ہے تو اس نے جواب دیا کہ اس میں خدا کا کیا دخل ہے، یہ میرا اپنا کارنامہ ہے، قارون و فرعون سے لے کر شاہان وقت تک میں یہی فکر رہتی ہے اور آج تک اسی کا سلسلہ جاری ہے اور سب کا انجام بھی ایک ہی جیسا ہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ ﴿٢٦﴾ سورۃ فصلت

یہ بہت پرانا سیاسی حربہ ہے جو اہل باطل آج تک استعمال کررہے ہیں کہ عوام کو اہل حق کی باتیں نہ سننے دو ورنہ ان کی بات اثرانداز ہوجائے گی اور اتنا ہنگامہ کرو کہ بات ہوا میں اڑجائے اور اپنی پارٹی کمزور نہ ہونے پائے۔

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٣٣﴾ سورۃ فصلت

قرآن مجید کی اس ایک آیت میں زندگی کی تمام خوبیوں کو یکجا کر دیا گیا ہے اور اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ انسان کے کردار کا کمال نہ تنہا قول سے ظاہر ہوتا ہے اور نہ تنہا عمل سے اور عمل کا کمال بھی نہ تنھا انفرادیت سے حاصل ہوتا ہے اور نہ تھا اجتماعیت سے بلکہ کردار کا کمال یہ ہے کہ خیر کے تمام شعبے اکٹھا ہو جائیں اور انسان ہر شعبہ حیات میں صاحب خیر کہا جائے جیسا کہ آیت کریمہ کے تین لفظوں سے واضح کیا گیا ہے کہ انسان اسلام کا اعلان کرے یہ زبان اور قول کا کمال ہے پھر عمل صالح کرے کہ یہ اعضاء و جوارح اور کردار کا کمال ہے اور آخر میں اللہ کی طرف دعوت دے کہ یہ اجتماعیت کا کمال ہے تنہا انفرادی اعمال انسان کے کامل کردار کا ذریعہ نہیں بن سکتے ہیں جب تک کہ اجتماعی اور سماجی حالات پر نگاہ نہ رکھی جائے اور بندگان خدا کو خدا کی طرف دعوت نہ دی جائے اسلام میں اپنی اپنی قبر اور اپنے اپنے اعمال کی کوئی گنجائش نہیں ہے، وہ ہر شخص پر دوسروں کی ہدایت کرنے کی ذمہ داری عائد کرتا ہے اور ہر شخص سے اس کے سماج اور معاشرہ کے بارے میں سوال کیے جانے کا اعلان کرتا ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مطلب ہی یہ ہے کہ انسان سے انفرادی کردار کے بارے میں بھی سوال کیا جائے گا اور اجتماعی حالات کے بارے میں بھی، سماج بگڑ گیا تو انسان بہر حال جواب دہ ہو گا کہ اس فساد میں اس کی خاموشی اور گوشہ نشینی کا کتنا حصہ ہے کہ عام طور پر سماج میں تباہی مصلحین کے سکوت اور بے محل تقدس سے ہی پیدا ہوتی ہے اور وہی بد کردار افراد کو کھلی چھوٹ دے دیتے ہیں کہ وہ سماج میں تباہی اور بربادی پیدا کر سکیں۔

پچیسویں پارے کا مختصرجائزہ

اس پارے کے ضمن میں سورۂ الشوریٰ الزخرف الدخان الجاثیہ کا ذکر کیا جائے گا۔

۴۲۔سورہ شوری کا مختصر جائزہ

سورہ شوریٰ قرآن کی ۴۲ویں اور مکی سورتوں میں سے ہے جو ۲۵ویں پارے میں موجود ہے اس سورت کی آیت نمبر ۳۸ میں لفظ "شوری" کا استعمال کرتے ہوئے ایک دوسرے سے مشورت کرنے کو مؤمنین کی صفات میں شمار کیا گیا ہے اسی وجہ سے اس سورت کا نام "شوری" رکھا گیا ہے سورہ شوری کا اصل موضوع وحی ہے لیکن اس کے علاوہ توحید، معاد اور مؤمنین اور کفار کے صفات جیسے موضوعات پر بھی اس سورت میں بحث کی گئی ہے۔

اس سورت کی آیت نمبر ۲۳ آیت مودت کے نام سے مشہور ہے آیت نمبر ۳۸ میں مؤمنین کو ایک دوسرے کے ساتھ مشورت کرنے کی سفارش کی گئی ہے اسی طرح آیت نمبر ۴۰ کو فقہاء قصاص کی مشروعت میں مورد استناد قرار دیتے ہیں۔

مضامین

سورہ شوری کا اصلی موضوع وحی ہے، دین کی تبلیغ اور لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دینے میں رسول خداﷺ کو صبر و استقامت کی تلقین، تمام آسمانی ادیان کا ایک ہونا اور دین میں اختلاف اور تفرقہ بازی سے ممانعت، دوسروں سے در گزر کرنا اور اپنے غصے پر قابو پانا اس سورت کے دوسرے موضوعات میں سے ہیں سورہ شوری میں توحید، معاد، توبہ اور خدا کی طرف سے توبہ قبول کرنے نیز سماجی اور حکومتی امور میں ایک دوسرے سے مشورت اور تعاون کرنے کی اہمیت کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔

فضیلت اور خواص

سورہ شوری کی فضیلت میں پیغمبر اکرمﷺ سے منقول ہے کہ جو شخص اس کی تلاوت کرے فرشتے اس پر سلام درود بھیجتے ہیں اور ان کے حق میں استغفار اور طلب رحمت کرتے ہیں[1]۔ ایک اور حدیث میں امام صادقؑ سے یوں منقول ہے۔ "جو شخص سورہ شوری کی تلاوت کرے تو وہ قیامت کے دن سورج کی طرح چمکتے ہوئی چہرے کے ساتھ محشور ہو گا اس وقت خدا کی بارگاہ سے ندا آئے گی۔ میرے بندے! تم نے سورہ حم عسق کی تلاوت پر مداومت کی جب کہ اس کے ثواب سے آگاہ نہیں تھے؛ لیکن اگر تم اس کے ثواب سے آگاہ ہوتے تو اس کی تلاوت سے کبھی نہیں تھکتے؛ آج میں تمہیں اس کا اجر دوں گا؛ اس کے بعد خدا اس شخص کو بہشت میں لے جانے اور خدا کی خاص نعمتوں سے سرفراز کرنے کا حکم دے

[1] ابوالفتوح رازی، روض الجنان و روح الجنان، ۱۳۷۸ش، ج۱۷، ص۹۶۔

گا[1]۔ "اس سورت کے خواص کے بارے میں احادیث میں آیا ہے کہ جو شخص اس سورت کو لکھ کر اپنے پاس رکھے تو یہ شخص لوگوں کی شر سے محفوظ رہے گا[2]۔

۴۳۔ سورہ زُخْرُف کا مختصر جائزہ

سورہ زُخرُف قرآن کی ۴۳ویں اور مکی سورتوں میں سے ہے جو ۲۵ویں پارے میں واقع ہے زخرف زر و زیور کے معنی میں ہے جسے اس سورت کی ۳۵ویں آیت سے لیا گیا ہے اس سورت میں قرآن کریم اور پیغمبر اکرم ﷺ کی نبوت کی اہمیت، توحید کے بعض دلائل اور کفر و شرک سے مقابلہ کرنے کے بارے میں ہے اسی طرح بعض انبیاء اور ان کے اقوام کی داستان بھی اس سورت میں بیان ہوئی ہیں بعض تفاسیر کے مطابق اس سورت کا اصلی مقصد انسان کو نصیحت اور اسے خبر دار کرنا ہے۔

آیت نمبر ۴ اور ۷۴ اس سورت کی مشہور آیات میں سے ہیں پہلی آیت ام الکتاب اور لوح محفوظ کے بارے میں جبکہ دوسری آیت اہل جہنم کا جہنم میں ہمیشہ رہنے کے بارے میں ہے احادیث میں عذاب قبر سے نجات اور بہشت میں داخل ہونا اس سورت کے فضائل اور خواص میں شمار کیا گیا ہے

مضامین

تفسیر نمونہ کے مطابق سورہ زخرف کے مباحث کو سات(۷) حصوں میں خلاصہ کیا جا سکتا ہے۔ قرآن اور پیغمبر اکرم ﷺ کی نبوت کی اہمیت؛" آفاق" میں موجود توحید کے بعض دلائل اور انسان پر خداوند عالم کے گوناگون نعمات کی یادآوری؛ شرک اور کفر سے مقابلہ اور خدا کی طرف نسبت دی جانے والی ناروا نسبتوں کی نفی اور اندھے تقلید کی ممانعت؛ گذشتہ انبیاء اور ان کے اقوام کا ذکر؛ معاد، قیامت کے دن مؤمنین کی جزا، کفار کی سزا اور مجرموں کو خبردار؛ بے ایمانوں کے غلط معیار جو ان کی غلطی کا سبب بنا ہے؛ وعظ و نصیحت۔

علامہ طباطبائی تفسیر المیزان میں سورہ زخرف کے اصلی مقصد کو انسان کے لیے وعظ و نصیحت کرنا اور اسے خبر دار کرانا قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس سورت میں اس بات کے اوپر تاکید کی گئی ہے کہ یہ خدا کی سنت رہی ہے کہ وہ انسان کی نصیحت اور اسے خبر دار کرانے کیلئے انبیاء بھیجتے ہیں جن کی تکذیب اور ان کا مذاق اڑانے والے ہلاک ہوئے ہیں جس کیلئے اس سورت میں حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسی علیہ السلام کے اقوام کو بطور مثال ذکر کیا گیا ہے۔

فضیلت اور خواص

---

[1] مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، ۱۳۸۲ش، ج۲۰، ص۳۴۴۔

[2] بحرانی، البرہان، ۱۳۸۹ش، ج۴، ص۸۰۱۔

امام باقر علیہ السلام سے نقل ہے کہ جو کوئی سورہ زخرف کی تلاوت اور اس پر مداومت کرے تو خدا اسے قبر میں حشرات اور فشار قبر سے نجات دے گا یہاں تک کہ وہ خداوند عالم کی بارگاہ میں پہنچ جائے اس وقت یہ سورت اسے خدا کے حکم سے بہشت میں داخل کرے گا[1]۔ اسی طرح پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ سے منقول ہے کہ اگر کوئی سورۂ زخرف کی تلاوت کرے تو یہ شخص ان لوگوں میں سے ہو گا جنہیں قیامت کے دن کہا جائے گا۔ اے میرے بندے! آج تمہارے لئے نہ کوئی ترس ہے اور نہ کوئی غم واندوہ، آؤ بغیر حساب و کتاب کے بہشت میں داخل ہو جاؤ[2]۔

۴۴۔ سورہ دُخان کا مختصر جائزہ

سورہ دُخان قرآن مجید کی ۴۴ ویں سورت ہے جس کا شمار مکی سورتوں میں ہوتا ہے اور ۲۵ ویں پارے میں واقع ہے اس سورت کو اس لئے دخان کا نام دیا گیا ہے کہ اس کی دسویں آیت میں کافروں کے لیے دخان (دھواں) نام کے عذاب کا تذکرہ ہوا ہے سورہ دخان میں قرآن شب قدر میں نازل ہونے نیز قرآن پر شک کرنے والے کفار کو عذاب دینے کا کہا گیا ہے اس سورت میں حضرت موسی، بنی اسرائیل اور فرعون کا واقعہ بھی ذکر ہوا ہے۔

مضامین

تفسیر المیزان میں کہا گیا ہے کہ سورہ دخان کا اصل مقصد ان لوگوں کو تنبیہ کرنا ہے جو قرآن کی حقانیت میں شک و تردید کرتے ہیں سورہ دخان میں کہا گیا ہے کہ قرآن اللہ تعالی کی طرف سے انسانوں کی ہدایت کے لیے شب قدر میں نازل ہوا ہے؛ لیکن کافر اپنی خواہشات کے اسیر ہو کر اس میں شک کرتے ہیں پھر انہیں دنیوی اور اخروی عذاب میں مبتلا ہونے کی دھمکی دی گئی ہے۔ تفسیر نمونہ کے مطابق دوسری مکی سوتوں کی طرح سورہ دخان میں بھی عقائد کے بارے میں بیان کیا گیا ہے توحید، معاد اور قرآن اس سورت کے محوری مضمون ہیں؛ اس کے علاوہ کافروں پر عذاب، حضرت موسی، بنی اسرائیل اور فرعون کا واقعہ اور خلقت کا فلسفہ بھی اس میں بیان ہوا ہے۔

فضیلت اور خواص

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کی ایک حدیث کے مطابق جو بھی شب جمعہ اس سورت کی تلاوت کرے گا، اس کے گناہ معاف کیے جائیں گے[3]۔ اسی طرح امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص اپنی واجب یا مستحب نمازوں میں سورہ دخان پڑھے گا اللہ تعالی قیامت کے دن اسے مؤمنوں کے ساتھ

---

[1] صدوق، ثواب الاعمال و عقاب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ج۱، ص۲۲۱۔

[2] بحرانی، البرہان فی تفسیر القرآن، ۱۳۸۹ش، ج۴، ص۸۴۳۔

[3] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۹ ص۹۱۔

محشور کرے گا، عرش الٰہی کے زیر سایہ قرار دے گا، اعمال کے حساب و کتاب میں آسانی کرے گا اور اس کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دے گا[1]۔ مَفاتیحُ الجِنان میں رمضان المبارک کی ۲۳ویں رات (شب قدر) کے اعمال میں سے سورہ دخان کی تلاوت کو ذکر کیا ہے[2]۔

۴۵۔ سورہ جاثیہ کا مختصر جائزہ

سورہ جاثیہ قرآن کی ۲۵ویں سپارے میں واقع پینتالیسویں (۴۵ویں) سورت ہے جو مکی سورتوں کا حصہ ہے جاثیہ گھٹنوں کے بل بیٹھنے کے معنیٰ میں ہے اٹھائیسویں آیت میں قیامت کے دن امتوں کے گھٹنوں کے بل جھکنے اور انہیں انکے اعمال نامے دینے کے ذکر کی وجہ سے اس کا نام جاثیہ رکھا گیا ہے حقانیت قرآن، وحدانیت خداوند اور منحرف عقائد پر مصر افراد کو تہدید، مؤمنین کو کفار کو بخشنے کی دعوت اور قیامت کے مختلف مناظر کی تصویر کشی اس سورے میں بیان ہوئی ہے۔

مضامین

سورہ جاثیہ حقانیت قرآن کے بیان سے شروع ہوتی ہے پھر آسمان و زمین کی خلقت کی عظیم علامات اور وحدانیت خدا کی طرف اشارہ کرتی ہے ان علامات کے باوجود اپنے انحرافی عقائد پر باقی رہنے والوں کو سخت سزا کی تہدید کی خبر دیتی ہے نیز اس سورے میں آگے چل کر مومنوں کو کفار کو عفو کرنے کا پیغام دیتی ہے بنی اسرائیل جیسی ناشکر گزار قوم کے کفران نعمت کی مثال بیان کرتی ہے کہ جو رسول اللہ کو دئے جانے والے ایک دستور کا مقدمہ ہے جس میں آپ کو جاہلوں کی چاہت پر عمل پیرا ہونے کی بجائے شریعت کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے اس کے بعد معاد کے منکرین میں سے ایک گروہ کا قول اور ان کا جواب ہے نیز آخری آیات میں قیامت کے مختلف مناظر اور مجرموں کے حالات بیان ہوئے ہیں۔

فضیلت اور خواص

اس سورہ کی فضیلت میں پیغمبر ﷺ سے مروی ہے جو شخص اس سورت کی تلاوت کرے گا خدا اسکے عیوب چھپائے گا، اسے خوف کی حالت اور حساب و کتاب کے موقع پر پریشانی میں آرام و سکون بخشے گا[3]۔ امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے۔ اس کی تلاوت کرنے کی جزا یہ ہے کہ جہنم کی آگ

---

[1] شیخ صدوق، ثواب الاعمال، ۱۴۰۶ق، ص ۱۱۴۔
[2] قمی، مفاتیح الجنان، اعمال مخصوصہ شب بیست و سوم، ص ۳۲۴.
[3] طبرسی، مجمع البیان، ۱۴۱۵ق، ج۹، ص ۱۱۸۔

اس تک نہیں پہنچے گی اور وہ شخص جہنم کی زناٹے دار صدائیں نہیں سنے گا نیز وہ رسول کے ہمراہ ہوگا[1]۔ تفسیر برہان میں ظالموں کے شر سے محفوظ رہنا اور لوگوں میں آبرو مند رہنا نیز سخن چین کے شر سے محفوظ رہنا اس کے خواص بیان ہوا ہے[2]۔

پچیسویں پارے کے چیدہ نکات

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۗ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (۵۳) سورۃ فصلت

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ کائناتِ ارض وسما اور یہ وجود انسانی دونوں قدرت خدا کی دو کھلی ہوئی کتابیں ہیں جن کا لفظ لفظ اس کے وجود اور اس کی عظمت و جلالت کی گواہی دے رہا ہے، انسان کائنات کے ایک ذرہ پر بھی نگاہ کرے تو اسے اندازہ ہو جائے گا کہ خالق حکیم کے بغیر اس کی تخلیق ممکن نہیں ہے اور اپنے وجود کی ایک سانس پر بھی غور کرلے تو اس بات کا یقین کرلے گا کہ کوئی کارساز ذہن ہے جو اس وجود کو چلا رہا ہے اور اسے باقی رکھے ہوئے ہے ورنہ اس عمارت کا بھروسہ ہی کیا ہے جو ہوا پر قائم ہو اور جو ایک ایک سانس سے ہل جائے، یہ رب کائنات کا کرم ہے کہ ایسی عمارت کو سیکڑوں سال اسی شان سے باقی رکھتا ہے، اسلام کا عقیدہ توحید اگرچہ ایک غیبی عقیدہ ہے لیکن اس کے دلائل اور شواہد ہرگز غیبی نہیں ہیں بلکہ سرتاسر بالکل واضح اور محسوس ہیں جن کے بعد انسان کو غیب کہہ کر نظر انداز کردینے کا کوئی حق نہیں پہنچتا ہے۔

امیر المؤمنینؑ نے انسانی وجود کے بارے میں کتنا حسین جملہ ارشاد فرمایا ہے کہ یہ ایک ایسی مخلوق ہے جو گوشت سے بولتا ہے، ہڈی سے سنتا ہے اور چربی سے دیکھتا ہے، کیا ایسے اعضاء یعنی گوشت و استخوان کے ٹکڑوں میں ایسی صلاحیت کا پیدا کردینا خالقیت اور مالکیت کی محکم ترین دلیل نہیں ہے، اور اگر انسان خود اپنے وجود کی طرف سے بھی غافل ہے تو خدا کی طرف کسی طرح متوجہ ہوگا۔

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَهُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِن يُدْخِلُ مَن يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ ۚ وَالظَّالِمُونَ مَا لَهُم مِّن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ (۸) سورۃ الشوری

بیشک خدا جبری طور پر ہدایت دے سکتا ہے لیکن اس طرح انسان انسان نہیں رہ جاتا ہے بلکہ جمادات اور نباتات میں شامل ہو جاتا ہے اس لئے کہ انسان کی انسانیت اس کے ارادہ و اختیار سے وابستہ ہے اس کے بغیر کوئی انسانیت نہیں ہے۔

انسانیت کے تحفظ اور احترام کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر جبر نہ کیا جائے اور اسے اپنے ارادہ سے حق قبول کرنے کی دعوت دی جائے اور وہ بھی اسی نشان سے حق کو قبول کرے اور اس کے تقاضوں پر عمل کرے۔

---

[1] صدوق، ثواب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ص ۱۱۴۔

[2] بحرانی، تفسیر البرھان، ۱۴۱۶ق، ج۵، ص ۲۳، بحرانی، تفسیر البرھان، ۱۴۱۶ق، ج۵، ص ۲۳۱۔

قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ ﴿٢٣﴾ سورۃ الشوری

صاحب کشاف، صاحب بحر المحیط، صاحب روح البیان اور صاحب تفسیر کبیر سب نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ آیت مبارکہ کے نزول کے بعد اصحاب نے پیغمبر اکرم ﷺ سے یہ سوال کیا تھا کہ ان قرابتداروں سے کون حضرات مراد ہیں تو آپ نے فرمایا تھا کہ علیؑ فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ۔

نظام الدین نیشاپوری نے غرائب القرآن میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں کہ علیؑ و فاطمہؑ اور دونوں کے دونوں فرزند بعض مفسرین نے اس استثناء کو منقطع قرار دے کر اس مطالبہ کو اجر رسالت سے الگ کرنا چاہا ہے حالانکہ استثناء کی اصل ہی یہ ہے کہ اسے متصل ہونا چاہیے جب تک کہ اس کے خلاف کوئی دلیل نہ آجائے اور اسی کی بنیاد پر مودۃ القربی تبلیغ رسالت کی اجرت ہے اور الگ سے کوئی مطالبہ نہیں ہے۔

بعض مفسرین نے اس روایت میں بھی تشکیک کیا ہے کہ یہ سورہ مکّی ہے اور حسنینؑ کی ولادت مدینہ میں ہوئی ہے لہذا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے حالانکہ کھلی ہوئی بات ہے کہ سورہ کے مکی ہونے کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ تمام آیات مکی ہوں جیسا کہ خود اس سورہ کے بارے میں مفسرین نے تصریح کی ہے۔

وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ ﴿٣٠﴾ سورۃ الشوری

انسان یہ خیال کرتا ہے کہ بلائیں از غیب نازل ہوتی ہیں اور ان میں اس کا کوئی خل نہیں ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان سب کا انسان سے قریب یا دور کا کوئی نہ کوئی رابطہ ضرور ہوتا ہے، یہ بلائیں کبھی براہ راست انسان کی سزا یا تنبیہ کے طور پر نازل ہوتی ہیں اور کبھی اس کے کسی عمل کا اثر ہوتی ہیں جو بعید المدت زہر کی طرح کام کرتی ہیں۔

وَلَمَنِ انتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَٰئِكَ مَا عَلَيْهِم مِّن سَبِيلٍ ﴿٤١﴾ سورۃ الشوری

یہ ایک قانونِ عام ہے کہ مظلوم کو انتقام لینے کا حق ہے اور انتقام میں کوئی عیب نہیں ہوتا ہے، اہل دنیا میں ہمیشہ یہ دیکھا گیا ہے کہ وہ ظالم کو ظلم پر آمادہ کرتے ہیں اور جب مظلوم انتقام لینا چاہتا ہے تو اسے منع کر دیتے ہیں، اسلام نے بالکل اس کے خلاف قانون بنایا ہے کہ روکنا ہے تو ظالم کو روکو کہ اس نے ظلم کی بنیاد رکھی ہے ورنہ مظلوم کو انتقام لینے کا حق دو بلکہ ممکن ہو تو اس کا ساتھ دو تاکہ ظلم کا قلع قمع ہو جائے اور ظالمین سر اٹھانے کے قابل نہ رہ جائیں، ظالم کے ظلم پر بے محل سکوت اور اس کے ظلم سے رضامندی در حقیقت ظلم میں شرکت کے مترادف ہے اور اسی لئے مظالم کو سننے کے بعد راضی رہ جانے والوں کو قابل لعنت قرار دیا گیا ہے۔

يَهَبُ لِمَن يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَن يَشَاءُ الذُّكُورَ ﴿٤٩﴾ أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا ۖ وَيَجْعَلُ مَن يَشَاءُ عَقِيمًا ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ﴿٥٠﴾ سورۃ الشوری

یہ مالک کائنات کی قدرت کا مرقع ہے کہ کسی کو بیٹی دیتا ہے اور کسی کو بیٹا عطا کرتا ہے اور کسی کو دونوں سے نوازتا ہے اور کسی کو بانجھ بنادیتا ہے اور یہ سب اپنی مخصوص مصلحت کے تحت کرتا ہے، نہ بانجھ بنادینا اس کی قوت تخلیق کا نقص ہے اور نہ بیٹا پیدا کردینا اس کے کمالِ تخلیق کی علامت ہے بلکہ لطیف ترین بات یہ ہے کہ اس نے بیٹی اور بیٹے دونوں کو ہبہ سے تعبیر کرنے کے بعد بیٹی کا ذکر پہلے کیا ہے اور بیٹے کا ذکر بعد میں، گویا کہ بیٹی کو ذکر کے اعتبار سے تقدم کا شرف حاصل ہے اور عملی اعتبار سے بھی اس نے اپنے محبوب ترین بندہ کو بیٹی ہی سے نوازا ہے اور اس کی نسل کو آج تک اسی بیٹی کے ذریعہ قائم ودائم رکھاہے جو بیٹی کی عظمت واہمیت کی بہترین دلیل ہے۔

بیٹی دار دنیا میں مختلف وجوہ سے زحمت اور مشقت کا باعث بنتی ہے لیکن اجر وثواب کے اعتبار سے اس کی اہمیت یہ ہے کہ پروردگار اجر وثواب بھی زحمت ہی پر عطا کرتا ہے راحت وآسائش پر نہیں۔

وَنَادَىٰ فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ قَالَ يَا قَوْمِ أَلَيْسَ لِي مُلْكُ مِصْرَ وَهَٰذِهِ الْأَنْهَارُ تَجْرِي مِن تَحْتِي أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿٥١﴾ سورۃ الزخرف

اہل باطل کے پاس مادی اسباب کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا ہے اور وہ اسی کے ذریعہ اپنے مطالب کو منوانا چاہتے ہیں، کفار قریش نے بھی پیغمبرؐ اسلام کی مادی حالت اور غربت پر طنز کیا تھا تو پروردگار نے جناب موسیٰ علیہ السلام کا قصہ دہرادیا کہ تم سے پہلے فرعون نے بھی یہی بات کہی تھی اور اس کا انجام تمہیں معلوم ہے لہذا اب ایسی احمقانہ گفتگو مت کرنا اور گربت وامارت سے بلند ہو کر حقائق اور معارف پر غور کرنا شروع کرو۔

ادْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ ﴿٧٠﴾ سورۃ الزخرف

شوہر کی طرح زوج بھی صاحب کردار ہو تو دونوں کو ایک ساتھ رکھا جائے گا تا کہ حیات دنیا کا سرور اور انس برقرار رہے ورنہ جب نسبی رشتے کام آنے والے نہیں ہیں تو سببی رشتوں کا کیا بھروسہ ہے اور جب وہاں زوجۂ نوح جناب نوحؑ کے ساتھ نہیں جاسکتی ہے تو دوسروں کی ازواج کا کیا ذکر ہے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ﴿٥١﴾ سورۃ الدخان

انسان زندگانیٔ دنیا میں چار طرح کی راحتوں کا طلبگار رہتا ہے، کھانے کیلئے بہترین غذا مل جائے، پینے کیلئے بہترین لباس فراہم ہوجائے، رہنے کیلئے عمدہ مکان مل جائے جو محفوظ بھی ہو اور اس میں اسباب آسائش بھی ہوں اور اس کے بعد انتہائی خوبصورت اور خوش اخلاق زوجہ مل جائے تا کہ زندگی کا سکون درہم برہم نہ ہونے پائے۔

پروردگار عالم نے انسان کو توجہ دلائی کہ دنیا میں تو ان راحتوں کا فراہم ہونا ناممکن ہے، ہر راحت کے ساتھ ایک تکلیف ضرور شامل ہوجاتی ہے، غذا میں خراب ہونے کا خطرہ رہتا ہے، لباس میں بوسیدہ ہوجانے کا اندیشہ رہتا ہے، مکان میں گر جانے کا خطرہ رہتا ہے، زوجہ میں چھٹ جانے

اور ضعیف ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے البتہ جنت کی نعمتیں ہمیشہ رہنے والی ہیں اور ان میں اس طرح کے خطرات نہیں ہیں صرف فرق یہ ہے کہ ان کا حصول تقوی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

جنت کا مکان محفوظ بھی ہے اور اس میں باغات اور چشموں کا سلسلہ بھی ہے، وہاں کا لباس ریشم کا ہے اور دبیز اور ہلکا دونوں طرح کا ہے جو ساتر بھی ہے اور زینت بھی پیدا کرتا ہے وہاں کی زوجہ بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی اور وہاں کی غذا میں ہر طرح کا میوہ ہے جو چاہے سامنے حاضر ہے۔

اور اس کے بعد سب سے بالاتر یہ نعمت ہے کہ وہاں موت کا کوئی اندیشہ نہیں ہے اور فضل پروردگار ہمہ وقت شامل حال رہنے والا ہے اور یہی وہ راحت ہے جس کو عظیم کامیابی کہا جاسکتا ہے اللھم ارزقنا!

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ ﴿٢٣﴾ سورۃ الجاثیۃ

دنیا میں بہت کم افراد ایسے ہیں جنہوں نے خدا کو خدا سمجھا ہو اور خواہشات کی خدائی کا در پردہ اقرار نہ کیا ہو، خواہشات کے بندے حدود مذہب کے باہر بھی پائے جاتے ہیں اور حدود مذہب کے اندر بھی بلکہ کبھی کبھی مذہب کے نام پر جان دینے والے بھی دراصل خواہشات ہی کے بندے ہوتے ہیں کہ ان کا جان دے دینے کا فیصلہ بھی خواہشات کی پیداوار ہوتا ہے اور اس کا حکم خدا سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے گویا کہ یہ خواہشات کو قربان کرنے کے بجائے خواہشاتی قربانی پیش کرتے ہیں اور اس طرح شہادت کے شرف سے محروم رہ جاتے ہیں، شریعت کے قوانین دراصل اسی لئے بنائے گئے ہیں کہ انسانی خواہشات پر روک لگائی جائے اور انسان کو ایک ایسا معیار دے دیا جائے کہ اس سے انحراف خواہشات کی خدائی کے مترادف ہو جائے چاہے اس کا نام جو بھی رکھ لیا جائے، اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگ احکام شریعت میں بھی ہیرا پھیری کرتے رہتے ہیں اور اپنی پسند اور ناپسند سے تقلید تک تبدیل کر دیتے ہیں اور پھر دوسرے اعلم کی رائے کا سہارا لے کر اپنے مقصد کو پورا کر لیا کرتے ہیں، یہ بھی در حقیقت خواہشات ہی کی خدائی کا ایک نمونہ ہے ورنہ تقلید کا ایک معیار ہے اور اس کی تبدیلی کا بھی ایک معیار مقرر ہے جس سے ہٹ کر کوئی چیز حدود اطاعت وعبادت میں داخل نہیں ہو سکتی، خدا ہر انسان کو خود اس کے شر سے بھی محفوظ رکھے۔

❁❁❁❁❁

چھبیسویں پارے کا مختصر جائزہ

اس پارے کے ضمن میں سورۂ الاحقاف، محمد، الفتح، الحجرات، ق، الذاریات کا ذکر کیا جائے گا۔

۴۶۔سورہ احقاف کا مختصر جائزہ

سورہ احقاف قرآن کی ۴۶ویں اور مکی سورتوں میں سے ہے اور ۲۶ویں پارے میں واقع ہے "احقاف" ریگستان کے معنی میں ہے اور اس سورت میں اس سے حضرت ہود کی قوم یعنی قوم عاد کی سرزمین مراد ہے سورہ احقاف قیامت، اس کی اہمیت، اس دن مؤمنین اور کافرین کی حالت اور کائنات کے خلقت کا بیہودہ اور بے مقصد نہ ہونے کے کے بارے میں ہے اس سورت میں قیامت کے دن مردوں کے زندہ کرنے پر خدا کی قدرت کے متعلق بھی گفتگو ہوئی ہے اسی طرح اس سورت میں ماں باپ پر نیکی کرنے کی سفارش کی گئی ہے احادیث میں آیا ہے کہ اس کی ۱۵ویں آیت امام حسین علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

مضامین

سورہ احقاف کے بعض مباحث اور موضوعات یہ ہیں۔ معاد اور اس کی اہمیت، قیامت کے دن مؤمنین اور کافروں کی حالت، والدین کی ساتھ نیکی کی سفارش، آسامان اور زمین کی خلقت کا بیہودہ اور بے مقصد نہ ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس کی خلقت پر خدا کے قادر ہونے کا بیان اور آخر میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ خدا مردوں کی زندہ کرنے نیز ان میں دوبارہ روح پھونکنے پر بھی قادر ہے، علامہ طباطبائیؒ تفسیر المیزان میں فرماتے ہیں کہ یہ سورت ان مشرکین کو ڈرانے اور دھمکانے کیلئے نازل ہوئی ہے، جو دین اسلام کے ساتھ مقابلہ کرنے کیلئے اس کے انکار کے ساتھ ساتھ اسلام، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ اور قرآن کا مذاق بھی اڑاتے تھے۔

فضیلت اور خواص

امام صادق علیہ السلام سے اس سورت کی فضیلت اور تلاوت کے بارے میں نقل ہے کہ جو شخص ہر رات یا ہر جمعہ اس سورت کی تلاوت کرے، خدا دنیا کی وحشت کو اس شخص سے دور کرے گا اور قیامت کی وحشت سے بھی اسے محفوظ رکھے گا[1]۔ اسی طرح پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سے بھی نقل ہو ہے کہ جو شخص "سورہ احقاف" کی تلاوت کرے، دینا میں موجود ریت کے ذرات کے دس گنا اسے حسنہ دیا جائے گا اور ہر ذرے کے مقابلے میں اس کے دس

---

[1] بابایی، برگزیدہ تفسیر نمونہ، ۱۳۸۲ش، ج۴، ص۴۲۲۔

گناہ معاف کیئے جائیں گے اور ہر ذرے کے مقابلے میں اس کے درجات میں دس درجہ اضافہ کیا جائے گا[1]۔ اس سورت کے بعض دیگر خواص کا بھی ذکر احادیث میں آیا ہے من جملہ یہ کہ۔ اگر کوئی اسے لکھ کر آب زمزم کے ساتھ دھو کر اس کا پانی پیئے تو یہ چیز اس شخص کی نیک نامی، آبرومندی، محبوبیت اور قدرت حافظہ کا سبب بنے گا[2]۔ اسی طرح جو شخص اس سورت کو لکھ کر اپنے یا کسی بچے کی گردن میں آویزان کرے یا اسے دھو کر اس کا پانی پیئے تو یہ شخص قوی اور صحت مند جسم کا مالک ہو گا اور مذکورہ بچہ اسے لاحق خطرات اور مصیبتوں سے محفوظ رہے گا اور دودھ پینے والا بچہ گہوارے میں تیز بین آنکھوں کا مالک بنے گا[3]۔

۴۷۔ سورہ محمد کا مختصر جائزہ

سورہ محمد قرآن کریم کی مدنی سورتوں میں سے سینتالیسواں سورہ ہے کہ جو ۲۶ویں جزء میں واقع ہے اس سورہ کا نام محمد نام رکھنے کی وجہ اس سورے کی دوسری آیت میں مذکور یہ اسم گرامی ہے۔ مؤمنین، کفار اور آخرت میں ان کی عاقبت اس سورے کے اصلی مضمون ہیں نصرت الہی کے پہنچنے کی کیفیت کی طرف اشارہ اس سورے کی ساتویں آیت میں موجود ہے نیز یہی آیت مشہور آیات احکام میں سے اور وجہ تسمیہ کی آیت بھی ہے چوتھی آیت قیدیوں کے قتل کی ممنوعیت، انہیں فدیہ لے کر یا کسی چیز کو بدلے میں لئے بغیر آزاد کرنے کے احکام پر مشتمل ہے۔ بہشتی چشموں سے سیراب ہونا اور بہشت میں فقیری کا نہ ہونا اس سورے کی تلاوت کے اجر و ثواب میں سے ہے۔

مضامین

مؤمنین و کفار کی صفات، قیامت کے دن دونوں گروہوں کا عاقبت کے لحاظ سے مقائسہ، جہاد کا مسئلہ اور اسلام دشمنوں سے جنگ اس سورت کے اصلی موضوعات ہیں، جنگ احد کے موقع پر اس سورت کے نازل ہونے کی وجہ سے اس کی اکثر آیات میں جنگ سے متعلق گفتگو کی گئی ہے، مختصر طور پر اس سورت کے اہم مضامین درج ذیل ہیں۔

---

[1] طبرسی، مجمع البیان فی تفسیر القرآن، ۱۳۷۲ش، ج۹، ص۱۳۶۔
[2] نوری، مستدرک الوسائل، ۱۴۰۸ق، ج۴، ص ۳۱۳۔
[3] بحرانی، البرہان فی تفسیر القرآن، ۱۴۱۶ق، ج۵، ص ۳۵۔

ایمان، کفر اور اس دنیا اور آخرت میں مومنوں اور کفار کے احوال کا مقائسہ؛ دشمنوں سے جہاد کا حکم اور ان کے اسیروں سے برتاؤ؛ ان آیات کے نزول کے وقت مدینہ میں منافقین تخریبی سرگرمیوں کا بیان؛ زمین کی سر و سیاحت کا حکم اور عبرت حاصل کرنے کیلئے گذشتہ اقوام کی سرنوشت میں غور و فکر کرنے کا حکم؛ مسئلۂ جنگ کے تناظر میں آزمائش الٰہی کا مسئلہ؛ بحث انفاق اور اسے ایک نوع جہاد سے تعبیر کرنا۔

فضیلت و خواص

پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ سے مروی ہے کہ اگر کوئی اس سورت کی تلاوت کرے گا تو وہ شخص قیامت کے روز اپنی قبر سے اٹھ کر جس طرف نگاہ دوڑائے گا تو وہ رسول خدا کی زیارت کرے گا نیز خدا اسے بہشت کے چشموں سے سیراب کرے گا[1]۔ دین میں تردید کا شکار نہ ہونا، فقر میں مبتلا نہ ہونا، خداوند و پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ کی امان میں ہونا اس سورت کی تلاوت کے ان انعامات میں سے ہے کہ جن کی طرف امام صادق علیہ السلام کی روایت میں اشارہ کیا گیا ہے[2]۔

۴۸۔ سورہ فتح کا مختصر جائزہ

سورہ فتح قرآن کی ۴۸ویں اور مکی سورتوں میں سے ہے جو ۲۶ویں پارے میں واقع ہے اس سورت کی پہلی آیت فتح مبین کے بارے میں ہے اسی لئے اس سورت کو "سورہ فتح" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے کفار پر مسلمانوں کی فتح، ایمان، جہاد اور اخلاص کا ثواب، مجاہدین کی لغزشوں کی معافی، کافروں اور کاہل مسلمانوں کی تنبیہ اور دین خدا کا جہانی ہونا اس سورت کے عمدہ مضامین میں سے ہیں اس سورت کی پہلی آیت فتح مبین اور ۱۸ویں آیت بیعت رضوان کے بارے میں ہے جو اس سورت کی مشہور آیات میں شامل ہے۔

سورت فتح کی فضیلت کے بارے میں آیا ہے کہ جو شخص اس سورت کی تلاوت کرے وہ اس شخص کی مانند ہے جس نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ کے ساتھ فتح مکہ میں شرکت کی ہو اور بیعت شجرہ میں آپ کی بیعت کی ہو۔

مضامین

سورہ فتح کا اصلی موضوع مسلمانوں کی فتح اور خدا کے وہ احسانات ہیں جو اس نے اپنے رسول اور مومنین پر کیے ہیں، اس سورت میں مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ کی نوید کے ساتھ ساتھ انہیں دلی سکون اور اطمینان کی خوشخبری دی گئی ہے اسی طرح قیامت کے دن ایمان، جہاد اور اخلاص کی جزا، مجاہدین کے گناہوں کی مغفرت، کفار و منافقین اور کاہل مسلمانوں کی تنبیہ، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ کا مقام، وحی اور نبوت کے مقاصد کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے، اس سورت کے مطالب کو درج ذیل نکات میں خلاصہ کیا جا سکتا ہے۔

---

[1] بحرانی، البرہان، ۱۳۸۹ش، ج۵، ص ۹۳؛ ثعلبی، الکشف و البیان، ۱۴۲۲ق، ج۹، ص ۲۸۔

[2] صدوق، ثواب الاعمال و عقاب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ص ۲۲۳۔

فتح کی نوید اور مکہ میں داخل ہونے اور عمرہ کے مناسک کی انجام دہی سے متعلق پیغمبر اکرمؐ کے خوابوں کے محقق ہونے پر تاکید؛ صلح حدیبیہ سے مربوط واقعات، مؤمنین کے دلوں پر اطمینان نازل ہونا اور بیعت رضوان کے واقعات کی طرف اشارہ؛ پیغمبر اکرمؐ کے مقام و مرتبہ نیز ان کے بلند اہداف و مقاصد کی طرف اشارہ؛ منافقین کی بد عہدی اور ان کی طرف سے جہاد میں شرکت نہ کرنے کیلئے پیش کردہ بیہودہ بہانوں کے نمونے؛ منافقین کے بے جا تقاضے؛ میدان جہاد میں شرکت سے معذور افراد کی معرفی؛ پیغمبر اکرمؐ کی خصوصیات اور آپ کے مختصات۔

فضائل اور خواص

سورہ فتح کی تلاوت کے بارے میں احادیث میں بہت زیادہ فضائل نقل ہوئے ہیں؛ من جملہ یہ کہ جو شخص سورہ فتح کی تلاوت کرے وہ اس شخص کی مانند ہے جس نے پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ فتح میں شرکت اور بیعت شجرہ میں آپ کی بیعت کی ہو[1]۔ اسی طرح منقول ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے اس سورت کے نزول کے وقت اپنے اصحاب سے فرمایا۔ مجھ پر ایک ایسی سورت نازل ہوئی ہے جو میرے نزدیک ان تمام چیزوں سے زیادہ افضل ہے جس پر سورج کی روشنی پڑتی ہے[2]۔ امام صادقؑ سے بھی منقول ہے۔ سورہ فتح کی تلاوت کے ذریعے مال و دولت اور بیوی بچوں کو تلف ہونے اور گزند پہنچنے سے محفوظ کرو؛ کیونکہ جو شخص سورہ فتح کی تلاوت پر مداومت کرے روز قیامت منادی اس طرح ندا دے گا جو تمام اہل قیامت سن لیں گے۔ اس شخص کو میرے شائستہ بندوں میں شامل کرو، بہشت میں میری نعمتوں تک پہنچا دو اور اسے اس میٹھے شربت سے سیراب کرو جو بہشتی کافور سے مخلوط ہے[3]۔ احادیث میں اس سورت کے بعض خواص بھی ذکر ہوئے ہیں؛ من جملہ ان میں خطرات سے محفوظ رہنا، خوف کا برطرف ہونا، اور ظالم حاکم کے شر سے محفوظ رہنا شامل ہیں[4]۔

۴۹۔ سورہ حجرات کا مختصر جائزہ

حجرات کا لفظ، حجرہ کی جمع ہے اور یہ لفظ اس سورت کی چوتھی آیت میں آیا ہے سورہ حجرات میں رسول اللہؐ کے ساتھ آداب معاشرت کا بیان ہوا ہے تو ساتھ ہی بعض معاشرتی اخلاق جیسے بدگمانی، تجسّس اور غیبت کے بارے میں بھی ذکر ہوا ہے اس سورت کی مشہور آیات میں سے ایک آیت اخوت ہے جس میں مومنین کو ایک دوسرے کا بھائی کہا گیا ہے ایک اور مشہور آیت آیت نبأ ہے جس میں ہر خبر لانے والے پر اعتماد نہ کرنے کو کہا گیا ہے نیز اس سورت کی ۱۳ویں آیت میں اللہ کے نزدیک سب سے معزز اور مکرم شخص متقی انسان کو قرار دیا گیا ہے۔

مضامین

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۹، ص۱۶۵۔

[2] متقی، کنز العمال، ۱۴۱۹ق، ج۱، ص۲۹۰۔

[3] صدوق، ثواب الأعمال و عقاب الأعمال، ۱۴۰۶ق، ص۱۱۵۔

[4] بحرانی، البرهان، ۱۴۱۵ق، ج۵، ص۷۷، کفعمی، المصباح، ۱۴۰۵ق، ص۴۵۷۔

تفسیر المیزان کے مطابق اس سورت میں کچھ اخلاقی احکام ہیں جیسے اللہ تعالی سے ارتباط، پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھ جن آداب کی رعایت کرنی چاہیے اور معاشرے میں لوگوں سے رابطے کے دوران کیسا اخلاق ہونا چاہیے اسی طرح اس سورت میں لوگوں کو ایک دوسروں پر برتری کا معیار بھی ذکر ہوا ہے اور آخر میں ایمان اور اسلام کی حقیقت کی طرف بھی اشارہ ہے،اس سورت میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ افواہوں پر کان نہ دھریں، دوسروں کی غیبت اور بدگوئی سے پرہیز کریں اور دوسروں کے عیوب میں تجسس نہ کریں، گمانوں سے اجتناب کریں اور مسلمانوں کے درمیان صلح قائم کریں۔

فضیلت اور خواص

تفسیر مجمع البیان میں پیغمبر اکرم ﷺ سے منقول ہے کہ اگر کسی نے سورہ حجرات کی تلاوت کی، اللہ تعالی اسے ہر وہ شخص جو اس کی اطاعت کرتا ہے اور جو اس کی مخالفت کرتا ہے ان سب کے دس برابر حسنات عطا کرتا ہے[1]۔ اسی طرح شیخ صدوقؒ نے اپنی کتاب ثواب الاعمال میں لکھا ہے کہ جس نے ہر رات یا ہر دن سورہ حجرات کی تلاوت کی، وہ رسول اللہ کے زائرین میں سے ہوگا[2]۔

۵۰۔ سورہ ق کا مختصر جائزہ

سورہ ق قرآن کریم کی ۵۰ویں اور مکی سورتوں میں سے ہے جو ۲۶ویں پارے میں موجود ہے یہ سورہ "ق" کے نام سے معروف ہے کیونکہ اس کا آغاز حرف مقطعہ "ق" سے ہوتا ہے معاد اور مردوں کے زندہ ہونے سے کفار کی حیرانگی، نبوت، توحید اور قدرت الہی اس سورت میں مطرح ہونے والے موضوعات میں سے ہیں، سورہ ق کی آیت نمبر ۱۶ جو خدا کو انسان کے شہ رگ سے بھی نزدیک قرار دیتی ہے، اس سورت کی مشہور آیات میں سے ہے۔

مضامین

سورہ ق کے ابحاث کا اصلی موضوع معاد ہے جبکہ اس کے علاوہ دیگر موضوعات پر بھی ضمنی طور پر اس سورت میں بحث کی گئی ہے، سورہ ق میں مورد بحث واقع ہونے والے موضوعات کو بطور خلاصہ یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

کفار کی جانب سے معاد (معاد جسمانی) انکار اور تعجب؛ نظام آفرینش خاص کر بارش کے ذریعے مردہ زمینوں کی تجدید حیات پر خاص توجہ دینے کے ذریعے معاد پر استدلال؛ پہلی خلقت کی طرف توجہ مبذول کرانے کے ذریعے معاد پر استدلال؛ حساب کتاب کے دن (قیامت) کے لئے اعمال کا ثبت و ضبط کی طرف اشارہ؛ موت سے متعلق مسائل؛ قیامت کے واقعات اور بہشت و جہنم کی خصوصیات کی طرف مختصر اشارہ؛ کائنات کے چونکا

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۹، ص۱۹۶۔

[2] صدوق، ثواب الاعمال، ۱۴۰۶ق، ص۱۱۵۔

دینے والے اختتام کی طرف اشارہ؛ سرکش قوموں کی حالت زار اور برے انجام کی طرف اشارہ؛ ذکر خدا اور قرآن کی عظمت کی یاددہانی؛ زندگی کے تمام مراحل میں انسان کا تحت کنٹرول ہونا۔

فضیلت اور خواص

سورہ ق کی فضیلت کے بارے میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سے نقل ہے کہ جو شخص سورہ "ق" کی تلاوت کرے تو خدا سکرات موت اور دوسری سختیوں کو اس شخص سے دور کرے گا[1]۔ امام باقر علیہ السلام سے بھی منقول ہے کہ جو شخص اپنی واجب یا مستحب نمازوں میں سورہ "ق" پڑھے تو خدا اس کے رزق و روزی میں وسعت عطا کرے گا اور قیامت کے دن اس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور اس کے حساب و کتاب میں آسانی ہوگی[2]۔ تفسیر البرہان میں سورہ ق کے بعض خواص من جملہ مرگی کی بیماری سے نجات، رزق و روزی میں وسعت اور اضطراب کے خوف کا برطرف ہونا مذکور ہے[3]۔

۵۱۔ سورہ ذاریات کا مختصر جائزہ

سورہ ذاریات قرآن کریم کی ۵۱ویں اور مکی سورتوں میں سے ہے اور ۲۶ویں اور ۲۷ویں پارے میں واقع ہے "ذاریات" ذاریہ کا جمع اور ہوا کے معنی میں ہے سورہ ذاریات کا اصلی موضوع قیامت ہے اس کے علاوہ اس سورت میں توحید اور آفرینش میں خدا کی نشانیوں، فرشتوں کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہاں مہمانی اور قوم لوط پر عذاب کی ان کو ماموریت، حضرت موسی علیہ السلام کی داستان اور قوم عاد، قوم ثمود اور قوم نوح کی کہانی وغیرہ پر بھی بحث کی گئی ہے۔ آیت نمبر ۵۶ اس سورت کی مشہور آیات میں سے ہے جس میں انسانوں اور جنات کی خلقت کا مقصد خدا کی عبادت و بندگی قرار دیتے دیا گیا ہے۔

مضامین

تفسیر المیزان کے مطابق سورہ ذاریات کا اصلی موضوع معاد اور اس کا انکار، اس سورت میں وقوع معاد کو یوں ثابت کیا گیا ہے کہ خدا نے اس کے واقع ہونے کا وعدہ دیا ہے اور خدا کا وعدہ حتمی ہے اور بغیر تردید کے پورا ہو کر رہے گا، تفسیر نمونہ میں اس سورت کے مباحث کو پانچ حصوں میں یوں تقسیم کیا گیا ہے ہیں۔ معاد اور اس سے مربوط مسائل؛ توحید اور نظام آفرینش میں خدا کی نشانیاں؛ فرشتوں کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہاں مہمانی اور قوم لوط سے متعلق ان کی مأموریت؛ حضرت موسی، قوم عاد، قوم ثمود اور قوم نوح کی داستان؛ گذشتہ اقوام کا اپنے پیغمبروں سے مقابلہ اور خدا کی طرف سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ کی دلجوئی اور دشمنوں کے مقابلے میں صبر و استقامت کی دعوت۔

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۹، ص ۲۳۳۔

[2] صدوق، ثواب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ص ۱۱۵۔

[3] بحرانی، تفسیر البرہان، ۱۴۱۶ق، ج۵، ص ۱۲۵. بحرانی، تفسیر البرہان، ۱۴۱۶ق، ج۵، ص ۱۲۵. بحرانی، تفسیر البرہان، ۱۴۱۶ق، ج۵، ص ۱۲۵.

فضیلت اور خواص

تفسیر مجمع البیان میں پیغمبر اکرم ﷺ سے نقل ہے کہ جو شخص سورہ ذاریات کی تلاوت کرے اسے چلنے والی ہر ہوا کے بدلے دس حسنہ دیا جائے گا[1]۔ شیخ صدوق نے امام صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے جو شخص اس سورت کی دن یا رات میں تلاوت کرے تو خدا اس کی زندگی کی اصلاح اور اس کی رزق و روزی میں وسعت اور اضافہ کرے گا اور اس کے قبر کو ایک ایسے چراغ سے روشن کرے گا جو قیامت تک خاموش نہیں ہو گا[2]۔

چھبیسویں پارے کے چیدہ نکات

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۚ

سورۃ الأحقاف

محمد بن اسحاق نے سیرت میں یہ واقعہ درج کیا ہے کہ عثمان کے سامنے ایک عورت کو لایا گیا جس کے یہاں چھ مہینے میں بچہ پیدا ہو گیا تھا تو انہوں نے سنگسار کرنے کا حکم دیدیا، اتنے میں حضرت علیؑ آگئے اور انہوں نے فرمایا کہ کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا ہے اس نے رضاعت کا زمانہ دو سال قرار دیا ہے اور رضاعت و حمل کا زمانہ تیس مہینے کا قرار دیا ہے، جو اس بات کی علامت ہے کہ حمل کا کم سے کم زمانہ چھ مہینے ہوتا ہے لہٰذا اس پر حد جاری کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

عثمان نے کہا کہ یہ استنباط تو میں نے سوچا بھی نہیں تھا اور یہ کہہ کر فیصلہ بدل دیا، اس واقعہ سے صاف اندازہ ہو جاتا ہے کہ پیغمبرؐ اسلام نے قرآن کے ساتھ اہلبیتؑ کو کیوں چھوڑا تھا اہلبیتؑ قرآن کے ان اسرار و رموز سے باخبر ہیں جنہیں امت کا کوئی قاری یا حافظ نہیں سمجھ سکتا ہے اور نہ ایسے افراد کو جامع قرآن کہنے کا کوئی جواز ہے۔

وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنصِتُوا ۖ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِم مُّنذِرِينَ ﴿٢٩﴾ سورۃ الأحقاف

قرآن مجید میں مختلف مقامات پر جنات کا ذکر کیا گیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ ایک مخلوق ہے جس کے حالات انسانوں کے حالات سے ملتے جلتے ہیں اور اس کے دریافت کرنے کا ذریعہ بھی وحیِ الٰہی کے علاوہ کچھ نہیں ہے اس لئے کہ یہ مخلوق عام طور سے مشاہدہ سے بالاتر ہے۔

سورہ جن میں اس قوم کا تفصیل کے ساتھ تذکرہ موجود ہے، غرض تخلیق کے بیان میں بھی اس کا ذکر آیا ہے، شیاطین کی اقسام میں بھی اس کا تذکرہ موجود ہے، خود شیطان کے بارے میں بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس کا تعلق قوم جن سے تھا لیکن اس مقام پر جس تذکرہ کو پیش کیا گیا ہے وہ انسانوں

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۴۱۵ق، ج۹، ص ۲۵۲۔
[2] شیخ صدوق، ثواب الاعمال، ۱۴۰۶ق، ص ۱۱۵۔

کیلئے باعث عبرت ہے کہ جنات کے گروہ نے جیسے ہی قرآن کو سنا خود بھی ایمان لے آئے اور اپنی قوم کو بھی ہدایت دینے کیلئے تیار ہو گئے اور داعی اللہ کی آواز پر لبیک نہ کہنے کے نتائج سے بھی باخبر کرنے لگے لیکن انسان اشرف مخلوقات ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود مسلسل آیات قرآنی کو سنتا ہے لیکن اس کے دل و دماغ پر کوئی اثر نہیں ہوتا ہے، ایسے انسانوں سے تو یہ جنات ہی بہتر ہیں۔

واضح رہے کہ جنات کے وجود کا ثابت ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ روزانہ جتنے واقعات جنات کے بارے میں پیش آتے ہیں اور جس جس طرح جنات چڑھائے اور اتارے جاتے ہیں یہ سارے واقعات صحیح اور مطابق عقل و منطق ہیں، ان واقعات کی اکثریت تو بہر حال وہم و گمان کے علاوہ کچھ نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ ان کا اثر صرف جاہل عوام پر ہوتا ہے اور انہیں پر جنات آتے رہتے ہیں ورنہ صاحبان علم فضل پر ان باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ﴿٧﴾ سورۃ محمد

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ خدا نے صاحبان ایمان سے نصرت کا وعدہ کیا ہے اور وہ ان کی مدد کرتا بھی ہے چاہے فتح کی صورت میں ہو یا بقائے دوام کی صورت میں یا کسی اور صورت میں لیکن یہ سب اس بات سے مشروط ہے کہ پہلے بندہ اسکی مدد کرے اور اس کے دین کے کام آئے ورنہ قربانی کے بغیر خدا کسی طرح کی امداد کا ذمہ دار نہیں ہے اور انجام کار تباہی و بربادی اور ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں ہے، دور حاضر میں مسلمانوں کی نکبت کا راز یہی ہے کہ وہ دین خدا کی امداد نہیں کرتے اور خدا سے غیبی امداد کے امیدوار رہتے ہیں اور اس طرح دشمن کو موقع مل جاتا ہے اور وہ ان کی کاہلی اور بے غیرتی سے فائدہ اٹھا کر انہیں مختلف قسم کی ذلتوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿١٢﴾ سورۃ محمد

امیر المؤمنینؑ سے نہج البلاغہ میں انتہائی حسین جملہ مرقوم ہے کہ فرمایا۔ خدا نے مجھے اس لئے نہیں پیدا کیا ہے کہ مجھے بہترین غذائیں اپنی طرف متوجہ کر لیں جس طرح کہ بندھا ہوا جانور صرف چارہ کھانا ہی جانتا ہے اور آزاد جانور صحرا کا کوڑا کرکٹ چباتا ہے کہ وہ چارہ سے پیٹ تو بھر لیتا ہے لیکن مقصد کی طرف سے بالکل آزاد اور غافل ہوتا ہے؛ رب کریم ہر مسلمان کو ان فقرات سے عبرت حاصل کرنے کی توفیق کرامت فرمائے۔

وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِندِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ آنِفًا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ﴿١٦﴾ سورۃ محمد

یہ انداز ہر دور کے مسخرے اہل حق کے ساتھ اختیار کرتے ہیں کہ جب ان کے بیانات کو سن کر باہر نکلتے ہیں تو مخلصین پر یہ طنز کرتے ہیں کہ پتہ نہیں کیا کہہ رہے تھے، ہم تو کچھ بھی نہیں سمجھے، پتہ نہیں تم لوگ کیا سمجھ گئے ہو جو ان کے پیچھے لگے ہوئے ہو۔

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ أَن تَطَئُوهُمْ فَتُصِيبَكُم مِّنْهُم مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ لِّيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا (۲۵) سورۃالفتح

۷ھ میں مسلمان عمرۃالقضاء کے عنوان سے مکہ میں داخل ہوئے اور کفار نے کسی طرح کی مزاحمت نہیں کی اور مسلمانوں نے بھی خاموشی سے عمرہ ادا کرلیا تو یہ خدا کی وہ مخصوص رحمت تھی جس کا وعدہ کیا گیا تھا ورنہ یہ وہی ظالم تھے جنہوں نے ۶ھ میں انسان تو انسان قربانی کے جانوروں کو بھی مکہ کے اندر داخل نہیں ہونے دیا تھا۔

پروردگار عالم نے اس موقع پر جنگ و جدال کو اس لئے روک دیا کہ مکہ میں ایسے افراد بھی موجود تھے جو ایمان کا اظہار نہیں کرتے تھے تو یہ خطرہ بالکل واضح تھا کہ مسلمان مجاہدین کے ہاتھوں ان کا بھی قتل عام ہو جاتا اور اس طرح اسلام کا شدید نقصان ہو جاتا، پھر جو دوسرے لوگ اسلام میں داخل ہونے والے تھے وہ بھی اس نعمت سے محروم رہ جاتے اس لئے قدرت نے جنگ کو روک کر انہیں بھی رحمت خدا میں داخل ہونے کا موقع دے دیا۔

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نگاہ قدرت میں تقیہ کا ایمان اس قدر عزیز اور قیمتی ہے کہ اس کی خاطر جنگ کو معطل کر دیا گیا ورنہ جہاد ہو جاتا تو اعلان والے تو بچ جاتے لیکن تقیہ والے بہر حال ختم ہو جاتے جسے رب العالمین نے پسند نہیں کیا تو اب کسی مسلمان کو تقیہ کے ایمان پر اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے۔

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (۱۳) سورۃالحجرات

اسلام میں فضیلت اور شرافت کا معیار قوم و قبیلہ نہیں ہے بلکہ تقوی و کردار ہے، جہاں پسر نوح غرق کر دیا جاتا ہے اور سلمان کو اہلبیتؑ میں شامل کرلیا جاتا ہے، نسبی شرافت پر اکڑنے والے بد کردار افراد آیتِ کریمہ کی تعلیم سے سبق لیں اور اسلام کے مزاجِ فضیلت کو پہچانیں۔

يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا ۖ قُل لَّا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُم ۖ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ (۱۷) سورۃالحجرات

بدقسمتی یہ ہے کہ خدا نے ایمان کی ہدایت دی اور یہ اسلام ہی پر رک گئے اور اس پر بھی خدا پر احسان جتانے لگے کہ ہم اسلام لائے ہیں جب کہ تقاضائے انسانیت و شرافت یہ تھا کہ خدا کے احسانات کا اعتراف کرتے ہوئے منزل ایمان تک پہنچ جاتے اور پھر کسی عقیدہ میں شک نہ کرتے اور راہِ خدا میں جان و مال کی قربانی بھی دیتے، نہ بخل سے کام لیتے اور نہ میدانِ جنگ سے فرار اختیار کرتے۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ (۳۹) وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ (۴۰) سورۃق

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ اوقات نماز کی طرف ایک اشارہ ہے کہ طلوع صبح سے پہلے نماز پڑھی جائے اور غروب سے پہلے نماز عصر پھر رات کے اوقات میں مغرب اور عشاء ادا کی جائے اور نمازوں کے بعد نوافل ادا کیے جائیں کہ یہ سب تسبیح پروردگار کے بہترین مصادیق ہیں جہاں نفلی تسبیح بھی ہوتی ہے اور اسی کے ساتھ عملی تسبیح بھی ہوتی ہے۔

لیکن اس تفصیل میں نماز ظہر کا کوئی ذکر نہیں ہے جو واجبات میں سب سے پہلی نماز ہے اور اسے صلوۃ وسطیٰ سے تعبیر کیا گیا ہے ہو سکتا ہے کہ قبل الغروب میں ظہر وعصر دونوں شامل ہوں لیکن اس طرح تو دونوں نمازوں کے ایک ساتھ ادا کرنے کا حکم ظاہر ہوتا ہے جس طرح کہ مغرب وعشاء کا تذکرہ بھی ایک ہی لفظ میں کیا گیا ہے اور الگ الگ اوقات کا کوئی اشارہ نہیں ہے اور حقیقت امر بھی یہی ہے کہ قرآن مجید میں نمازوں کے الگ الگ ادا کرنے کا کوئی تذکرہ نہیں ہے خدا جانے اس عادت پر مسلمانوں کا اصرار کیوں ہے اور وہ اسے جواز ہی کی حد تک کیوں نہیں رہنے دیتے جس کے بعد ہر مسلمان کو اختیار ہے چاہے الگ الگ پڑھے یا ملا کر پڑھے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿١٥﴾ سورۃ الذاریات

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ صاحبان تقوی کے لئے باغات ہیں، چشمے ہیں، اللہ کی نعمتیں ہیں، لیکن ان متقین سے مراد وہ افراد ہیں جن کے پاس فقط ظاہر داری اور نمائشی تقویٰ نہیں ہے بلکہ ان کا کردار نیک ہے، وہ راتوں کو آرام کرتے ہیں، سحر کے وقت اٹھ کر نسیم سحری سے لطف اندوز ہونے کے بجائے استغفار کرتے ہیں، دولت جمع کرنے یا گھر کی رونق بڑھانے کے بجائے اپنے مال میں غرباء کا ایک حق سمجھتے ہیں اور ان میں مال تقسیم کر دیتے ہیں جس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ رات بھر سو کر نماز صبح تک کھا جانے والے اور رات کی بیداری کو استغفار کے بجائے فلموں کے حوالے کر دینے والے اور غرباء و فقراء کا حق دینے کے بجائے خمس و زکوٰۃ کو ہضم کر کے تعیّش آمیز زندگی گزارنے والے کسی قیمت پر متقی نہیں ہیں اور نہ ان کا جنت و کوثر سے کوئی تعلق ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

ستائسویں پارے کا مختصر جائزہ

اس پارے کے ضمن میں سورۂ طور النجم القمر الرحمٰن الواقعہ الحدید کا ذکر کیا جائے گا۔

۵۲۔ سورہ طور کا مختصر جائزہ

سورہ طور قرآن کریم کی ۵۲ویں اور مکی سورتوں میں سے ہے اور قرآن کے ۲۷ویں پارے میں واقع ہے اس کی پہلی آیت میں "طور" کی قسم کھائی گئی ہے اسی مناسبت سے اس کا نام "سورہ طور" رکھا گیا ہے کہا جاتا ہے کہ "طور" سے مراد وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی ہوئی تھی سورہ طور میں کافروں کو عذاب سے ڈراتے ہوئے اس عذاب کی خصوصیات بیان کی گئی ہے اس کے بعد بہشتیوں کے نعمات کا ذکر کرتے ہوئے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کی نبوت کے منکرین کی توبیخ کی گئی ہے۔

مضامین

تفسیر المیزان کے مطابق سورۂ طور کا اصلی محور حق اور حقیقت کے ساتھ عناد اور دشمنی رکھنے والے انسان کی تہدید ہے اس سورت میں کافروں کو قیامت کے دن ان کے لئے تیار کرنے والے عذاب سے ڈراتے ہوئے ان کے واقع ہونے کی حتمیت پر قسم کھائی گئی ہے اس کے بعد اس عذاب کی بعض خصوصیات کا ذکر ہے اس کے بعد اس کے مقابلے میں بہشتیوں کے نعمات کا ذکر کرتے ہیں آگے چل کر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کی نبوت کے منکرین اور آپ پر تہمت لگانے والوں کی توبیخ کرتے ہیں اس سورت کے آخر میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کو خدا کی تسبیح و تقدیس کا حکم دیتے ہیں۔

فضیلت اور خواص

تفسیر مجمع البیان میں اس سورت کی تلاوت کے بارے میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سے نقل ہے کہ اگر کوئی شخص اس سورت کی تلاوت کرے تو وہ جہنم کے عذاب سے محفوظ رہے گا اور بہشت میں جگہ دی جائے گی[1]۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ "سورہ طور" کو نماز مغرب میں قرائت فرماتے تھے[2]۔ ایک اور حدیث میں امام باقر اور امام صادق علیہ السلام سے نقل ہے کہ جو شخص سورہ طور کی تلاوت کرے گا اسے دنیا و آخرت کی تمام خیر و برکات سے نوازا جائے گا[3]۔

۵۳۔ سورہ نجم کا مختصر جائزہ

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۹، ص۲۴۵۔

[2] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۹، ص۲۴۵۔

[3] شیخ صدوق، ثواب الاعمال، ۱۴۰۶ق، ص۱۱۶۔

سورہ نجم قرآن کی ۵۳ویں اور مکی سورتوں میں سے ہے جو قرآن کے ۲۷ویں پارے میں واقع ہے یہ سورت واجب سجدہ والی چار سورتوں میں سے ہے جو عزائم کے نام سے معروف ہیں اس سورت میں پیغمبر اکرم ﷺ کی معراج کا واقعہ، مشرکین کی بت پرستی کی مذمت اور معاد جیسے موضوعات پر گفتگو ہوئی ہے۔ اس سورت کی مشہور آیات میں آیت نمبر ۳ اور ۴ ہے جن میں پیغمبر اکرم ﷺ کے گفتار کو وحی کے عین مطابق قرار دیا گیا ہے اسی آیت سے آپ ﷺ کی عصمت پر بھی استدلال کیا جاتا ہے اسی طرح آیت نمبر ۸ اور ۹ بھی اس سورت کی مشہور آیات میں سے ہیں جن میں معراج کی رات پیغمبر اکرم ﷺ اور خدایا جبرئیل کے درمیان فاصلے کو دو کمان کے برابر توصیف کی گئی ہے۔

مضامین

سورہ نجم کے مضامین کو یوں خلاصہ کیا جاسکتا ہے۔ وحی کی حقیقت، پیغمبر اکرم ﷺ کا جبرئیل سے براہ راست رابطہ اور آپ ﷺ کو وحی کے بغیر لب کشائی کرنے سے مبرا قرار دینا؛ پیغمبر اکرم ﷺ کی معراج کا واقعہ؛ بتوں اور فرشتوں کی پوجا کرنے پر مشرکین کی مذمت؛ مشرکین کیلئے بھی توبہ کا دروازہ کھلا ہونا اور ہر ایک کا اپنے اعمال کا جواب دہ ہونا؛ معاد اور اس کی دلیل؛ حق کے ساتھ عناد اور دشمنی میں اصرار اور لجاجت کرنے والے گذشتہ امتوں کی داستانیں۔

فضیلت اور خواص

سورہ نجم کی تلاوت کی فضیلت کے بارے میں احادیث میں آیا ہے کہ اس کی تلاوت کرنے والا لوگوں میں محبوب ہو گا[1]، اور یہ کہ جو شخص اس سورت کی ہر رات یا ہر روز تلاوت کرے گا یہ شخص لوگوں کے درمیان شائستہ زندگی گزارے گا اور وہ لوگوں میں محبوب ہو گا[2]۔

۵۴۔ سورہ قمر کا مختصر جائزہ

سورہ قمر قرآن کی ۵۴ویں اور مکی سورتوں میں سے ہے اور یہ سورہ قرآن کے ۲۷ویں پارے میں واقع ہے اس سورت کا نام "قمر" رکھا گیا ہے کیونکہ اس میں پیغمبر اسلام ﷺ کے ہاتھوں رونما ہونے والے معجزے، شق القمر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس سورت کی اکثر آیات ڈرانے اور دھمکانے پر مشتمل ہے اور عبرت کی خاطر گذشتہ امتوں اور قیامت کے دن قبروں سے اٹھائے جانے اور حساب و کتاب کے وقت ان کی بدحالی کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے جن اقوام کا نام اس سورت میں آیا ہے ان میں قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط اور قوم فرعون شامل ہیں۔

مضامین

---

[1] بحرانی، البرہان فی تفسیر القرآن، ۱۳۸۹ش، ج۵، ص۱۸۵۔
[2] طبرسی، ترجمہ تفسیر مجمع البیان، بی‌تا، ج۲۳، ص۳۰۷۔

سورہ قمر کی آخری دو آیتوں (جن میں پرہیزگاروں کو بہشت اور خدا کے قرب میں حاضر ہونے کی بشارت دیتی ہیں) کے سوا باقی سب آیتیں ڈرانے اور دھمکانے سے مربوط ہیں اس سورت کے شروع میں معجزۂ شق القمر کی طرف اشارہ ہوا ہے جو لوگوں کے مطالبے پر رسول خدا ﷺ کے ہاتھوں رونما ہوا؛ لیکن اس کے بعد انہی لوگوں نے آپ ﷺ کو ساحر اور جادوگر کہا اور آپ ﷺ کی نبوت سے انکار کیا اور ہوائے نفس کی پیروی کرنے لگے حالانکہ قیامت کے دل ہلا دینے والی خبریں اور گذشتہ امتوں کی داستانیں ان تک پہنچی تھیں اس کی بعد خداوندعالم ان داستانوں میں سے بعض کو ان اقوام کی سرزنش کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور قوم نوح، عاد، ثمود، قوم لوط، اور فرعون کے پیروکاروں کی داستان اور ان پر ان کے انبیاء کو جھٹلانے کی وجہ سے نازل ہونے والے دردناک عذاب کی طرف اشارہ کرتے ہیں آگے چل کر اسلام اور مسلمانوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تم خدا کے نزدیک مذکورہ اقوام سے زیادہ عزیز نہیں پس تم بھی گذشتہ اقوام کی طرح خدا کو عاجز نہیں کر سکتے۔

فضیلت اور خواص

کتاب مجمع البیان میں پیغمبر اکرم ﷺ سے نقل ہے کہ جو شخص سورہ قمر کی ایک دن چھوڑ کر دوسرے دن تلاوت کرے تو یہ شخص قیامت کے دن اس حالت میں محشور ہو گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کی چاند کی طرح چمکتا ہو گا اور اگر اسے ہر رات تلاوت کرتے تو بہتر ہے، اس صورت میں قیامت کی دن اس کا چہرہ چمکتا ہوا ہو گا[1]۔ اسی طرح ابن عباس پیغمبر اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں۔ سورہ قمر کے قاری کو آسمانی کتاب تورات میں سفید چہرے والے کے نام سے یاد کیا گیا ہے اور اس دن جب لوگوں کے چہرے سفید یا سیاہ ہونگے اس سورت کے قاری کا چہرہ نورانی ہو گا[2]۔ امام صادق علیہ السلام سے بھی منقول ہے کہ جو شخص سورہ قمر کی تلاوت کرے خدا اسے ایک بہشتی مرکب پر سوار محشور کرے گا[3]۔ تفسیر برہان میں لوگوں کے یہاں محبوب اور آبرومند ہونا اور سخت کاموں کا آسان ہونا اس سورت کے خواص میں شمار کیا گیا ہے[4]۔

۵۵۔ سورہ الرحمن کا مختصر جائزہ

سورہ الرحمن جسے قرآن کی دلہن کہا جاتا ہے، قرآن مجید کی ۵۵ویں سورت ہے جو ۲۷ویں پارے میں واقع ہے اس سورت کا نام اللہ تعالی کی صفات میں سے ایک ہے جسے سورت کی ابتدائی کلمہ سے لیا ہے اس سورت کا مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف پایا جاتا ہے قرآن کی سب سے چھوٹی آیت بھی اسی سورت کی ۶۴ویں آیت۔ «مُدْهَامَّتَانِ» ہے۔

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۴۰۶ق، ج۹، ص ۲۷۹۔
[2] سیوطی، الفتح الکبیر، ۱۴۲۳ق، ج ۲، ص ۲۳۴۔
[3] شیخ صدوق، ثواب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ص ۱۱۶۔۔
[4] بحرانی، البرہان، ۱۴۱۶ق، ج ۵، ص ۲۱۳۔

سورہ الرحمن میں اللہ تعالی کی دنیا اور آخرت میں بعض نعمتوں کو شمار کیا ہے اور اس سورت میں قیامت ہونے کی کیفیت اور خصوصیت اور اعمال کی حساب و کتاب کا طریقہ بیان کیا گیا ہے اللہ تعالی ہر نعمت بیان کرنے کے بعد اپنے بندے سے فَبِاَيِّ آلاءِ رَبِّكُما تُكَذِّبانِ (ترجمہ۔ سو (اے جن و انس) تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟) کی آیت سے اقرار لیتا ہے یہ آیت ۳۱ بار تکرار ہوئی ہے اور امام صادق علیہ السلام سے ایک روایت میں منقول ہے کہ اس آیت کے بعد «لا بِشَيْءٍ مِنْ آلائِكَ رَبِّ أُكَذِّبُ۔ «پروردگارا تیری کسی بھی نعمت کا انکار نہیں کرتا ہوں» کی عبارت پڑھی جائے۔

مضامین

سورہ الرحمن میں دنیا اور آخرت میں اللہ تعالی کی بعض نعمتوں کو بیان کیا گیا ہے دوسرے لفظوں میں یہ سورہ اللہ کی رحمانیت کی صفت بیان کرتی ہے،اس سورت میں بیان شدہ مطالب کو تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

۱۔ دنیوی نعمتیں۔ بعض دنیوی نعمتیں جیسے قرآن کریم کی تعلیم، جن و انس کی خلقت، گھاس اور درختوں کی خلقت، آسمان کی تخلیق، قوانین کی حاکمیت، زمین کی خصوصیات کے ساتھ تخلیق، میوے، پھول، معطر جڑی بوٹیوں کی خلقت، میٹھے اور کھارا پانی والے سمندر کی آپس میں ملاوٹ اور سمندر میں موجود نعمتوں کی طرف اشارہ کیا ہے (آیات ۱ سے ۳۰ تک)

۲۔ قیامت برپا ہونا۔ دنیوی نظام مٹ جانے اور قیام برپا ہونے اور اس کی خصوصیات، حساب و کتاب اور جزا و سزا کی طرف اشارہ کیا ہے (آیات ۳۰ سے ۳۱ تک)

۳۔ اخروی نعمتیں۔ جہنم کے عذاب کی طرف مختصر اشارہ کرنے کے بعد نیک لوگوں کے لیے نعمتیں گنا شروع کیا ہے جن میں سب سے اہم بہشتی نعمتیں۔ باغات، چشمے، پھل، حسین اور باوفا ہمسر، بیان ہوئی ہیں (آیات ۳۱ سے ۷۸ تک)۔

فضیلت اور خصوصیات

بعض روایات کے مطابق، اگر کوئی شخص سورہ الرحمن کی تلاوت کرے تو اللہ تعالی اس کی کمزوری اور ناتوانی پر رحم کرے گا، اور اللہ کی نعمتوں پر شکر کرنے کی توفیق ملے گی[1]۔ اسی طرح منقول ہے کہ جو بھی آیہ «فبای الاء ربکما تکذبان» کے بعد «لابشیء من الائک رب اکذب» پڑھے اور وہ

---

[1] طبرسی، مجمع البیان فی تفسیر القرآن، آستان قدس رضوی، ج ۲۴، ص ۵۴۔

اگر اسی دن یا اسی رات کو وفات پائے تو شہید کی موت مرے گا[1]۔ امام رضاؑ کی زیارت کی نماز میں بھی دوسری رکعت میں سورہ حمد کے بعد پڑھنے کی تاکید ہوئی ہے[2]۔ سخت کاموں میں آسانی، آنکھوں کے درد سے نجات اور انسان کی حفاظت سورہ رحمن کی خصوصیات میں سے ہیں[3]۔

۵۶۔ سورہ واقعہ کا مختصر جائزہ

سورہ واقعہ قرآن مجید کی ۵۶ویں سورت جس کا شمار مکی سورتوں میں ہوتا ہے اور قرآن مجید کے ۲۷ویں پارے میں واقع ہے «واقعہ» قیامت کے ناموں میں سے ایک ہے جو اس سورت کی پہلی آیت میں آیا ہے سورہ واقعہ میں قیامت کے دن اور اس کے واقعات کے بارے میں تذکرہ ہوا ہے اور قیامت کے دن لوگوں کو تین گروہ؛ اصحاب یمین، اصحاب شِمال اور سابقون میں تقسیم کیا ہے اور ان کے مقام اور انکا ثواب یا عقاب کے بارے میں بھی تذکرہ کیا ہے تفاسیر میں تیسرا گروہ (سابقون) سے مراد امام علیؑ لیا ہے جنہوں نے پیغمبر اکرمؐ پر ایمان لانے میں دوسروں پر سبقت لی۔

مضامین

سورہ واقعہ میں قیامت کے دن لوگوں کا دوبارہ زندہ ہونا بیان ہوا ہے شروع میں قیامت کے بعض واقعات جیسے زمین کی حالت دگرگون ہونا، زمین پر زلزلہ اور پہاڑوں کا ریزہ ریزہ ہونے کا ذکر ہوا ہے اور پھر لوگوں کو تین گروہ سابقون، اصحاب یمین اور اصحاب شِمال میں تقسیم کرتے ہوئے ان میں سے ہر ایک کا انجام بھی بیان ہوا ہے اس کے بعد، اللہ کی ربوبیت، معاد اور قرآن مجید کے منکر؛ اصحاب شمال کے خلاف استدلال کرتے ہوئے سورت کے آخر میں احتضار کی حالت اور موت آنے کی یادآوری کی گئی ہے۔

فضیلت اور خصوصیات

سورہ واقعہ کی فضیلت اور خصوصیات میں بہت ساری باتیں بیان ہوئی ہیں؛ تفسیر مجمع البیان میں پیغمبر اکرمؐ سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص سورہ واقعہ کی تلاوت کرے تو اس کے بارے میں لکھا جائے گا کہ یہ غافلوں میں سے نہیں ہے[4]۔ اسی طرح روایات میں یہ بھی ذکر ہوا ہے کہ جو کوئی

---

[1] صدوق، ثواب الاعمال و عقاب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ص۱۱۶.

[2] مفاتیح الجنان، ص۸۱۵۔

[3] بحرانی، البرهان فی تفسیر القرآن، ۱۴۱۶ق، ج۵، ص۲۳۸؛ طبرسی، مجمع البیان فی تفسیر القرآن، آستان قدس رضوی، ج۲۴، ص۵۵۔

[4] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۹، ص۳۲۱۔

سورہ واقعہ کی تلاوت کرے گا کبھی وہ فقر اور تنگدسی میں مبتلا نہیں ہوگا[1]۔ امام صادق علیہ السلام کی ایک حدیث کے مطابق سورہ واقعہ امیر المومنین علیہ السلام کی سورت ہے جو بھی اس سورت کو پڑھے گا وہ ان کے دوستوں میں سے ہوگا[2]۔

۵۷۔ سورہ حَدید کا مختصر جائزہ

سورہ حَدید قرآن کی ۵۷ویں اور مدنی سورتوں میں سے ہے جو ۲۷ویں پارے میں واقع ہے اس سورت کا نام "حدید" رکھا گیا ہے جسے اس کی ۲۵ویں آیت سے لیا گیا ہے اور اس کے معنی لوہے کے ہیں اس سورت میں توحید، صفات الہی، قرآن کی عظمت اور قیامت کے دن مؤمنین اور منافقین کی حالت کے بارے میں گفتگو ہوئی ہے اس سورت میں مسلمانوں کو انفاق کی ترغیب دی گئی ہے آیت قرض الحسنہ اس سورت کی مشہور آیات میں سے ہے۔

مضامین

تفسیر المیزان میں علامہ طباطبائیؒ کے مطابق اس سورت کا اصلی مقصد خدا کی راہ میں انفاق کی ترغیب دینا ہے اسی لئے اس سورت میں کئی مقامات پر اس بات کی طرف اشارہ ہوا ہے اور اسے رسول خدا پر ایمان لانے کا منشاء قرار دیا گیا ہے، تفسیر نمونہ کے مطابق اس سورت کے مضامین کو سات (۷) حصوں میں یوں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ توحید اور خدا کی ۲۰ صفات کا بیان؛ قرآن کی عظمت؛ قیامت کے دن مؤمنین اور منافقین کی حالت؛ ایمان کی طرف دعوت اور گذشتہ کافر اقوام کی داستان؛ انفاق خاص کر خدا کی راہ میں جہاد کی ترغیب اور مال دنیا کی پستی؛ سماجی عدالت؛ رہبانیت اور معاشرے سے کٹ کر رہنے کی ممانعت۔

فضیلت اور خواص

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سے منقول ہے کہ جو کوئی "سورہ حدید" کی تلاوت کرے تو خدا پر واجب ہے اسے جہنم کے عذاب سے نجات دے اور بہشت میں نعمات سے نوازے۔ اسی طرح جو کوئی اس کی تلاوت پر مداومت کرے تو اگر یہ شخص قید میں ہو تو قید سے آزاد ہو گا اگرچہ اس کے خلاف بہت سارے مقدمات درج کیوں نہ ہوں[3]۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سے نقل ہے کہ جو کوئی "سورہ حدید" کی تلاوت کرے تو یہ

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۹، ص۳۲۱۔

[2] شیخ صدوق، ثواب الاعمال، ۱۴۰۶ق، ص۱۱۷۔

[3] بحرانی، البرہان فی تفسیر القرآن، ۱۳۸۹ش، ج۵، ص۲۷۷۔

شخص خدا اور اس کے پیغمبر پر ایمان لانے والے افراد میں شمار ہو گا[1]۔ امام باقر علیہ السلام سے نقل ہے کہ جو شخص "مُسَبِّحات" کو سونے سے پہلے پڑھے تو یہ شخص اس دنیا سے جانے سے پہلے حضرت مہدی (عجل) کو درک کرے گا اور اگر اس سے پہلے اس دینا سے چلا جائے تو آخرت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کی ہمسائیگی نصیب ہو گی[2]۔

ستائسویں پارے کے چیدہ نکات

قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ ﴿٣٢﴾ سورۃ الذاریات

شریعت اسلام کا قانون یہ ہے کہ مرد و عورت شادی شدہ ہونے کے بعد اور جنسی تسکین کے امکان کے باوجود بھی ناجائز تعلقات قائم کریں تو انہیں سنگسار کر دیا جائے، ظاہر ہے کہ جو پروردگار مرد اور عورت کے ایسے تعلقات کو برداشت نہیں کر سکتا جو فطری طور سے تعلقات کا موضوع ہیں تو وہ مرد مرد کے تعلقات کو کس طرح برداشت کر سکتا ہے اور چونکہ اس مسئلہ میں قوم جناب لوط کی بات ماننے کیلئے بالکل تیار نہیں تھی، اور اس سے پہلے کہ وہ کوئی سزا تجویز کرتے قدرت نے خود آسمانی سزا کا انتظام کر دیا اور اقوام عالم کو ہوشیار کر دیا کہ بعض جرائم ایسے بھی ہیں جن کی سزا کا ہم فوراً انتظام کرتے ہیں اور انہیں میں سے ایک ہم جنسی بھی ہے (خدا آج کی ترقی یافتہ اقوام کو عقل سلیم عطا کرے)۔

أَتَوَاصَوْا بِهِ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ﴿٥٣﴾ سورۃ الذاریات

یہ عجیب بات ہے کہ اہل باطل جہاں بھی رہتے ہیں ان کی باتیں ایک ہی جیسی ہوتی ہیں کہ مشرق و غرب عالم میں ہر ڈاڑھی منڈانے والے کے پاس ایک ہی دلیل ہے کہ قرآن میں کہاں لکھا ہے، ہر خمس نہ دینے والا ایک ہی بات کہتا ہے کہ یہ سب کھانے پینے کے ذرائع ہیں، مولا کا مال چاہنے والوں کے لئے حلال ہے؛ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر قوم دوسری قوم کو وصیت کر کے جاتی ہے کہ یہی عذر بیان کرنا ہے یا سب کا استاد کوئی ایک ہی ہے جو سب کو ایک ہی سبق سکھاتا ہے!!!

إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ﴿٧﴾ سورۃ الطور

عذاب کے وقوع کا امکان واضح کرنے کیلئے قدرت نے چند قسم کی مخلوقات اور ان کے اختیارات کی قسم کو ذریعہ بنایا ہے؛ طور، کتاب مسطور، بیت معمور (جو آسمان پر ہے اور وہاں کے باشندوں کا قبلہ بھی ہے) بلند ترین آسمان، جوش مارتا ہوا سمندر وغیرہ تاکہ انسان پر یہ بات واضح ہو جائے کہ جو ان تمام چیزوں کو خلق کر سکتا ہے وہ ایک لمحے میں انہیں خراب بھی کر سکتا ہے اور اسی کا نام قیامت ہے۔

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۴۰۶ق، ج۹، ص ۳۴۵۔

[2] مکارم شیرازی، برگزیدہ تفسیر نمونہ، ۱۳۸۲ش، ج۵، ص ۹۲۔

یہ انسان کی بد بختی ہے کہ اس قدر واضح قدرت کاملہ کا مشاہدہ کرنے کے بعد بھی قیامت کے امکانات پر بحث کرتا ہے اور اپنے کو اس ہولناک موقع کیلئے تیار نہیں کرتا ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُم مِّنْ عَمَلِهِم مِّن شَيْءٍ ۚ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ﴿٢١﴾ سورۃ الطور

یہ بات تقریباً مسلمات میں سے ہے کہ دنیا میں نابالغ بچوں کا حکم ان کے ماں باپ کا حکم ہوتا ہے اور ماں باپ مسلمان ہوتے ہیں تو پھر بچہ بھی مسلمان کے حکم میں رہتا ہے اور ماں باپ کافر ہوتے ہیں تو بچہ بھی انہیں کے حکم میں رہتا ہے اور یہ ایک طرح سے مسلمان کو اس کے اسلام کا انعام اور کافر کو اس کے کفر کی سزا ہے کہ اس کی نجاست و نحوست نسلوں میں منتقل ہو جاتی ہے، لیکن آخرت کے اعتبار سے یہ مسئلہ زیر بحث ہے کہ وہاں ان بچوں کا کیا انجام ہو گا۔

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿٣﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ﴿٤﴾ سورۃ النجم

آیات کا تمام تر مقصد یہ ہے کہ پیغمبر اسلام کی گفتار کی مکمل ضمانت پیش کی جائے کہ اس میں خواہشات کا کوئی دخل نہیں ہے اور وہ سراسر وحی ہے چاہے قرآن حکیم کی شکل میں ہو یا حدیث و سنت کی شکل میں ہو، اور اس حقیقت کا تذکرہ آیت ۵ میں بھی ہے اور آیت ۱۰ میں بھی ہے اور پھر تمام ضمائر کا مرجع خود ذات پروردگار ہے جس کا مشاہدہ سرکار دوعالمؐ نے اسی طرح کیا جس طرح امیر المومنینؑ اس کی عبادت مشاہدہ کے ساتھ کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ وہ حقائق ایمان سے دیکھا جاتا ہے مشاہدۂ عیان سے نہیں۔

أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ ﴿١٩﴾ وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ ﴿٢٠﴾ أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنثَىٰ ﴿٢١﴾ سورۃ النجم

کفار نے ان تینوں بتوں کو خدا کی لڑکیاں قرار دے لیا تھا اور اسی بنیاد پر ان کی پرستش کیا کرتے تھے اور اسی لئے آیت میں ان کے بارے میں مونث کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ کس قدر ظلم ہے کہ ان لوگوں نے اپنے لئے لڑکے تجویز کیے ہیں اور خدا کیلئے لڑکیاں قرار دی ہیں جب کہ خدا کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ سب انہیں کے تراشیدہ پتھر ہیں۔

کفار کے اس انداز فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکے والا ہونا باعث شرف ہونا اور لڑکی والا ہونا باعث ذلت و کمزوری ہونا ایک کافرانہ اور جاہلانہ طرز فکر ہے جو دور قدیم سے کام کر رہا ہے اور عالم اسلام بھی آج تک اسی فریب نظر اور خطائے فکری میں مبتلا ہے خدا سب کو اس جاہلانہ انداز فکر سے نجات عطا کرے۔

اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانشَقَّ الْقَمَرُ ﴿١﴾ سورۃ القمر

بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ آثار قیامت کی طرف ایک اشارہ ہے اور ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا ہے اور بعض کا بیان ہے کہ رسول اکرمؐ نے اتمام حجت کیلئے کفار کے مطالبہ پر چاند کے ٹکڑے کر دیئے تھے جس کا ذکر ہندوستان کی تاریخِ فرشتہ میں موجود ہے اور اس کا ایک قرینہ بعد والی آیت بھی ہے کہ "یہ لوگ ہر نشانی کو دیکھ کر اعراض کر لیتے ہیں اور اسے جادو قرار دید یتے ہیں" ظاہر ہے کہ یہ بات آثار قیامت پر منطبق نہیں ہوتی ہے اور ایسی حرکت دار دنیا ہی میں ہو سکتی ہے ورنہ آخرت میں انکار کرنے اور جادو قرار دینے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے، وہاں تو بڑے سے بڑا منکر بھی حقائق کو دیکھ لے گا اور پھر انکار کی ہمت نہ کر سکے گا۔

سورۂ قمر کے بارے میں دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ سورۂ نجم کے بعد واقع ہوا ہے اور جہاں قرب قیامت پر اُس کا اختتام ہوا تھا وہیں سے اس کا آغاز ہوا ہے اور اس کا ثبوت شق قمر کو قرار دیا گیا ہے، شق القمر ایک تاریخی واقعہ ہے جس کا امکان قطعی ہے اس لئے کہ سارا نظام شمسی آسمانوں اور سورج کے اجزا میں انشقاق ہی سے پیدا ہوا ہے تو اس کا انکار دلیل جہالت ہے۔

وَحَمَلْنَاهُ عَلَىٰ ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَدُسُرٍ ﴿١٣﴾ سورۃ القمر

مالک کائنات نے پیغمبرؐ اسلام کو اطمینان دلانے کیلئے جناب نوحؑ کا قصہ بیان کیا اور اس میں چند خصوصیات کی طرف امت پیمبرؐ کو توجہ دلائی۔ ۱ قوم نوحؑ نے نوحؑ کی نہیں ہمارے ایک بندے کی تکذیب کی تھی اور ہمارے بندے کی تکذیب اصل میں ہماری تکذیب ہے ۲ نوحؑ نے خود مقابلہ کرنے کے بجائے ہمارے اوپر بھروسہ کیا اور ہم سے دعا کر کے مسئلہ کو ہماری مصلحت کے حوالے کر دیا تھا تو ہم نے ان سے انتقام کا انتظام کر دیا تھا ۳ ہم نے موسلا دھار بارش اور طوفان سے ان کی امداد کی تھی تاکہ یہ واضح رہے کہ ہماری امداد کے وسائل محدود نہیں ہیں اور ہم جدید ترین وسائل اختیار کر سکتے ہیں ۴ ہم نے نوحؑ کو غیبی ذریعہ سے نہیں بچایا بلکہ معمولی کشتی ہی کو اتنا طاقتور بنا دیا کہ طوفانوں کا مقابلہ کر سکے اس لئے کہ طاقت دینا ہمارا ہی کام ہے اور ہمیں غیبی وسائل کی بھی ضرورت نہیں ہے ۵ نوحؑ کی کشتی ہمارے اشاروں پر چل رہی تھی اور یہی اس کی نجات کا فلسفہ تھا کہ جو ہمارے اشاروں پر چلتا ہے نجات اور کامیابی اسی کا حصہ ہے۔

واضح رہے کہ پیغمبر ﷺ اسلام نے اہلبیتؑ کو امت کیلئے کشتیٔ نوحؑ کی مثال قرار دیا ہے تاکہ لوگ ان کی ظاہری حیثیت پر نگاہ نہ کریں اور انکے درجات تقرب کو دیکھ کر ان سے وابستہ ہو جائیں ورنہ دنیا اور آخرت دونوں کے طوفان سے بچانے والا کوئی نہیں ہے۔

حیرت کی بات ہے کہ اس ارشاد گرامی کے باوجود امت اسلامیہ نے اہلبیت طاہرین علیہم السلام سے تمسک کرنے کے بجائے ان کی تکذیب شروع کر دی اور بالآخر انہیں سے انحراف کر لیا اور ایسے افراد کا اتباع کر لیا جن کے نجات دلانے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے ان کی خود اپنی نجات کا بھی کوئی بھروسہ نہیں ہے۔

وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ﴿٩﴾ سورۃ الرحمن

انسان کو تمام معاملات میں عدل و انصاف اور وزن و مقدار کا صحیح خیال رکھنا چاہیے جس طرح قادر مطلق نے کل کائنات کی تخلیق میں توازن سے کام لیا ہے اور اسے آخر تک برقرار رکھا ہے۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ (۱۹) سورۃ الرحمن

سیوطی نے در منثور میں نقل کیا ہے کہ بحرین سے مراد علیؑ و فاطمہؑ ہیں اور برزخ سے مراد رسول اکرمؐ ہیں اور لولو و مرجان حسنؑ و حسینؑ کی قرآنی تعبیر ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ تطبیق ہے تفسیر نہیں ہے کہ اس پر تفسیر باطنی کا الزام لگایا جاسکے یا اس طرح تفسیر کا ایک نیا درواز کھل جانے کا الزام لگایا جاسکے جس طرح کے بعض علماء اسلام نے یہ طریقہ کار اختیار کیا ہے۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ (۱۳) وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ (۱۴) سورۃ الواقعۃ

قیامت کے دن انسان تین گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے بعض کے نامہَ اعمال ان کے داہنے ہاتھوں میں ہوں گے اور بعض کے نامہَ اعمال بائیں ہاتھوں میں اور ظاہر ہے کہ دوسرا گروہ مورد عذاب ہو گا اور پہلا گروہ قابل نجات ہو گا لیکن اس کے بعد اس سے بھی بالاتر ایک گروہ سابقین کا ہے جو نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے تھے اور ان کی اکثریت اولین میں سے ہو گی جنہوں نے اسلام کا ساتھ دور غربت میں دیا ہے اور ابتدائی دور میں قربانیاں پیش کی ہیں اسکے بعد کچھ آخری دور کے ہوں گے جن کا زمانہ بعد کا ہے لیکن ان کا کردار اوّلین جیسا ہی ہے اور ان سب کا شمار بھی سابقین ہی میں ہے کہ انہوں نے ایسے ہی کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں جیسے کارہائے نمایاں سابقین اوّلین نے انجام دیئے تھے، سابقین اوّلین کا شرف ان کے کردار اور ایثار کی بنا پر ہے، صرف سِن و سال یا سَن اور صدی کی بنا پر نہیں ہے ورنہ اسلام دینِ کردار ہونے کے بجائے دین طول عمر ہو جائے گا۔

لَّا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ (۷۹) سورۃ الواقعۃ

قرآن اپنی تلاوت و قرأت کے اعتبار سے قرآن ہے اور اپنی معنویت اور جامعیت کے اعتبار سے ایک پوشیدہ اور محفوظ کتاب ہے، اس

کے ظاہر کو مس کرنے کیلئے وضو یا غسل کی ضرورت ہے اور اس کے باطن تک رسائی کیلئے علم و تقوی کے ذریعہ نفس کی طہارت لازمی ہے اور اسی لئے اسے ھدیً للمتقین قرار دیا گیا ہے کہ جس انسان کے پاس تقوی نہیں ہے وہ اس کے حقائق و معارف کا ادراک نہیں کرسکتا ہے اور اس کے معنویات سے مستفید نہیں ہو سکا ہے۔

وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ (۸۲) سورۃ الواقعۃ

افسوس صد افسوس کہ قرآن اہل دنیا کیلئے وسیلہ ہدایت بننے کے بجائے ذریعہ معاش بن گیا ہے، کوئی اس کی مخالفت کو ذریعہ معاش بنائے ہوئے ہے اور کوئی اس کی تلاوت و تفسیر و تاویل کو، غرض اس طرح اس کی واقعی افادیت بڑی حد تک مجروح ہو کر رہ گئی ہے اور وہ متاع بازار بن کر رہ گیا ہے۔

سَبَّحَ لِلَّـهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١﴾ سورۃ الحدید

ہر شئے کی تسبیح اس کی حیثیت کے اعتبار سے ہوتی ہے جن کو زبان مقال دی گئی ہے وہ الفاظ میں تسبیح کرتے ہیں اور جنہیں اس زبان سے محروم رکھا گیا ہے وہ زبان حال سے کرتے ہیں اور اسی نکتے کی طرف معصومین علیہم السلام نے خاک شفا کے فضائل کے ذیل میں اشارہ کیا تھا کہ اس خاک کی تسبیح کو کوئی تسبیح پڑھنے والا نہ بھی پڑھے تو بھی یہ از خود تسبیح کرتی رہتی ہے اور ظاہر ہے کہ جب کائنات کا ہر ذرہ محوِ تسبیح ہے تو وہ خاک کس طرح محوِ تسبیح نہ ہوگی جس میں خون شہید جذب ہو گیا ہے اور جو عبدیت کی سب سے بڑی قربان گاہ کی خاک ہے اور جس پر کائنات کے عظیم ترین انسان اور راہِ حق میں قربانی دینے والوں کے سید و سردار نے سجدۂ آخری انجام دیا ہے۔

لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ ۗ وَاللَّـهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿٢٣﴾
سورۃ الحدید

امیر المؤمنینؑ کا ارشاد ہے کہ زہد کا کل کمال یہ ہے کہ انسان کو جو نہ ملے اس کا افسوس نہ کرے اور جو مل جائے اس پر غرور نہ کرے، اس کے بعد نہ دولت کا ہونا زہد ہے اور نہ پھٹے حال زندگی گزارنا کمالِ زہد و تقویٰ ہے۔

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ ﴿٢٧﴾ سورۃ الحدید

دور حاضر میں بھی رہبانیت اور ترک لذات کی آڑ میں کیا کیا جرائم ہو رہے ہیں اس کا اندازہ صبح و شام کے اخبارات سے کیا جا سکتا ہے اور گرجاؤں کی تاریخ میں ان جرائم کا مکمل مشاہدہ کیا جا سکتا ہے، سادہ لوح عوام ان راہوں سے اس بنا پر قریب تر ہو جاتے ہیں کہ انہوں نے لذات دنیا سے کنار کشی کر لی ہے اور ان کے پاس روحانیت کے علاوہ کچھ نہیں ہے، رہبانیت کے ٹھیکہ دار اسی قربت کو اپنے مذموم اور ناپاک ارادوں کی تکمیل کا ذریعہ بنا لیتے ہیں، گرجاؤں کے علاوہ یہ کاروبار بعض مقامات پر خانقاہوں میں بھی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے، روح سب کی ایک ہے شکلیں چاہے جس قدر مختلف ہوں۔

❁❁❁❁❁

اٹھائسویں پارے کا مختصر جائزہ

اس پارے کے ضمن میں سورۂ المجادلہ، الحشر، الممتحنہ، الصّف، الجمعہ، المنافقون، التغابن، الطلاق، التحریم کا ذکر کیا جائے گا۔

۵۸۔ سورہ مجادلہ کا مختصر جائزہ

سورہ مجادلہ قرآن کریم کی ۵۸ویں اور مدنی سورتوں میں سے ہے اور قرآن کے ۲۸ویں پارے میں واقع ہے اس سورت کو اس لئے "مجادلہ" کہا جاتا ہے کہ اس کا آغاز ایک عورت کی رسول خدا ﷺ سے مجادلہ اور شکایت سے ہوتا ہے جس کے شوہر نے اس کے ساتھ ظہار کیا تھا اسی مناسبت سے سورہ مجادلہ میں ظہار کا حکم، معاشرت اور ہمنشینی کے آداب اور منافقین کے بارے میں گفتگو ہوتی ہے اور مؤمنین کو شیاطین اور منافقین سے دور رہنے کی تلقین ہوتی ہے۔ آیت نجوا اس سورت کی مشہور آیات میں سے ہے۔

مضامین

تفسیر نمونہ کے مطابق سورہ مجادلہ کے مضامین کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

پہلا حصہ ظِہار کے حکم پر مشتمل ہے جو زمانہ جاہلیت میں ایک قسم کی دائمی طلاق شمار ہوتی تھی جسے اسلام نے تبدیل کر کے صحیح سمت دے دیا۔

دوسرے حصے میں ہمنشینی اور معاشرت کے آداب بیان ہوئی ہے، من جملہ ان میں نجوا (سرگوشی) سے پرہیز کرنا اور مجلس میں نئے آنے والوں کو جگہ دے دینا شامل ہیں۔

آخری حصے میں منافقین سے بحث ہوتی ہے؛ یعنی وہ اشخاص جو بظاہر اپنے آپ کو اسلام کا خیر خواہ ظاہر کرتے ہیں؛ لیکن باطن میں یہ لوگ اسلام کے دشمنوں کے ساتھ مخفیانہ تعلقات رکھتے ہیں اس حصے میں اسلام کے حقیقی پیر کاروں یعنی مؤمنین کو شیاطین اور منافقین سے پرہیز کرنے کی تلقین کرتے انہیں "حزب اللّٰہ" یعنی اللہ والوں میں شامل ہونے نیز محبت اور نفرت میں بھی خدا کی مرضی شامل کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

فضیلت اور خواص

احادیث میں اس سورت کی تلاوت کے بارے میں آیا ہے۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا۔ "جو شخص سورہ مجادلہ کی تلاوت کرے وہ قیامت کی دن "حزب اللّٰہ" (اللہ والوں) میں سے ہوگا"[1]۔ ایک اور حدیث میں امام صادق علیہ السلام سے نقل ہے۔ "جو شخص سورہ حدید اور مجادلہ کو یومیہ نمازوں میں

---

[1] علی بابایی، برگزیدہ تفسیر نمونہ، ۱۳۸۲ش، ج۵، ص۱۱۶

پڑھے اور اس پر مداومت کرے تو یہ شخص زندگی میں کسی عذاب میں مبتلا نہیں ہو گا، اپنے اندر اور اپنی اہل وعیال میں کسی بری چیز کا مشاہدہ نہیں کرے گا اور یہ شخص کبھی بھی فقر اور بدبختی میں گرفتار نہیں ہو گا"[1]۔

۵۹۔ سورہ حَشْر کا مختصر جائزہ

سورہ حَشر قرآن کی ۵۹ویں اور مدنی سورتوں میں سے ہے اور قرآن کے ۲۸ویں پارے میں واقع ہے اس سورت کا نام اس کی دوسری آیت سے لیا گیا ہے اس سورت میں مدینہ سے یہودیوں کو نکالے جانے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے سورہ حشر کا آغاز خدا کی تسبیح جبکہ اس کا اختتام خدا کی تقدیس سے ہوتا ہے جنگ بنی نضیر میں مسلمانوں کے ہاتھوں یہودیوں کی شکست، جنگ کے بغیر حال ہونے والے اموال اور غنائم کی تقسیم کا حکم، منافقین کی ملامت اور ان کی منافقت کا برملا ہونا نیز مہاجرین کی ایثار و فداکاری کی تعریف و تمجید اس سورت کے مضامین میں سے ہیں۔

مضامین

سورہ حشر کا آغاز خدا کی تسبیح یعنی "سَبَّحَ لِلہ" سے ہوتا ہے اس سورت کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ اس کی آخری تین آیات میں خدا کی صفات اور اسمائے حُسنیٰ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کی علاوہ اس سورت درج ذیل موضوعات کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ جنگ بنی نضیر میں مسلمانوں کے ہاتھوں یہودیوں کی شکست، جنگ کے بغیر حال ہونے والے اموال اور غنائم کی تقسیم کا حکم، منافقین کی ملامت اور ان کی منافقت کا برملا ہونا نیز مہاجرین کی ایثار و فداکاری کی تعریف و تمجید اس سورت کے مضامین میں سے ہیں جس طرح اس سورت کا آغاز خدا کی تسبیح سے ہوتا ہے اسی طرح اس کا اختتام بھی خدا کی تقدیس سے ہوتا ہے۔

فضیلت اور خواص

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سے منقول ہے۔ "جو شخص سورہ حشر کی تلاوت کرے گا اس پر بہشت، جہنم، عرش الہی، کرسی، سات آسمان اور سات زمین، ہوا، پرندے، درخت، پہاڑ، چاند، سورج اور فرشتے درود و سلام بھیجتے ہیں اور اس کی مغفرت کیلئے دعا کرتے ہیں اور یہ شخص اگر اسی دن اس دنیا سے فوت ہوجائے جس دن اس نے اس سورت کی تلاوت کی ہے، تو اسے شہیدوں میں شمار کیا جائے گا"[2]۔ امام صادق علیہ السلام سے بھی نقل ہے۔ "جو شخص عصر کے وقت سورہ الرحمن اور سورہ حشر کی تلاوت کرے، خداوند متعال ایک فرشتے کو مأمور کرے گا جو صبح تک اس کی حفاظت کرے گا"[3]۔

۶۰۔ سورہ مُمتَحِنہ کا مختصر جائزہ

---

[1] علی بابایی، برگزیدہ تفسیر نمونہ، ۱۳۸۲ش، ج۵، ص۱۱۶

[2] شیخ صدوق، ثواب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ص۱۱۷۔

[3] طبرسی، مجمع البیان، ۱۴۰۶ق، ج۹، ص۳۸۴۔

سورہ مُمتحِنہ قرآن کی ۶۰ویں اور مدنی سورتوں میں سے ہے اور ۲۸ویں پارے میں واقع ہے اس سورت کا نام "مُمتَحَنہ" اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس کی دسویں آیت میں پیغمبر اکرمؐ کو مہاجر خواتین سے امتحان لینے کا حکم دیا گیا ہے تا کہ ان کا اپنے شوہروں کو چھوڑ کر مدینہ سے مکہ ہجرت کرنے کی علت معلوم ہوسکے سورہ ممتحنہ میں مؤمنین اور کُفار کی دوستی سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے اس کام سے سختی سے منع کیا گیا ہے اس سورت کی تلاوت کے بارے میں پیغمبر اکرمؐ سے نقل ہوئی ہے کہ جو شخص اس سورت کی تلاوت کرے، فرشتے اس پر درود بھیجتے ہیں اور اس کے لئے طلب مغفرت کرتے ہیں اور اگر اسی دن اس دنیا سے چلا جائے تو شہادت کی موت مرے گا اور قیامت کے دن مؤمنین اس کی شفاعت کریں گے۔

مضامین

سورہ ممتحنہ میں مؤمنین اور کفار کی دوستی سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے سختی سے اس سے منع کیا گیا ہے اس بات کی تاکید کیلئے سورت کی ابتداء میں بھی اس کا ذکر کیا گیا ہے اور آخر میں بھی جبکہ درمیان میں مہاجر خواتین اور ان کی بیعت سے متعلق بھی گفتگو کی گئی ہے۔ سورہ ممتحنہ میں درج ذیل داستان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم کا بت پرستی سے بیزاری اور اپنے چچا آزر کیلئے استغفار کرنا (آیت نمبر ۴)۔

فضیلت اور خواص

جو شخص سورہ ممتحنہ کی تلاوت کرے قیامت کے دن مؤمنین اس کی شفاعت کریں گے اور وہ اس دنیا میں بیماریوں سے محفوظ رہے گا۔ ایک حدیث میں امام سجادؑ سے نقل ہے کہ اگر کوئی شخص اس سورت کو اپنی واجب اور مستحب نمازوں میں پڑھے تو خداوند عالم اس کے دل کو ایمان کیلئے تیار اور اس کی آنکھوں کو نورانی کرے گا اور یہ شخص کبھی بھی فقر اور تنگدستی کا شکار نہیں ہوگا۔ اسی طرح اسے پڑھنے والا اور اس کی اولاد جنون کی بیماری میں مبتلا نہیں ہونگے[1]۔ پیغمبر اکرمؐ سے نقل ہے کہ جو شخص اس سورت کی تلاوت کرے، فرشتے اس پر درود بھیجتے ہیں اور اس کے لئے طلب مغفرت کرتے ہیں اور اگر اسی دن اس دنیا سے چلا جائے تو شہادت کی موت مرے گا اور قیامت کے دن مؤمنین اس کی شفاعت کریں گے[2]۔

۶۱۔ سورہ صف کا مختصر جائزہ

سورہ صف قرآن پاک کے ۲۸ویں پارے میں اکسٹھویں سورہ ہے جو مدنی سورتوں کا حصہ ہے سورے کی چوتھی آیت میں جہادیوں کی صف کا ذکر ہونے کی مناسبت سے اسے «صفّ» کہتے ہیں خدا کی تسبیح و تقدیس، گفتار و کردار میں مطابقت نہ رکھنے والوں کی سرزنش و توبیخ، دین خدا کی

---

[1] صدوق، ثواب الاعمال، ص۱۱۸۔

[2] بحرانی، تفسیر البرہان، ج۵، ص۳۵۱۔

نہائی کامیابی اور اس کا جہانی ہونا، اس دین کو روکنے والوں کی کوششوں کا بلا ثمر رہنا اور جان و مال سے جہاد کرنے والوں کی حوصلہ افزائی اس سورت کے اہم عناوین ہیں۔

نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ اس سورہ کی مشہور آیات میں سے ہے کہ جس میں مؤمنوں کو کامیابی کی بشارت دی گئی ہے مفسرین نے اس آیت کو فتح مکہ سمیت مختلف فتوحات پر منطبق کیا ہے اسی طرح فتح قریب کی تفسیر قائم آل محمد (عجل) کی کامیابی سے بیان ہوئی ہے۔

مضامین

یہ سورت مؤمنین کو راہ خدا میں جہاد کرنے کی ترغیب دیتی ہے نیز دین اسلام کو ایسے درخشان نور سے تشبیہ دیتی ہے کہ جس نور کو کافر اور اہل کتاب خاموش کرنا چاہتے ہیں لیکن خدا اس نور کو مکمل کرے گا اور اسے ہر دوسرے دین پر غلبہ عطا کریگا اگرچہ کافر اور مشرکین اس سے ناخوش ہی کیوں نہ ہوں پھر اس سورہ میں آیا ہے کہ محمد ﷺ خدا کے بھیجے ہوئے نبی ہیں اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو اس نبی کے آنے کی بشارت دی تھی پس مؤمنوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ اس کی پیروی کریں اور جہاد کے ذریعے خدا کی مدد کریں جس چیز پر خود عمل نہیں کرتے ہیں ہرگز کسی دوسرے کو نہ کہیں اور وعدہ کرنے کی صورت میں وعدہ خلافی نہ کریں کیونکہ یہ اعمال خدا کی ناراضگی اور اذیت کا سبب بنتے ہیں۔

فضیلت اور خواص

سورہ صف کی تلاوت میں پیغمبر ﷺ سے مروی ہے۔ جو کوئی سورۂ حضرت عیسیٰ (سورہ صف) کی تلاوت کرے گا جب تک وہ اس دنیا میں رہے گا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس پر درود بھیجتے رہیں گے اور اس کیلئے مغفرت گناہوں سے استغفار کرتے رہیں گے نیز قیامت کے دن وہ شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ ہو گا[1]، امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ واجب اور مستحب نمازوں میں ہمیشہ اس سورت کی تلاوت کرنے والے کو خدا فرشتوں اور انبیائے الٰہی کی صف میں رکھے گا[2]۔

۶۲۔ سورہ جمعہ کا مختصر جائزہ

سورہ جمعہ قرآن کی ۶۲ویں اور مدنی سورتوں میں سے ہے جو ۲۸ویں پارے میں واقع ہے اس سورت میں نماز جمعہ کا حکم بیان ہوا ہے اسی مناسبت سے اس کا نام "جمعہ" رکھا گیا ہے اس سورت میں خدا نماز جمعہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے مسلمانوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ نماز جمعہ کے وقت خرید و فروخت میں مشغول نہ ہوں۔

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ج۹، ص۴۵۹۔
[2] شیخ صدوق، ثواب الاعمال، ۱۴۰۶ق، ص۱۱۸۔

پانچویں آیت میں توریت کے حاملین کا تذکرہ اور آیت نمبر ۹ میں نماز جمعہ کا حکم آیا ہے اسی مناسبت سے یہ دو آیتیں اس سورے کی مشہور آیات میں شمار ہوتی ہیں۔

مضامین

علامہ طباطبائیؒ کے مطابق سورہ جمعہ مسلمانوں میں نماز جمعہ کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے اس کی ادائیگی کی ترغیب دیتا ہے؛ چونکہ نماز جمعہ شعائر اللہ میں سے ہے جس کی تعظیم انسان کی دنیوی اور اخروی زندگی کی میں اصلاح میں اہم کردار ادا کرتی ہے، سورہ جمعہ خدا کی تسبیح کے ساتھ شروع ہوتی ہے،اس سورت میں خدا کی طرف سے لوگوں کی ہدایت کیلئے ان کے درمیان انبیاء مبعوث کرنے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو انہیں اچھے اخلاق سے آراستہ اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

ملاصدرا سورہ جمعہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ سورہ ایمان کے ارکان اور عرفانی حقائق کے اصول پر مشتمل ہے اسی طرح اس میں خدا کی معرفت، معاد کی حقیت اور اس کی کیفیت، انبیاء کی بعثت، آسمانی کتابوں کا نزول اور ان کی تعلیم کے بارے میں بھی گفتگو ہوئی ہے[1]۔

نماز جمعہ کی اذان کے وقت خرید و فروخت سے ہاتھ اٹھا کر ذکر خدا (نماز جمعہ) کی طرف دوڑنا اور نماز جمعہ میں پیغمبر اکرم ﷺ کے خطبے کے دوران خرید و فروخت میں مشغول رہنے والوں کی مذمت سورہ جمعہ کے آخری آیات میں بیان ہونے والے موضوعات میں سے ہیں۔

فضیلت اور خواص

سورہ جمعہ کی فضیلت اور تلاوت کے بارے میں آیا ہے کہ سورہ جمعہ کی تلاوت کرنے والے کو خدا نماز جمعہ کے لئے آنے والوں اور نہ آنے والوں میں سے ہر ایک کے مقابلے میں دس حسنہ بطور ثواب عطا کرتا ہے[2]۔ یا اگر کوئی شخص اس سورت کو ہر شب جمعہ پڑھے تو یہ چیز اس جمعہ اور آنے والے جمعہ کے درمیان اس شخص کے کے گناہوں کا کفارہ ہو گا[3]۔ اسی طرح احادیث میں آیا ہے کہ جمعہ کے دن صبح، ظہر اور عصر کی نماز میں سورہ جمعہ اور سورہ منافقون کا پڑھنا مستحب ہے[4]۔ اس سورت کے خواص میں آیا ہے کہ یہ سورہ شیطان کے وسوسے اور خوف کو انسان سے دور کرتا ہے[5]۔

۶۳۔ سورہ منافقون کا مختصر جائزہ

---

[1] ملاصدرا، تفسیر سورہ الجمعہ، ۱۴۰۴ق، ص ۱۵، بہ نقل از صفوی، «سورہ جمعہ»، ص ۱۶۷۔

[2] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج ۱۰، ص ۴۲۷۔

[3] مجلسی، بحار الانوار، ۱۴۰۳ق، ج ۸۶، ص ۳۶۲۔

[4] صدوق، علل الشرایع، ۱۳۸۵ق، ج ۲، ص ۳۵۶۔

[5] بحرانی، البرہان، ۱۴۱۶ق، ج ۵، ص ۳۷۱۔

سورہ منافقون قرآن مجید کی ۶۳ویں سورت جس کا شمار مدنی سورتوں میں ہوتا ہے اور ۲۸ویں پارے میں واقع ہوئی ہے یہ سورت منافقین کا اصل چہرہ بے نقاب کرتی ہے اور ان کے علائم و نشانیاں بیان کرتی ہے اس سورت میں اللہ تعالی پیغمبر اکرم ﷺ کو منافقوں کے خطرات سے احتیاط کرنے اور مومنین کو اللہ کی راہ میں انفاق کرنے اور منافقت سے بچے رہنے کی تلقین کرتا ہے، تفسیر قمی میں کہا گیا ہے کہ اس سورت کی آٹھویں سورت عبد اللہ بن اُبَیّ کے بارے میں نازل ہوئی جو مہاجروں کو مدینہ سے خارج کرنا چاہتا تھا۔

مضامین

سورہ منافقون، منافقین کا اصل چہرہ بے نقاب کرتی ہے اور مسلمانوں کے خلاف ان کی دشمنی کو بیان کرتی ہے اس سورت میں حضرت محمد ﷺ کو حکم ہوتا ہے کہ منافقوں کے خطرات کے بارے میں احتیاط کریں اور اسی طرح مومنوں کو اللہ کی راہ میں انفاق کرنے اور منافقت سے اجتناب کرنے کی تلقین ہوئی ہے۔

فضیلت اور خصوصیات

تفسیر مجمع البیان میں پیغمبر اکرم ﷺ سے منقول ہے کہ جو بھی سورہ منافقون کی تلاوت کرے وہ ہر قسم کی منافقت سے پاک ہوگا[1]۔ ایک اور روایت جو ثواب الاعمال میں امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے اس میں شیعوں کو تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن نماز ظہر میں سورہ حمد کے بعد سورہ جمعہ اور سورہ منافقون پڑھیں۔ اس حدیث میں آیا ہے کہ۔ جس نے ایسا کیا گویا اس نے پیغمبر اکرم ﷺ کا عمل انجام دیا اور اس کا اجر بہشت ہے[2]۔ بعض فقہا کے فتوے کے مطابق نماز جمعہ کی دوسری رکعت میں سورہ حمد کے بعد سورہ منافقون کی تلاوت مستحب ہے[3]۔

۶۴۔ سورہ تَغابُن کا مختصر جائزہ

سورہ تَغابُن قرآن کی ۶۴ویں اور مدنی سورتوں میں سے ہے جو ۲۸ویں پارے میں واقع ہے اس سورت کی نویں آیت میں روز قیامت کو "یوم التغابن" (روز حسرت) کے نام سے یاد کیا گیا ہے اسی مناسبت سے اس سورت کا نام "تغابن" رکھا گیا ہے اس سورت میں بیان موضوعات میں معاد، انسان کی آفرینش اور بعض اخلاقی اور سماجی موضوعات جیسے خدا پر توکل، قرض الحسنہ کا پسندیدہ ہونا اور بُخل سے پرہیز وغیرہ شامل ہیں۔

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۱۰، ص۴۳۷۔
[2] شیخ صدوق، ثواب الاعمال، ۱۴۰۶ق، ص۱۱۸۔
[3] امام خمینی، توضیح المسائل (مُحَشّی)، ۱۴۲۴ق، ج۱، ص۸۴۸۔

سورہ تغابن کی پندرہویں آیت اس سورت کی مشہور آیات میں سے ہے جس میں مال و دولت اور اولاد کو انسان کی آزمائش اور امتحان کا ذریعہ قرار دیتے ہیں اسی طرح آیت نمبر ۱۷ بھی اس کی مشہور آیات میں سے ہے جس میں خدا کی راہ میں انفاق اور خدا کو قرضہ دینے کی بات کرتے ہوئے خدا کی طرف سے اس کے بدلے میں دس گنا برکت دینے کا بیان آیا ہے۔

مضامین

سورہ تغابن میں بیان ہونے والے موضوعات میں۔ معاد اور روز جزا، انسان کی آفرینش اور یہ کہ انسان بہترین خلقت کے ساتھ خلق ہوئی ہے، بعض اخلاقی اور سماجی احکام جیسے خدا پر توکل کرنا، خدا کی راہ میں قرض اور قرض الحسنہ کا پسندیدہ عمل ہونا اور بُخل سے پرہیز کرنا، مصیبت کے وقت ناراض نہ ہونا اور افسوس کا اظہار نہ کرنا اور خدا پر ایمان لانے، خدا کی راہ میں جہاد کرنے اور اس کی راہ میں انفاق کرنے میں پیش آنے والی سختیوں کو خدا کی طرف سے جاننا وغیرہ شامل ہیں۔

فضیلت اور خواص

پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ سے منقول ہے کہ جو شخص سورہ تغابن کی تلاوت کرے گا وہ ناگہانی موت سے محفوظ رہے گا[1]۔ اسی طرح امام صادق علیہ السلام سے نقل ہے کہ اس سورت کو واجب نمازوں میں پڑھے تو یہ سورت قیامت کے دن اس شخص کی شفیع ہوگی اور ایک عادل گواہ بنے گی جو خدا کے نزدیک اس شخص کے حق میں گواہی دے گی، اس کے بعد یہ سورت اس شخص سے جدا نہیں ہوگی یہاں تک کہ وہ بہشت میں داخل ہو[2]۔ امام باقر علیہ السلام سے بھی نقل ہے کہ اگر کوئی شخص تمام مُسبّحات کی تلاوت کرے تو یہ شخص مرنے سے پہلے امام زمانہ (عجل) کو درک کرے گا لیکن اگر اس سے پہلے مرجائے تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے جوار میں ہو گا[3]۔ تفسیر برہان میں اس سورت کیلئے بعض خواص کا تذکرہ ہوا ہے من جملہ یہ کہ دشمن کے شر سے محفوظ رہے گا، اسی طرح گم شدہ شئی کا پیدا ہونا بھی اس سورت کے خواص میں سے ہے[4]۔

۶۵۔ سورہ طلاق کا مختصر جائزہ

سورہ طلاق قرآن کریم کی ۶۵ویں اور مدنی سورتوں میں سے ہے جو ۲۸ویں پارے میں واقع ہے اس سورت کی اکثر آیات میں طلاق کے حکم کا تذکرہ ہونے کی وجہ سے اس کا نام "سورہ طلاق" رکھا گیا ہے ابتدائی آیات میں طلاق کے کلی احکام کو تنبیہ، تہدید اور بشارت کے ضمن میں بیان کیا

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۱۰، ص۴۴۶۔

[2] شیخ صدوق، ثواب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ص۱۱۸۔

[3] شیخ صدوق، ثواب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ص۱۱۸۔

[4] بحرانی، تفسیر البرہان، ۱۴۱۶ق، ج۵، ص۳۹۱۔ بحرانی، تفسیر البرہان، ۱۴۱۶ق، ج۵، ص۳۹۱۔

گیا ہے جبکہ دوسرے حصے میں خدا کی عظمت، پیغمبر اکرم ﷺ کا مقام، نیک لوگوں کے اجر و ثواب اور برے لوگوں کے عذاب کی طرف اشارہ ہوا ہے۔

مضامین

سورہ طلاق میں طلاق کے کلی احکام کو تنبیہ، تہدید اور بشارت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اس سورت میں احکام طلاق، عدہ طلاق، مطلقہ عورتوں، عدہ طلاق میں عورتوں کا نفقہ، رضاع، اور عبرت کی خاطر گذشتہ اقوام کی داستان وغیرہ کا تذکرہ ہوا ہے توحید، معاد، نبوت اور متقین کی توصیف کے ساتھ ساتھ تقوا، خدا پر توکل کے علاوہ بعض دوسرے موضوعات سے بھی اس سورت میں بحث و گفتگو کی گئی ہے۔

فضیلت اور خواص

سورہ طلاق کی تلاوت کے بارے میں پیغمبر اکرم ﷺ سے نقل ہے کہ جو شخص سورہ طلاق کی تلاوت کرے اس کی موت رسول خدا ﷺ کی سنت پر ہو گی[1]۔ شیخ صدوق نے امام صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ جو شخص اپنی واجب نمازوں میں سورہ طلاق اور سورہ تحریم کی تلاوت کرے خدا قیامت کے دن اسے دوزخ کی آگ سے امان میں رکھے گا اور ان دو سورتوں کی تلاوت کی وجہ سے اسے بہشت میں داخل کرے گا؛ کیونکہ یہ دو سورتیں پیغمبر اکرم ﷺ سے متعلق ہیں[2]۔

٦٦۔ سورہ تحریم کا مختصر جائزہ

سورہ تحریم قرآن کی چھیاسٹھویں (٦٦ویں) اور مدنی سورت ہے اور قرآن کے اٹھائیسویں پارے میں واقع ہے سورت کا نام اس کی پہلی آیت سے لیا گیا ہے جس میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ رسول اللہ نے ازواج کی رضایت کی خاطر قسم اٹھا کر اپنے اوپر حلال چیز کو حرام کیا سورہ تحریم گناہکاروں کو توبہ نصوح کی ترغیب، قیامت میں ایمان کے آثار، مسلمانوں کو کفار اور منافقین سے جہاد اور ان پر سخت گیری کی طرف دعوت دیتی ہے اس سورت میں زوجہ نوح اور لوط کو غیر صالح اور زوجہ فرعون (آسیہ) اور حضرت مریم کو صالح خواتین میں سے شمار کیا ہے۔ اس سورت کی چھٹی آیت مشہور آیات میں سے ہے جس میں مؤمنوں کو دعوت دی گئی ہے کہ وہ اپنے آپ اور اہل خانہ کو آتش جہنم سے بچائیں۔

مضامین

سورہ تحریم عتاب پیغمبر ﷺ (کہ جو حقیقت میں عتاب ازواج نبی ہے) سے شروع ہوتی ہے کہ تم نے ازواج کی خوشنودی کی خاطر حلال خدا کو اپنے اوپر کیوں حرام کرتے ہو آگے چل کر خداوند مؤمنین سے یوں مخاطب ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو اس عذاب آتش سے بچانے کی تدبیر کرو جس کا

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۱۰، ص ۴۵۴۔

[2] صدوق، ثواب الأعمال، ۱۴۰۶ق، ص ۱۱۹۔

ایندھن انسان اور پتھر ہیں اور جان لو کہ انہیں اپنے کیے ہوئے اعمال کے علاوہ کوئی سزا نہیں ملے گی، گناہگاروں کو توبہ (توبہ نصوح)، قیامت میں آثار ایمان، منافقین اور کفار سے جہاد، ان کے ساتھ سخت برتاؤ، غیر صالح خواتین زوجۂ نوح اور زوجۂ لوط، صالح خواتین زوجۂ فرعون اور حضرت مریم (بنت عمران) کا مقام و منزلت اس سورت کے اہم موضوعات میں سے ہیں۔

فضیلت اور خواص

پیغمبر ﷺ سے مروی ہے۔ جو کوئی سورہ تحریم کی تلاوت کرے گا وہ توبۂ نصوح میں کامیاب ہو گا اور وہ دوبارہ گناہ کی طرف نہیں لوٹے گا[1]۔ امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے۔ جو کوئی سورہ طلاق اور سورہ تحریم کو نماز یومیہ میں قرأت کرے گا پروردگار روز قیامت اسے ڈر، خوف، حزن اور اندوہ سے امان میں رکھے گا اور اسے آتش جہنم میں گرنے سے بچائے گا اور ان دو سورتوں کی مسلسل تلاوت کرنے کے نتیجے میں بہشت میں داخل کرے گا کیونکہ یہ دو سورے پیغمبر سے متعلق ہیں[2]۔ اس کے خواص میں منقول ہے کہ جان کنی کے موقع پر اگر اس سورت کو لکھ کر محتضر کے پاس رکھے تو اس کی جان کنی میں آسانی ہوگی اور مردوں سے عذاب میں تخفیف کا موجب بھی ہے[3]۔ اسی طرح یہ سورہ اضطراب کو دور کرتا ہے اور اسکی مسلسل تلاوت مقروض کیلئے مفید ہے[4]۔

اٹھائیسویں پارے کے چیدہ نکات

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ ۖ وَإِذَا قِيلَ انشُزُوا فَانشُزُوا يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١١﴾ سورة المجادلة

مسلمانوں میں ایک شوق یہ بھی تھا کہ ہر وقت بزم رسول ﷺ میں حاضر رہو تا کہ اپنے تقرب کا پروپیگنڈہ کیا جا سکے اور اس طرح عدیم الفرصت مسلمانوں کو زحمت ہوتی تھی، تو قدرت نے تنبیہ کی کہ اول تو آنے والوں کو جگہ دو اور پھر جگہ کم ہو تو اٹھ جاو اور اسے برا نہ مانو اس لئے کہ صاحبان علم و ایمان کو بہر حال برتری حاصل ہونی چاہیے اور انہیں محفل میں مناسب جگہ ملنی چاہیے، انہیں جاہلوں اور کم رتبہ افراد کے برابر نہیں قرار دیا جا سکتا ہے۔

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۱۰، ص۴۶۸۔
[2] صدوق، ثواب الأعمال، ۱۴۰۶ق، ص۱۱۸۔
[3] نوری، مستدرک الوسائل، ۱۴۰۸ق، ج۲، ص۲۴۱۔
[4] بحرانی، البرہان، ۱۴۱۶ق، ج۵، ص۴۱۷۔

عالم عالم ہوتا ہے اور جاہل جاہل صرف محفل میں آکر بیٹھ جانے سے جاہل عالم نہیں کہا جاسکتا اور محفل میں حاضر نہ رہ سکنے کی بنا پر عالم جاہل کے مانند نہیں ہو سکتا، اعلم ایک کمال بشریت ہے جو اپنے حامل کو ہمیشہ سر فراز اور سر بلند رکھتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَطْهَرُ ۚ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢﴾ سورۃ المجادلۃ

جب بعض مسلمانوں نے صحبتِ پیغمبر ﷺ کو شخصیت سازی کا ذریعہ بنا لیا اور غریبوں کا داخلہ بند کر دیا تو قدرت نے یہ پابندی عائد کر دی کہ پہلے صدقہ دو اس کے بعد بزمِ پیغمبر ﷺ میں آؤ تا کہ یہ واضح ہو جائے کہ کون اپنی صحابیت کی کس قدر قیمت لگاتا ہے لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ فخر رازی اور طبری جیسے مفسرین کے اعتراف کے مطابق اس آیت پر حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ کسی نے عمل نہیں کیا؛ صرف آپ کے پاس ایک دینار تھا تو اسے دس درہم میں بُھنایا اور ایک ایک کر کے صدقہ دیتے رہے اور بزمِ پیغمبر ﷺ میں حاضری دیتے رہے جس کے بعد آیت کا حکم منسوخ ہو گیا اور سارے صاحبانِ ریا کی صحابیت کا راز کھل گیا۔

واضح رہے کہ آیت کا رخ ان افراد کی طرف ہے جنہیں بلا سبب محفل میں جمے رہنے کا شوق تھا، اس سے ان افراد کا کوئی تعلق نہیں ہے جنہیں اس طرح کی شخصیت سازی کا خیال نہیں تھا اور جو اپنے رتبہ سے خود بھی باخبر تھے اور بوقت ضرورت حاضری دیتے تھے اور پھر اپنے فرائض میں مصروف ہو جاتے تھے۔

هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِن دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ ۚ ﴿٢﴾ سورۃ الحشر

یہودیوں کا ایک قبیلہ بنی نضیر جس نے پیغمبر اسلام ﷺ سے صلح کا معاہدہ کر لیا تھا اور دونوں مدینہ میں سکون کی زندگی گزار رہے تھے لیکن جب احد میں مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے تو ان کے سردار کعب بن اشرف نے رسول اکرمؐ کی ہجو میں اشعار پڑھنے شروع کر دیئے، آپ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا اور ایک لشکر بھیج کر ان یہودیوں کا محاصرہ کر لیا، ادھر منافقین نے یہودیوں سے سازش کر لی کہ ہم مسلمانوں کے مقابلہ میں تمہارا ساتھ دیں گے لیکن ۲۱ دن کے مسلسل محاصرہ میں بھی کوئی ایک بھی ہمدرد نہ نکلا اور بالآخر یہودیوں نے جلا وطن ہو جانے پر صلح کر لی اور ہر تین آدمی پر ایک اونٹ سامان لے کر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رخصت ہو گئے مفسرین کا بیان ہے کہ یہ یہودیوں کی پہلی سزا تھی؛ اس کے بعد دوبارہ انہیں حضرت عمر نے نکالا ہے لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ آج رسول اکرم ﷺ کا کلمہ پڑھنے والے اور حضرت عمر سے خصوصی عقیدت رکھنے والے مسلمان بھی یہودیوں سے سازش اور دوستی کر رہے ہیں اور دونوں کی روح کو اذیت دے رہے ہیں، انہیں یہ بھی احساس نہیں ہے کہ اس طرح نہ سنت رسولؐ پر باقی رہ سکیں گے اور نہ سیرت شیخین پر عمل کر سکیں گے خدا برا کرے سیاست دنیا کا کہ اس نے مسلمانون سے سب کچھ چھین لیا اور غیرت اسلامی کا بھی خاتمہ کر دیا جب کہ خدا مسلمانوں کی امداد کیلئے ہمیشہ تیار ہے اور اس کے اسباب فراہم کرتا رہتا ہے اور یہودیوں کے دل میں خوف اور دہشت خود بھی ایک بہترین وسیلہ ہے جس کے ذریعہ یہودی آج تک لرز رہے ہیں اور منافق مسلمان ان یہودیوں سے لرزہ بر اندام ہیں اور جبکہ یہودیوں میں حقیقی مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں ہے۔

• • •

مَا أَفَاءَ اللَّـهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّـهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ ۚ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا ۚ وَاتَّقُوا اللَّـهَ ۖ إِنَّ اللَّـهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٧﴾ سورۃ الحشر

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جس مال کے حصول میں مسلمانوں کا جہاد شامل نہ ہو اس میں مسلمانوں کا کوئی حصہ بھی نہیں ہے اور اس کا مکمل اختیار رسول اکرم ﷺ کے ہاتھ میں ہوتا ہے گویا یہ رسالت کی شخصی ملکیت ہوتی ہے اور اس کا استعمال صرف اس کے اختیار میں ہے اب یہ ان کا فرض ہے کہ وہ غریبوں میں تقسیم کر دیں تا کہ دولت اہل دولت کے درمیان نہ رہ جائے اور سارے سماج میں سکون اور اطمینان پیدا ہو سکے، یہ مال کے صرف کرنے کا ایک طریقہ ہے اس کا اجتماعی ملکیت سے کوئی تعلق نہیں ہے کہ اسلام کو اشتراکیت کا مرادف قرار دیدیا جائے، اشتراکیت ایک الگ نظام ہے اور اسلام ایک الگ قانون حیات ہے جس میں ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے اور نہ ایک کی خصوصیات کو دوسرے میں تلاش کیا جا سکتا ہے۔

وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٩﴾ سورۃ الحشر

یہ زندگی کا ایک بڑا بنیادی قانون ہے کہ انسان حرص سے بچ گیا تو ہر بلا سے محفوظ ہو گیا، دنیا میں ادنیٰ مظالم سے لے کر استعمار اور ملک گیری تک سارے مظالم کی بنیاد یہی ایک حرص ہے جو دولت و اقتدار کے ساتھ بڑھتی بھی جاتی ہے اور انسان کو تباہ کیے بغیر نہیں چھوڑتی؛ ملک گیری، استحصال، توسیع پسندی، استعماریہ سب اس حرص و ہوس کے شعبے ہیں جو وقتاً فوقتاً مختلف شکلوں میں سامنے آتے رہتے ہیں، رب کریم ہر مرد مومن کو اس بد ترین بلا سے محفوظ رکھے اور قناعت و کفایت کا جذبہ عطا فرمائے۔

لَوْ أَنزَلْنَا هَـٰذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّـهِ ۚ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢١﴾ سورۃ الحشر

حرف ''لو'' اشارہ ہے کہ قرآن کا پہاڑ پر اتار دینا ناممکن تھا اس لئے کہ پہاڑ میں اس قدر قوت تحمل نہیں ہوتی ہے کہ اس کے معنیٰ اور معارف کا وزن برداشت کر سکے اور یہیں سے اندازہ ہوتا ہے کہ جس قلب پیغمبرؐ پر اتارا گیا ہے اس میں کسی قدر ہمت اور طاقت پائی جاتی ہے کہ پورے قرآن کے وزن کو برداشت کر لیا اور پھر نبی ﷺ کے بعد وہ افراد کیسے قوی القلب اور باصلاحیت ہوں گے جنھیں حقائق قرآن کا مرکز قرار دیا گیا ہے، اور شائد اسی نکتہ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے سرکار دوعالم ﷺ نے قرآن اور اہلبیت علیہم السلام دونوں کو ثقلین سے تعبیر کیا تھا کہ دونوں کی سنگینی ایک جیسی ہے اور دونوں ایک دوسرے کے واقعی اہل اور مرکز ہیں اور ایک دوسرے کے وزن کو برداشت کر سکتے ہیں۔

بیشک اگر قرآن اس قدر سنگین ہے کہ پہاڑ پر نازل ہو جائے تو پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے تو وارث قرآن کو اس قدر طاقت اور قوت کا مالک ہونا چاہیے کہ بقول نصاریٔ نجران پہاڑ سے کہہ دیں کہ اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو ایک حرف دعا سے ہٹ سکتا ہے۔

• • •

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ (۱) سورۃ الممتحنة

کہا جاتا ہے کہ سورۃ الممتحنۃ حاطب بن بلتعہ کے کردار کے گرد گھوم رہا ہے کہ وہ اسلام لانے کے بعد شریک ہجرت رہا، بدر میں جنگ بھی کی لیکن جب فتح مکہ کا موقع آیا تو کفار کو ایک عورت کے ذریعہ خفیہ خط بھیج کر انہیں پیغمبرؐ کی تیاری سے باخبر کر دیا، جس کی وحی الٰہی نے نبی کو اطلاع دیدی تو آپ نے حضرت علی علیہ السلام کو چند اصحاب کے ساتھ اس عورت کے تعاقب میں روانہ کر دیا، اس نے نامہ بر ہونے سے انکار کیا تو حضرت علی علیہ السلام نے قتل کا ارادہ کر لیا، اس نے مجبور ہو کر اپنے جوڑے میں سے خط نکال کر دے دیا، اور حضرت علی علیہ السلام نے واپس آ کر اسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں پیش کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ نے حاطب سے سوال کیا، اس نے اقرار کر لیا اور کہا کہ میرے بال بچے مکہ میں تھے، میں نے چاہا کہ کفار پر ایسا احسان کر دوں کہ کفار انہیں اذیت نہ دیں؛ قدرت نے حاطب کو اس عذر پر معاف کر دیا لیکن اس کردار کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے قابل مذمت قرار دیدیا جہاں مال اور اولاد کی خاطر اسلام کے خلاف سازش کی جاتی ہے اور اسے نقصان پہنچایا جاتا ہے زمانے کے حالات پر غور کیا جائے تو آج عوام سے لے کر حکام تک میں حاطب کی ایک مسلسل نسل پائی جاتی ہے جسے بال بچے اور مال و دولت، اسلام سے کہیں زیادہ عزیز ہیں اور جو اسلام کو ہر قدم پر بھینٹ چڑھانے کیلئے تیار رہتی ہے۔

لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (۸) سورۃ الممتحنة

یہ اسلام کی مکمل ترین سیاست صلح و جنگ ہے کہ جو قومیں ظلم و تعدی سے کام نہ لیں ان سے جنگ نہ کی جائے اور جو قومیں ظلم و تعدی پر کمر بستہ ہو جائیں ان سے صلح نہ کی جائے لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے آیت کو بالکل الٹ کر رکھ دیا اور جس امریکہ نے عالم اسلام کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے اور قلب عالم اسلام میں اسرائیل کو ایجاد کر دیا ہے اور ہمیشہ اس کی حمایت میں ویٹو کا استعمال کیا ہے اس سے صلح کی جا رہی ہے اور جو ملک اسلامی مفادات کیلئے ہر طرح کی قربانی دے رہا ہے اس سے جنگ کی تیاریاں ہو رہی ہیں، خدا اس صورت حال کی اصلاح کرنے اور مسلمانوں کو عقل سلیم اور صحت ایمان عطا کرے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ (۱۰) سورۃ الصف

دنیا میں ہر انسان مزاجی اعتبار سے تاجر ہے اور فائدے کا طلبگار رہتا ہے اور فائدہ کے بغیر کوئی کام انجام نہیں دینا چاہتا، قدرت نے اسی مزاج پر نظر رکھتے ہوئے فائدہ کی عظمت کی طرف توجہ دلائی اور بتایا کہ تجارت ہی کرنا ہے تو خدا سے معاملہ کرو اور فائدہ ہی لینا ہے تو جنت جیسا فائدہ حاصل کرو جیسا کہ امیر المومنینؑ کا ارشاد ہے کہ تمہارے نفس کی قیمت صرف جنت ہے لیکن خبردار کسی اور دام پر اسے مت بیچنا۔

مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا ۚ (۵) سورۃ الجمعة

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہودیوں نے توریت میں تحریف کر دی ہے،اور مسلمانوں نے قرآن میں تحریف نہیں کی ہے لیکن اس کے باوجود جو مسلمان قرآنی تعلیمات پر عمل نہیں کرتے ہیں وہ حقیقتاً انسان کہے جانے کے قابل نہیں ہیں اس لئے کہ توریت جیسی کتاب کا بار نہ اٹھانا انسان کو گدھا بنا دیتا ہے تو قرآن کا مرتبہ تو اس سے کہیں زیادہ بلند و برتر ہے اور اس کا بار نہ اٹھانے والا تو کسی رخ سے انسان کہے جانے کے لائق نہیں ہے۔

وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا ۚ قُلْ مَا عِندَ اللَّـهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۚ وَاللَّـهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿١١﴾ سورۃ الجمعۃ

حضور اکرم ﷺ خطبہ پڑھ رہے تھے اور مال تجارت کا قافلہ آگیا تو بارہ افراد کے علاوہ سب بھاگ کھڑے ہوئے اور ساری صحابیت رخصت ہو گئی اور حقیقت امر یہ ہے کہ آج بھی ایسے کردار پائے جاتے ہیں جنہیں تجارت اور تماشہ کے آگے نماز کی اہمیت کا احساس نہیں ہوتا، کچھ لوگ کاروبار میں لگے رہ جاتے ہیں اور کچھ ریڈیو رپورٹ اور ناچ گانے اور فلموں کے پروگرام کی نذر ہو جاتے ہیں،ایسے لوگوں کا شمار عملی طور سے انہیں منافقین میں ہے اگرچہ بظاہر مومنین میں شمار کیے جاتے ہیں۔

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ ﴿١﴾ سورۃ المنافقون

منافقت کی بہترین تعریف حضرت علی علیہ السلام نے ان الفاظ میں کی ہے کہ مومن کی زبان دل کے پیچھے ہوتی ہے اور منافق کا دل زبان کے پیچھے ہوتا ہے مؤمن جو دل میں رکھتا ہے وہی کہتا ہے اور منافق جو کہتا ہے وہ دل میں نہیں رکھتا ہے۔

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ۖ ذَٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۗ ﴿٩﴾ سورۃ التغابن

تغابن ہار جیت کو کہا جاتا ہے اور اس سورہ میں دہرے کردار کا ذکر کر کے اسی حقیقت کا اعلان کیا گیا ہے کہ نیک کردار افراد زندگی کی بازی میں جیتنے والے ہیں اور بد کردار خسارہ اٹھانے والوں میں ہیں،اب انسان کا فرض ہے کہ وہ میدان حیات کو اپنی جیت کا میدان بنا دے اور شکست کا میدان نہ بننے دے کہ روز قیامت شرمندگی اور رسوائی کا منہ دیکھنا پڑے اور اس انعام سے محروم ہو جائے جو اس بازی کے جیتنے والوں کیلئے معین کیا گیا ہے اور جس کے لئے بہترین ایمان اور کردار کی شرط لگادی گئی ہے۔

لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ ۖ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّـهُ ۚ لَا يُكَلِّفُ اللَّـهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا ۚ سَيَجْعَلُ اللَّـهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ﴿٧﴾ سورۃ الطلاق

اسلام کے نظام عدل کا ایک رخ یہ بھی ہے کہ انسان کسی حالت میں بھی انسانیت کو ہاتھ سے نہ جانے دے اور طلاق کے بعد بھی اگر عورت سے بچہ کی رضاعت کا کام لے تو اسے دودھ کی قیمت دیدے اور بلا سبب غربت کا بہانہ نہ کرے بلکہ جس حالت میں پروردگار نے رکھا ہے اسی اعتبار سے خرچ

بھی کرے، اگر غریب ہے تو غریبوں کی طرح کرے اور اگر صاحب وسعت ہے تو اس طرح خرچ کرے جس طرح ایک صاحب وسعت کرتا ہے اور بخل سے کام نہ لے کہ خدا کسی شخص کو بھی اس سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا ہے جتنا اسے عطا کیا ہے اور خدا بخیل کو ہرگز دوست نہیں رکھتا ہے۔

اسلام نے یہی قانون طاقت کے بارے میں بھی رکھا ہے اور یہی قانون مالیات کے بارے میں بھی ہے، فرق صرف یہ ہے کہ طاقت کے سلسلہ میں اسے لفظ وسع سے تعبیر کیا ہے جو طاقت کا سب سے ادنیٰ درجہ ہے اور مالیات میں ممّا آتاہُ سے تعبیر کیا ہے جو انسان کو یہ احساس دلانے کیلئے کافی ہے کہ وہ جو کچھ بھی خرچ کر رہا ہے وہ اس کا اپنا نہیں ہے اور نہ پروردگار نے زبردستی اس کے سر پر قانون کو لادیا ہے بلکہ اس نے پہلے مال عطا کیا ہے اور اسکے بعد خرچ کا مطالبہ کیا ہے۔

وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّـهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَن بَعْضٍ ۖ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنبَأَكَ هَـٰذَا ۖ قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ ﴿٣﴾ إِن تَتُوبَا إِلَى اللَّـهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا ۖ وَإِن تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّـهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ ﴿٤﴾ ﴿١﴾ سورۃ التحریم

واقعہ یہ ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کے گھر میں ازواج کی دو پارٹیاں تھیں، ایک طرف عائشہ و حفصہ تھیں اور ایک طرف باقی ازواج اور یہ دونوں دیگر ازواج کو برداشت نہ کرتی تھیں چنانچہ ایک روز پیغمبر ﷺ نے زینب بنت جحش کے یہاں شہد کھا لیا تو دونوں نے سازش کر لی کہ جب پیغمبر ﷺ گھر میں آئیں تو ان سے کہا جائے کہ آپ کے منہ سے بو آ رہی ہے، چنانچہ اس کے بعد پہلی ملاقات حفصہ سے ہوئی اور انہوں نے منصوبہ پر عمل کر دیا، آپ نے صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اچھا اب نہ کھاؤں گا تا کہ ان کے دل سے زینب کا حسد نکل جائے اور گھر میں کوئی فساد نہ برپا ہو؛ لیکن دیکھو کسی سے اس وعدہ کا ذکر نہ کرنا، حفصہ نے فوراً اپنی شریک کار کو مطلع کر دیا، اور جب پیغمبر ﷺ نے یہ کہا کہ مجھے اس خیانت کا علم ہے تو گھبرا کر پوچھا کہ آپ کو کس نے بتا دیا ہے، تو فرمایا کہ پروردگار نے اور اب عافیت اسی میں ہے کہ دونوں توبہ کرو کہ تمہارے دلوں میں کجی آ گئی ہے اور اگر توبہ نہ کی اور سازش کا سلسلہ جاری رہا تو یاد رکھو کہ میرے ساتھ خدا، ملائکہ اور وہ صاحبان ایمان ہیں جو نیک کردار ہیں اور مجھے تمہاری پرواہ بھی نہیں ہے تم کو چھوڑ بھی دوں تو مجھے تم سے کہیں بہتر عورتیں مل سکتی ہیں۔

حیرت کی بات ہے کہ ان حقائق قرآنیہ کے ہوتے ہوئے بھی بعض مسلمان ان خواتین کو ساری کائنات سے بہتر قرار دیتے ہیں اور انہیں دین کا مآخذ اور مدرک قرار دینے میں کسی تکلف سے کام نہیں لیتے ہیں، اسلام میں شریعت سازی کا کیا معیار ہے اور دین خدا ایسے ہی افراد سے لیا جائے گا جن کے دلوں کی کجی کا خود قرآن مجید نے اعلان کیا ہے تو "علی الاسلام بعدہ السلام"۔

❁❁❁❁❁

انتسویں پارے کا مختصر جائزہ

اس پارے کے ضمن میں سورۂ مُلک، قلم، حاقہ، معارج، نوح، جن، مزّمّل، مدثر، قیامہ، انسان، مرسلات کا ذکر کیا جائے گا۔

۶۷۔ سورہ مُلْک کا مختصر جائزہ

سورہ مُلک یا تَبارَک قرآن کی ۶۷ویں اور مکی سورتوں میں سے ہے جو پارہ نمبر ۲۹ میں واقع ہے اس سورت کا نام "ملک" اور "تبارک" رکھنے کی وجہ ان دونوں الفاظ کا اس سورت کی پہلی آیت میں موجود ہونا ہے سورہ ملک کا اصل مقصد معاد اور خدا کی ربوبیت کی عمومیت کو بیان کرنا ہے جو تمام عالمین کو شامل کرتی ہے اس سورت کا آغاز خدا کی فرمانروائی، حاکمیت اور قدرت مطلقہ پر خدا کی تبریک و تحسین سے ہوتا ہے اور دوسری آیت میں موت اور حیات کی آفرنش کو خدا کی جانب سے امتحان اور انتخاب اصلح کے معیار کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ پہلی اور دوسری آیت اس سورت کی مشہور آیات میں سے ہیں۔

مضامین

تفسیر نمونہ میں سورہ ملک کے مطالب کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مبدأ و معاد، خدا کے صفات اور خلقت کے شگفت انگیز نظام، خاص کر آسمانوں، ستاروں، زمین اور اس کی نعمتوں، پرندوں، جاری پانی اور کان، آنکھ اور دیگر شناخت کے وسائل کے بارے میں بحث و گفتگو؛ معاد اور عذاب دوزخ نیز دوزخ کے عذاب پر موکل پہرہ داروں کا جہنمیوں کے ساتھ ہونے والی گفتگو کے بارے میں بحث؛ کافروں اور ظالموں کو دنیوی اور اخروی عذاب کے مختلف انواع سے ڈرانا۔

فضیلت اور خواص

سورہ ملک کی تلاوت کرنے کی فضیلت کے بارے میں متعدد احادیث نقل ہوئی ہیں پیغمبر اکرم ﷺ سے منقول ہے کہ جو شخص رات کے وقت سورہ ملک کی تلاوت کرے اسے خدا شب قدر کی شب بیداری کا ثواب عطا کرے گا[1]۔ رسول اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ میں آیا ہے کہ آپ ﷺ ہر رات سونے سے پہلے اس سورت کی تلاوت فرمایا کرتے تھے[2]۔ ایک اور حدیث میں پیغمبر اکرم ﷺ سے نقل ہوا ہے کہ سورہ ملک قیامت کے دن اس کی تلاوت کرنے والے کی طرف سے مجادلہ کرتی ہے اور اس کے لئے مغفرت اور بخشش کا مطالبہ کرتی ہے[3]۔ امام باقر علیہ السلام سے بھی ایک حدیث نقل ہوئی ہے کہ سورہ ملک عذاب قبر سے مانع بنتی ہے، نماز عشاء کے بعد میں اسے بیٹھ کر تلاوت کرتا ہوں اور میرے والد گرامی امام

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۱۰، ص۴۶۔
[2] نوری، مستدرک الوسائل، ۱۴۰۸ق، ج۴، ص۳۰۶۔
[3] نوری، مستدرک الوسائل، ۱۴۰۸ق، ج۴، ص۳۶۶۔

سجاد علیہ السلام دن رات اس سورت کی تلاوت فرمایا کرتے تھے[1]۔ بعض احادیث میں اس سورت کی تلاوت کے لئے بعض خواص کا ذکر آیا ہے جن میں امن و امان، شفاعت و بخشش، قبر کی وحشت سے دوری اور مرنے والوں کی مغفرت وغیرہ شامل ہیں[2]۔

۶۸۔ سورہ قلم کا مختصر جائزہ

سورہ قلم یا نون والقلم قرآن کی ۶۸ویں اور مکی سورتوں میں سے ہے جو ۲۹ویں پارے میں واقع ہے اس سورت کو یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کہ خدا نے اس کی پہلی آیت میں لفظ "قلم" کی قسم کھائی ہے سورہ قلم کے مضامین میں مشرکین کے بے جا تہمتوں کے مقابلے میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کو تسلی اور صبر کی تلقین، مشرکین کی پیروی سے ممانعت اور قیامت کے دن مشرکین کے عذاب کی یاد آوری پر مشتمل ہے اس سورت کی مشہور آیتوں میں آیت "وان یکاد" اور آیت خُلق عظیم ہیں جس میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کو خلق عظیم کا مالک قرار دیا گیا ہے۔

مضامین

اس سورت کے مضامین کو درج ذیل موضوعات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کی خاص صفات کا بیان اور آپ کے خلق عظیم کا پیکر قرار دینا، مشرکین اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے دشمنوں کی بری صفات کا ذکر، "اصحاب الجنۃ" کی داستان اور مشرکین کو خبردار، قیامت اور اس دن مشرکین کے عذاب کی یادآوری، مشرکین کے مقابلے میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کو صبر و استقامت کی تلقین اور مشرکین کی پیروی سے ممانعت۔

فضیلت اور خواص

امام صادق علیہ السلام سے نقل ہے کہ جو شخص سورہ قلم کو اپنی واجب یا مستحب نمازوں میں پڑھے تو یہ شخص فقر و تنگ دستی اور فشار قبر سے محفوظ رہے گا[3]۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ اس سورت کی تلاوت کا ثواب ان لوگوں کی طرح ہے جنہیں خدا نے صبر (یا عقل) کی دولت سے مالامال فرمایا ہے اسی طرح بیان ہوا ہے کہ اگر اس سورت کو کسی چیز پر لکھ کر درد کرنے والے دانتوں پر رکھا جائے تو اسی وقت دانتوں کے درد سے شفا ملے گی[4]۔

۶۹۔ سورہ حاقہ کا مختصر جائزہ

---

[1] نوری، مستدرک الوسائل، ۱۴۰۸ق، ج۴، ص۳۶۶۔

[2] صدوق، ثواب الاعمال، ۱۴۰۶ق، ص۱۱۹۔ سیوطی، الدر المنثور، ۱۴۰۴ق، ج۶، ص۲۴۶۔ بحرانی، البرہان، ۱۴۱۵ق، ج۵، ص۴۳۳۔ بحرانی، البرھان، ۱۴۱۵ق، ج۵، ص۴۳۳۔

[3] شیخ صدوق، ثواب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ص۱۱۹۔

[4] بحرانی، البرہان، ۱۴۱۵ق، ج۵، ص۴۵۱۔

سورہ حاقہ قرآن کی ۶۹ویں اور مکی سورتوں میں سے ہے جو قرآن کے انتیسویں پارے میں واقع ہے اس سورت کا نام "حاقہ" ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لفظ اس سورت کی تین آیتوں میں تکرار ہوا ہے اور اس کے معنی روز قیامت کے ہیں اس سورت کا اصل موضوع معاد اور روز قیامت کی توصیف ہے اس میں قیامت کے وقوع کو حتمی قرار دیتے ہوئے اس کے منکروں کے برے انجام کی خبر دی گئی ہے اس سورت کی آیت نمبر ۴۴-۴۶ تک تین آیتیں اس کی مشہور آیات میں شمار ہوتی ہیں جن میں پیغمبر اکرم ﷺ کے بارے میں آیا ہے کہ اگر انہوں نے خدا کی طرف کسی بات کی جھوٹی نسبت دی تو خدا ان سے انتقام کی خاطر ان کی شہ رگ کو کاٹ ڈالے گا۔

مضامین

سورہ حاقہ کا اصل موضوع قیامت کی یاد آوری ہے اس کے علاوہ درج ذیل موضوعات کی طرف بھی اس میں اشارہ کیا گیا ہے۔ گذشتہ امتوں کا اجمالی ذکر جو قیامت کے منکر تھے، خاص کر قوم عاد، قوم ثمود اور فرعون؛ روز قیامت کے حالات اور لوگوں کا دو گروہوں اصحاب یمین اور اصحاب شمال میں تقسیم ہونا جن میں سے ایک نجات پانے والے اور دوسرا گروہ ہلاک ہونے والے ہیں؛ قرآنی تعلیمات کی تصدیق اور ان کی عظمت۔

فضیلت اور خصوصیات

پیغمبر اکرم ﷺ سے منقول ہے کہ جو شخص سورہ حاقہ کی تلاوت کرے گا قیامت کے دن خدا اس کے حساب کتاب میں آسانی پیدا کرے گا[1]۔ امام باقر علیہ السلام سے نقل ہے کہ آپ نے فرمایا۔ سورہ حاقّہ کو بہت زیادہ پڑھو کیونکہ واجب اور مستحب نمازوں میں اس کا پڑھنا خدا اور اس کے رسول پر ایمان کی نشانی ہے اور چونکہ یہ سورت امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام اور معاویہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس بنا پر جو بھی اسے خدا سے ملاقات کرنے تک پڑھتا رہے تو اس کا دین محفوظ رہے گا[2]۔ اس کی خصوصیات کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ اگر کوئی حاملہ عورت اسے لکھ کر اپنے ساتھ رکھے تو خدا کے اذن سے اس کے پیٹ میں موجود بچہ [خطرات سے] محفوظ رہے گا اور اگر اس سورت کو لکھ کر اسے پانی میں گھول کر بچے کو پلایا جائے تو بچہ ذہین ہو گا[3]۔

۷۰۔ سورہ معارج کا مختصر جائزہ

سورہ معارج قرآن کی سترویں اور مکی سورت ہے یہ سورت قرآن کے ۲۹ویں پارے میں واقع ہے اس سورت کا نام معارج ہے جس کے معنی "درجات" کے ہیں اور یہ نام اس کی تیسری آیت سے لیا گیا ہے اس سورت کا آغاز ایک ایسے شخص کی داستان سے ہوتا ہے جس نے اپنے لئے اللہ

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۱۰، ص ۵۱۴۔

[2] شیخ صدوق، ثواب الاعمال، ۱۳۶۸ش، ص ۱۱۹۔

[3] بحرانی، البرہان، ۱۳۸۹ش، ج۵، ص ۴۶۷۔

سے عذاب کا تقاضا کیا بعدازاں قیامت کے اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے اس دن مؤمنین اور کافروں کے حالات بیان کیے گئے ہیں آخر میں مشرکین اور کافروں کو خبردار کراتے ہوئے انہیں قیامت سے ڈرایا جاتا ہے۔

اس سورت کی ابتدائی تین آیتوں کی شأن نزول کے بارے میں آیا ہے کہ یہ آیتیں غدیر خم کے واقعے میں امام علی علیہ السلام کی ولایت کے اعلان کو نہ ماننے والے شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔

مضامین

سورہ معارج میں بیان ہوئے موضوعات کو چار حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلا حصہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ کے بتائے ہوئے بعض احکام کو نہ ماننے والوں پر بہت جلد عذاب نازل ہونے کے بارے میں ہے۔ دوسرا حصہ قیامت کے مقدمات، خصوصیات اور اس دن کفار کے حالات کے بارے میں ہے۔ تیسرا حصہ نیک اور بدکار انسانوں کی بعض خصوصیات کے بارے میں ہے جو انسان کو بہشتی یا دوزخی بنا دیتے ہیں۔ چوتھے حصے میں مشرکین اور کافرین کو نصیحت اور خبردار کرتے ہوئے ایک بار پھر قیامت کے مسئلے کو بیان کیا گیا ہے۔

فضیلت اور خواص

اس سورت کی فضیلت کے بارے میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ سے منقول ہے کہ جو شخص سورہ معارج کی تلاوت کرے گا خدا اسے امانت کی رعایت، عہد و پیمان کی پاسداری اور نماز کی حفاظت کرنے والے شخص کا ثواب عطا کرے گا[1]۔ امام باقر علیہ السلام سے بھی مروی ہے کہ جو شخص اس سورت کی تلاوت اور اس پر مداومت کرے تو قیامت کے دن اس کے گناہوں کے بارے میں کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوگی اور یہ شخص بہشت میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ اور آپ کی اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ ہوگا[2]۔ تفسیر برہان میں اس سورت کی تلاوت کے لئے بعض خواص کا ذکر ہوا ہے جن میں قید سے رہائی اور حاجات کی برآوری شامل ہیں[3]۔

۷۱۔ سورہ نوح کا مختصر جائزہ

سورہ نوح قرآن کا اکہترواں سورہ ہے یہ مکی سورہ ہے اور قرآن کے ۲۹ویں پارے میں ہے حضرت نوح علیہ السلام کی داستان پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس سورہ کا نام نوح رکھا گیا ہے یہ سورہ حق اور باطل کے حامیوں میں جاری ہمیشگی مقابلے اور اہل حق کے حتمی پروگرام کی تصویر کشی کرتا ہے

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۱۰، ص ۵۲۷۔

[2] شیخ صدوق، ثواب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ص ۱۱۹۔

[3] بحرانی، البرہان، ۱۴۱۶ق، ج۵، ص ۴۸۱۔

یہ سورہ مفصلات یعنی قرآن کی نسبتا چھوٹے سورروں میں سے ہے اس سورت کی دو آیات مشہور ہیں یعنی آیت تاخیر اجل (۴) اور دوسری آیت نمبر (۲۸) کہ جس میں اپنی ذات اور مومنین کیلئے مغفرت طلبی (۲۸) کا ذکر ہے۔

مضامین

داستان نوح اور آپ کی قوم کے حالات کی طرف قرآن کی متعدد سورتوں میں اشارہ کیا گیا ہے؛ تاہم سورہ نوح علیہ السلام میں آپ کی زندگی کے ایک خاص حصے کا بیان ہے کہ جس کا کسی دوسرے مقام پر اس اسلوب سے ذکر نہیں ہے، اس سورت میں توحید کی جانب آپ کی مسلسل دعوت اور قوم کی ہٹ دھرمی اور قوم کو آپ علیہ السلام کی جانب سے تبلیغ و دعوت کی کیفیت کا بیان ہے، س سورت میں حضرت نوحؑ کی داستان کی مناسبت سے کچھ اور مطالب بھی مذکور ہیں؛ جن میں سے کچھ یہ ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کے نصائح و مواعظ؛ تقویٰ اور خدا و پیغمبر کی اطاعت پر زور؛ خدا کی نعمتوں اور توحید کے آثار و علامات کا بیان؛ عقائد، فقہ، اخلاق اور معاشرت کے اصولوں کا ذکر؛ حضرت نوح علیہ السلام کی سبق آموز دعائیں اور دعا کرنے کا طریقہ۔

فضیلت اور خواص

سورہ نوح کی فضیلت اور تلاوت کے بارے میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ سے منقول ہے کہ جو شخص سورہ نوح کی تلاوت کرے، وہ ان مؤمنین میں شامل ہو گا جنہیں حضرت نوح علیہ السلام کی دعا شامل کرتی ہے[1]۔ امام صادق علیہ السلام سے بھی نقل ہے کہ جو شخص خدا پر ایمان رکھتا ہو اور خدا کی کتاب (قرآن) کی تلاوت کرتا ہو وہ سورہ نوح کی تلاوت کو ترک نہیں کرے گا ہر شخص جو خدا اسے ثواب کی امید اور خدا کی راہ میں صبر سے کام لیتے ہوئے اپنی واجب اور مستحب نمازوں میں سورہ نوح کی تلاوت کرے تو خدا اسے نیک اور صالح لوگوں کے گھروں میں سکونت دے گا[2]۔ بعض احادیث میں اس سورت کی تلاوت کے لئے بعض خواص کا ذکر آیا ہے من جملہ ان میں قید سے رہائی، سفر میں سلامتی، مالی اور اقتصادی حالت میں بہبودی اور حاجت روائی قابل ذکر ہیں[3]۔

۷۲۔ سورہ جن کا مختصر جائزہ

سورہ جن قرآن مجید کی ۷۲ ویں اور مکی سورتوں میں سے ہے جو ۲۹ ویں پارے میں واقع ہے اس سورت کی پہلی آیت میں لفظ جن اور اس سورت میں جنّات سے متعلق گفتگو ہونے کی بنا پر اس سورت کا نام "سورہ جن" رکھا گیا ہے جنّات سے متعلق لوگوں کے بعض خرافات کا ذکر کرتے ہوئے ان کا جواب بھی دیا گیا ہے اس سورت کی بعض آیات کے مطابق پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کی دعوت جنّات اور انسانوں دونوں کو شامل کرتی ہے

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۱۰، ص۵۴۰۔

[2] صدوق، ثواب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ص۱۲۰۔

[3] نوری، مستدرک الوسائل، ۱۴۰۸ق، ج۸، ص۲۴۶۔ کلینی، الکافی، ۱۴۰۷ق، ج۵، ص۳۱۶۔ بحرانی، تفسیر البرہان، ۱۴۱۵ق، ج۵، ص۴۹۵۔

آیت نمبر ۱۸،۲۶اور ۲۷اس سورت کی مشہور آیات میں سے ہیں، آیت نمبر ۱۸میں مساجد جبکہ آیت نمبر ۲۶اور ۲۷میں انبیاء علیہم السلام کی عصمت کے بارے میں گفتگو ہوئی ہے۔

مضامین

اس سورت کے مضامین کا پہلا حصہ جنات کی ایک جماعت کی داستان پر مشتمل ہے جو قرآن کی تلاوت سن کر اس کی فصاحت و بلاغت سے حیرت زدہ ہوتی ہیں اور قرآن کے محیر العقول اور راہنما ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کی نبوت اور معاد پر ایمان لاتے ہیں اور قرآن کے مقابلے میں خضوع اور خشوع کا اظہار کرتے ہیں۔ اس سورت میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جنّات میں بھی انسانوں کی طرح کچھ افراد مؤمن و صالح اور بعض دوسرے کافر اور فساد پھیلانے والے ہوتے ہیں۔ اس سورت میں جنّات سے متعلق بعض خرافات کا حوالہ دیتے ہوئے ان کا جواب دیا گیا ہے اور اس نکتے کی یادآوری کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی دعوت جنوں اور انسانوں کے لئے عمومیت رکھتی ہے اور دونوں کو شامل کرتی ہے۔ اس سورت کے دوسرے حصے میں توحید اور معاد کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے اور اس سورت کے آخری حصے میں علم غیب کے بارے گفتگو کرتے ہوئے اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ خدا کے ارادے کے بغیر کوئی بھی عالم غیب سے باخبر نہیں ہو سکتا ہے۔

فضیلت اور خواص

اس سورت کی فضیلت کے بارے میں آیا ہے کہ جو کوئی سورہ جن کی تلاوت کرے، خدا اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ کی تصدیق یا تکذیب کرنے والے تمام جنّات اور شیاطین کی تعداد کے برابر غلام آزاد کرنے کا ثواب عطا کرے گا[1]۔ امام صادق علیہ السلام سے بھی نقل ہوا ہے کہ جو شخص سورہ "قل اوحی" کی زیادہ تلاوت کرے تو دنیا میں نظر بد، جادو، مکر اور جنّات کی ایذا رسانی سے محفوظ رہے گا اور آخرت میں انبیاء کے ساتھ محشور ہو گا[2]۔ احادیث میں اس سورت کے بعض خواص بیان ہوئے ہیں من جملہ ان میں خواب میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سے ملاقات، فہم و درک اور عقلمندی میں اضافہ، قرضوں کی ادائیگی اور جنّات سے دوری وغیرہ شامل ہیں[3]۔

۷۳۔ سورہ مزمل کا مختصر جائزہ

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۱۰، ص۱۴۰۔

[2] صدوق، ثواب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ص۱۲۰. صدوق، ثواب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ص۱۲۰۔

[3] مجلسی، بحارالانوار، ۱۴۰۳ق، ج۵۳، ص۳۳۔ کفعمی، مصباح، ۱۴۲۳ق، ص۴۵۹۔ کفعمی، مصباح، ۱۴۲۳ق، ص۴۵۹۔ بحرانی، البرهان، ۱۴۱۵ق، ج۵، ص۵۰۵۔

سورہ مزمل قرآن کی ۷۳ویں اور مکی سورتوں میں سے ہے جو قرآن کے ۲۹ویں پارے میں واقع ہے اس کا نام اس کی پہلی آیت سے لی گئی ہے جس کے معنی کپڑوں میں لپیٹ کر لیٹنے والے کے ہیں اور جس سے مراد پیغمبر اکرمؐ ہیں اس سورت میں بیان ہونے والے موضوعات میں پیغمبر اکرمؐ کو رات میں عبادت کرنے اور قرآن کی تلاوت کی دعوت، کافروں کے مقابلے میں صبر و استقامت کا مظاہرہ اور معاد وغیرہ شامل ہیں آیت نمبر ۴ اس سورت کی مشہور آیتوں میں سے ہے جس میں پیغمبر اکرمؐ کو قرآن کو ترتیل کے ساتھ قرائت کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہا جاتا ہے کہ ترتیل سے مراد کلمات کو صحیح طور پر ادا کرنا اور آیات کے معانی میں غور و فکر کرنے کے ہیں۔

مضامین

تفسیر نمونہ کے مطابق سورہ مزمل کے مضامین کو ۵ حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پیغمبر اکرمؐ کو احیاء (شب بیداری) اور قرآن کی تلاوت نیز نبوت کی مسئولیت کو قبول کرنے کی تیاری کا حکم؛ مخالفین کے مقابلے میں حضورؐ کو صبر و استقامت اور ان کے ساتھ مدارا کرنے کا حکم؛ معاد کے بارے میں گفتگو، حضرت موسیؑ کو فرعون کی طرف بھیجنا، فرعون کی سرکشی اور عذاب میں مبتلا ہونا؛ پہلی آیت میں موجود شب بیداری کے حکم میں تخفیف؛ قرآن کی تلاوت، نماز، زکات، خدا کی راہ میں انفاق اور استغفار کا حکم۔

فضیلت اور خواص

سورہ مزمل کی تلاوت کے بارے میں پیغمبر اکرمؐ سے ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اس سورت کو ہمیشہ پڑھتا رہے تو خداوند عالم اس سے دنیا اور آخرت کی سختیوں کو دور کرے گا اور وہ پیغمبر اکرمؐ کو خواب میں دیکھے گا[1]۔ اس طرح امام صادقؑ سے ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص سورہ مزمل کو نماز عشاء یا رات کے آخری پہر میں پڑھے تو خدا اسے پاک و پاکیزہ زندگی عطا کرے گا اور وہ شخص اسی حالت میں باقی رہ کر اس دنیا سے چلا جائے گا[2]۔

۷۴۔ سورہ مدثر کا مختصر جائزہ

سورہ مدثر ترتیب مصحف کے لحاظ سے قرآن کی چوہترویں (۷۴ویں) اور ترتیب نزول کے لحاظ سے چوتھی مکی سورت ہے جو آغاز بعثت میں نازل ہوئی ہے یَا أَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ سے رسول اللہ کو خطاب کیے جانے کی وجہ سے اس کا نام سورہ مدثر ہے ابتدائی آیات میں خداوند کریم رسول خداؐ کو اس حال میں لوگوں کو تنبیہ کرنے کا حکم دیتا ہے جب آپ وحی کے ابتدائی ایام میں وصول وحی کے بعد تھکاوٹ اور ٹھنڈک کے احساس

---

[1] بحرانی، البرہان فی تفسیر القرآن، ۱۳۸۹ش، ج۵، ص۵۱۵۔
[2] طبرسی، مجمع البیان، ۱۴۰۶ق، ج۱۰، ص۵۶۵۔

کی بنا پر چادر لئے ہوئے تھے اکثر روایات کے مطابق اس سورت کا کچھ حصہ وَلید بن مُغیرہ کے بارے میں نازل ہوا ہے جو آپ کو ساحِر (جادو گر) کہتا تھا، خداوند نے اس سورت میں قرآن کی عظمت و شان کی طرف اشارہ کیا ہے اور قرآن کے منکرین اور اسے سحر کہنے والوں کو ڈرایا ہے۔ ۳۸ویں آیت اس سورت کی مشہور آیات کا حصہ ہے کہ جس میں انسان کو اپنے اعمال کا گروی کہا گیا ہے۔

مضامین

علامہ طباطبائی سورہ مدثر کو تین مطالب پر مشتمل سمجھتے ہیں۔ پہلا۔ رسول خداؐ کو حکم دیا گیا کہ وہ لوگوں کو ڈرائیں اور بیان آیات سے ہی سمجھا جاتا ہے کہ یہ حکم بعثت کے ابتدائی ایام سے متعلق ہے۔ دوسرا۔ عظمت اور شأن قرآن پر مشتمل ہے۔ تیسرا۔ منکرین قرآن اور اسے سحر کہنے والوں کو ڈرایا گیا ہے نیز دعوت خدا سے سرپیچی کرنے والوں کی سرزنش کی گئی ہے، اسی طرح اس سورت میں بہشتیوں اور دوزخیوں کی خصوصیات اور متکبر افراد کی صفات بیان ہوئی ہیں کسی بڑے انعام اور صلہ کی امید نہ رکھتے ہوئے کسی کو معاف کرنا اس سورت کے اخلاقی نکات میں سے ہے۔

فضیلت اور خواص

تفسیر مجمع البیان میں اس سورت کی فضیلت کے ذیل میں آیا ہے؛ جو شخص اس سورت کی تلاوت کرے گا وہ ایسے شخص کی مانند ہو گا جس نے مکہ میں پیغمبرؐ کی تصدیق یا تکذیب کی ہو گی اور اسے اس کے بدلے میں دس گنا اجر دیا جائے گا[1]۔ اسی طرح امام باقرؑ سے مروی ہے۔ یومیہ نماز میں اس کی تلاوت کرنے والے کو خداوند اسے محمدؐ کے مرتبے میں جگہ دے گا اور وہ شخص دنیا میں بد بختی اور رنج نہیں دیکھے گا[2]۔ اسی طرح تفسیر البرہان میں رسول خداؐ سے منقول ہے کہ جو شخص اس سورت کی تلاوت ہمیشہ کرے گا اس کی جزا میں اسے عظمت ملے گی اور اگر وہ شخص خدا سے مکمل قرآن کے حفظ کی دعا کرے گا تو مکمل قرآن حفظ کیے بغیر موت نہیں آئے گا اسی مضمون کی روایت امام صادقؑ سے بھی مروی ہے[3]۔

۷۵۔ سورہ قیامہ کا مختصر جائزہ

سورہ قیامت قرآن کی ۷۵ویں اور مکّی سورتوں میں سے ہے جو ۲۹ویں پارے میں واقع ہے اس سورت کو اس کی ابتداء میں خداوندعالم کی طرف سے لفظ "قیامت" کی قسم کھانے کی وجہ سے اس نام سے یاد کیا جاتا ہے سورہ قیامت میں معاد کے حتمی ہونے اور اس دن رونما ہونے والے

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۴۱۵ق، ج۱۰، ص۱۷۱۔

[2] طبرسی، مجمع البیان، ۱۴۱۵ق، ج۱۰، ص۱۷۱۔

[3] بحرانی، البرہان، ۱۴۱۶ق، ج۵، ص۵۲۱۔

واقعات کا ذکر کرتے ہوئے انسانوں کو دو گروہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے جن میں سے ایک گروہ کی نورانیت اور خوشحالی کے ساتھ جبکہ دوسرے گروہ کی غمگینی اور بدحالی کے ساتھ توصیف کی گئی ہیں آخر میں اس بات پر تاکید ہے کہ انسان اپنے نفس اور اپنے کردار سے متعلق دوسروں سے زیادہ آگاہ ہے۔

آیت نمبر ۳ اور ۴ اس سورت کی مشہور آیات میں سے ہیں جن میں خداوند عالم کو نہ فقط بوسیدہ ہڈیوں کے جمع کرنے بلکہ انسان کے انگلیوں کے سروں کو بھی دوبارہ بنانے پر قادر قرار دیا گاہے، اس آیت میں جو نکتہ بیان کیا گیا ہے وہ ہر انسان کی شناخت اور اس کے انگوٹھے کی نشان کی طرف اشارہ ہے۔

مضامین

سورہ قیامت میں معاد کے واقع ہونے کو ایک قطعی اور یقینی امر قرار دینے کے ساتھ اس دن رونما ہونے والے واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس سورت میں قیامت کے دن انسانوں کو دو گروہ میں تقسیم کرتے ہوئے ایک کی نورانی اور سفید رو جبکہ دوسرے گروہ کو مغموم اور بدحال قرار دیا گیا ہے، آگے چل کر اس سورت میں خداوند عالم بیان فرماتا ہے کہ انسان دنیا کو نقداً پا کر آخرت کو فراموش کر بیٹھتا ہے اور جب قیامت آتی ہے تو وہ اس بات پر کف افسوس ملتا ہے، اسی طرح اس سورت میں اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ انسان اگرچہ ظاہرا عذر پیش کرتا ہے لیکن حقیقت میں وہ اپنے نفس اور کردار پر دوسروں سے زیادہ واقف ہوتا ہے آخر میں خدا کے منکرین سے مخاطب ہو کر ارشاد ہے کہ وہ خدا جو انسان کو نیستی سے وجود میں لاتا ہے کیا وہ مردہ انسان کو زندہ کرے پر قادر نہیں ہے؟

فضیلت اور خواص

اس سورت کی فضیلت کے بارے میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سے نقل ہے کہ جو شخص سورہ قیامت کی تلاوت کرے تو جبرئیلؑ قیامت کے دن اس شخص کے حق میں گواہی دینگے کہ یہ شخص روز قیات پر ایمان رکھتا تھا اور قیامت کے دن یہ شخص دوسروں سے زیادہ روشن اور نورانی چہرے کے ساتھ محشور ہو گا[1]۔ امام باقر علیہ السلام سے بھی نقل ہے کہ جو شخص اس سورت کی تلاوت پر مداومت کرے اور اس کی آیات پر عمل پیرا ہو تو خدا اسے بہترین شکل صورت کے ساتھ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ محشور کرے گا، اس حالت میں کہ ہشاش بشاش چہرہ کے ساتھ ہنستا مسکراتا پل صراط اور

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۹۰ش، ج۱۰، ص۱۹۰۔

میز ان سے گزرے گا[1]۔ تفسیر برہان میں اس سورت کے بعض خواص ذکر ہوئے ہیں جن میں رزق و روزی میں وسعت، امنیت، لوگوں کے درمیان محبوبیت، عفاف و پاکدامنی میں تقویت اور ضعف و ناتوانی کا ازالہ وغیرہ شامل ہیں[2]۔

۷۶۔ سورہ انسان کا مختصر جائزہ

سورہ انسان یا ہل اتی یا دَہر، قرآن کی ۷۶ویں اور مدنی سورتوں میں سے ہے جو قرآن کے ۲۹ویں پارے میں واقع ہے انسان کی خلقت اور اسکی ہدایت نیز نیکوکاروں کے اوصاف اور خدا کی طرف سے ان کو دی جانے والی نعمات اور ان کے علل و اسباب کے بارے میں اس سورت میں بحث کی گئی ہے اسی طرح قرآن کی اہمیت اور خداوند متعال کی مشیت کے بارے میں بھی اس سورت میں گفتگو ہوئی ہے۔ شیعہ اور بعض اہل سنت مفسرین کے مطابق اس سورت کی آٹھویں آیت، آیت اطعام کے نام سے معروف ہے یہ آیت حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ، امام حسنؑ و امام حسینؑ اور اہل بیت کی خادمہ فضہ کی شان میں نازل ہوئی ہے کہا جاتا ہے کہ مذکورہ شخصیات نے حسنین شریفینؑ کی صحت یابی کے شکرانے میں تین دن روزے رکھے، افطار کے وقت پہلے دن کسی مسکین دوسرے دین کسی یتیم اور تیسرے دن کسی اسیر نے در اہل بیت سے کھانا طلب کیا یوں تینوں دنوں کی افطاری راہ خدا میں دے دیا اور خود بھوکے رہے۔

مضامین

تفسیر نمونہ کے مطابق اس سورے کے مضامین کو پانچ نکات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا نکتہ۔ انسان کی آفرینش، نطفے سے انسان کی خلقت، انسان کی ہدایت اور اس کا بااختیار ہونا؛ دوسرا نکتہ۔ ابرار اور نیک لوگوں (اہل بیتؑ) کی جزا؛ تیسرا نکتہ۔ نیک لوگوں کی خصوصیات جس کے باعث یہ لوگ جزا کے مستحق قرار پاتے ہیں؛ چوتھا نکتہ۔ قرآن کی اہمیت، اس کے احکام کی اجراء کا طریقہ اور خودسازی کا پرفراز و نشیب راستہ؛ پانچواں نکتہ۔ خدا کی مشیت اور ارادے کی حاکمیت۔

فضایل و خواص

احادیث میں سورہ انسان کی تلاوت کا ثواب بہشت، بہشتی حور اور قیامت کے دن پیغمبر اکرم ﷺ کی ہمنشینی قرار دی گئی ہے[3]۔ اسی طرح احادیث میں آیا ہے کہ امام رضا علیہ السلام پیر اور جمعرات کے دن نمازِ صبح کی پہلی رکعت میں سورہ حمد کے بعد سورہ انسان اور دوسری رکعت میں سورہ حمد کے بعد سورہ غاشیہ کی قرائت فرماتے تھے اور اس سلسلے میں فرماتے تھے جو شخص یہ عمل انجام دے خدا اسے ان دو دنوں میں ہر قسم کی آفت سے

---

[1] شیخ صدوق، ثواب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ص۱۲۱۔
[2] شیخ صدوق، ثواب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ص۱۲۱۔ بحرانی، البرہان، ۱۴۱۶ق، ج۵، ص ۵۵۳۔ بحرانی، البرہان، ۱۴۱۶ق، ج۵، ص ۵۵۳۔ کفعمی، مصباح کفعمی، ۱۴۲۳ق، ص۴۵۹۔
[3] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۱۰، ص۲۰۶۔ شیخ صدوق، ثواب الأعمال وعقاب الأعمال، ۱۴۰۶ق، ص۱۲۱۔

محفوظ رکھے گا[1]۔ اس سورت کی تلاوت کے بارے میں مزید آیا ہے کہ اگر کوئی شخص اس سورت کی تلاوت پر مداوت کرے تو اس کی روح طاقتور ہو گی، اس سورت کی تلاوت اعصاب کی تقویت اور اضطراب سے نجات کیلئے نہایت مفید ہے[2]۔

۷۷۔ سورہ مرسلات کا مختصر جائزہ

سورہ مُرسَلات قرآن کی ۷۷ویں اور مکّی سورتوں میں سے ہے اور ۲۹ویں پارے میں واقع ہے "مرسلات" بھیجے گئے یا بھیجے ہوئے کے معنی میں ہے اور یہ لفظ اس سورت کی پہلی آیت میں آیا ہے اسی مناسبت سے اس سورت کو اسی نام سے یاد کیا گیا ہے سورہ مرسلات میں قیامت کے واقع ہونے پر تاکید کرتے ہوئے اس کے منکروں کو پے در پے ڈرایا دھمکایا گیا ہے اس سورت میں مجرموں اور پرہیزگاروں کے اعمال اور نشانیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ان دو گروہوں کے انجام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

مضامین

سورہ مرسلات میں قیامت کے وقوع پر بہت زیادہ تاکید کے ساتھ اس کی نشانیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اسی طرح انسان کی نسبت خدا کی بخشش اور مہربانی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مجرموں اور پرہیزگاروں کے اعمال اور انکی نشانیوں نیز ان دو گروہوں کے انجام کے بارے میں گفتگو کی گئی ہے اس سورت میں وقوع قیامت پر تاکید کے ساتھ اس کے منکروں کو شدید دھمکی دیتے ہوئے آیت وَیۡلٌ یَوۡمَئِذٍ لِلۡمُکَذِّبِینَ کو دس دفعہ تکرار کیا گیا ہے۔

فضیلت اور خواص

سورہ مرسلات کی فضیلت کے بارے میں پیغمبر اکرم ﷺ سے نقل ہے کہ جو شخص اس سورت کی تلاوت کرے تو اس کے بارے میں لکھا جائے گا کہ یہ شخص مشرکین میں سے نہیں ہے[3]۔ امام صادق علیہ السلام سے بھی نقل ہے کہ جو شخص سورہ مرسلات کی تلاوت کرے تو خدا قیامت کے دن اس شخص اور پیغمبر اکرم ﷺ کے درمیان آشنائی پیدا کر دیگا[4]۔ بعض حدیثی منابع میں اس سورت کی تلاوت کیلئے خواص کا ذکر کیا گیا ہے من جملہ ان میں سفر میں امنیت، دشمنوں پر فتح و کامیابی اور پیٹ کے درد سے نجات وغیرہ شامل ہیں[5]۔

---

[1] شیخ صدوق، من لایحضرہ الفقیہ، انتشارات جامعہ مدرسین، ج۱، ص ۳۰۸-۳۰۷۔

[2] بحرانی، البرہان، ۱۴۱۶ق، ج۵، ص ۵۴۳۔ بحرانی، البرہان، ۱۴۱۶ق، ج۵، ص ۵۴۳۔

[3] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۹۰ش، ج۱۰، ص ۲۲۷۔

[4] شیخ صدوق، ثواب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ص ۱۲۱۔

[5] محدث نوری، مستدرک الوسائل، ۱۴۰۸ق، ج۸، ص ۲۴۶۔ کفعمی، مصباح کفعمی، ۱۴۲۳ق، ص ۴۵۹۔ بحرانی، البرہان، ۱۴۱۶ق، ج۵، ص ۵۵۷۔

انتسویں پارے کے چیدہ نکات

تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١﴾ سورة الملك

واضح رہے کہ ملک خدا اور ساری دنیا کے اعتباری ملکوں میں علمی اعتبار سے یہ فرق ہے کہ سارے ملک فقط ایک فرض اور اعتبار کی حیثیت رکھتے ہیں اور اس سے زیادہ ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ صاحب ملک اپنے ملک میں بھی ادنیٰ تبدیلی پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے اور ایک ذرہ کائنات کی حقیقت کو بھی متغیر نہیں کر سکتا ہے بلکہ اکثر اوقات خود ملک اپنے مالک میں تصرف کرتا ہے اور اسے بچے، جوان، بوڑھا، مریض اور مردہ بنا تا رہتا ہے اور وہ کسی ایک بات کے ٹال دینے پر قادر نہیں ہوتا ہے لیکن ملک خدا کی حیثیت اس سے بالکل مختلف ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ دنیا کے سارے ملک اپنے حدود اربعہ سے پہچانے جاتے ہیں اور جہاں یہ حدود ختم ہوجاتے ہیں وہاں مملکت کا سلسلہ بھی تمام ہوجاتا ہے لیکن خدائی ملک بالکل غیر محدود ہے اور اس کی کوئی حد معین نہیں کی جاسکتی ہے اس کا ملک اس کے اقتدار سے وابستہ ہے اور اس کے اقتدار کو محدود نہیں کیا جاسکتا ہے لہذا اس کا ملک بھی غیر محدود ہے۔

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ ﴿٢﴾ سورة الملك

آیت کریمہ صاف صاف اعلان کر رہی ہے کہ نگاہ پروردگار میں کثریت عمل کا کوئی معیار نہیں ہے بلکہ حسن عمل معیار ہے انسان کثرت عمل بہت آسانی سے پیدا کر سکتا ہے لیکن حسن عمل بہت مشکل کام ہے اس لئے کہ کثرت عمل کا تعلق تکرار عمل سے ہے اور حسن عمل کا تعلق اخلاص عمل سے ہے اور اخلاص عمل کا پیدا کر لینا ہر انسان کے بس کی بات نہیں ہے وہ پیدا ہوجائے تو ایک ضربت بھی عبادت ثقلین سے بھاری ہو سکتی ہے مگر یہ شرف ہر ایک کو نصیب کہاں "ایں سعادت بزور بازو نیست"۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ ۖ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ ﴿١٥﴾ سورة الملك

انسان بظاہر یہ خیال کرتا ہے کہ زمین ساکن ہے اور وہ اس کی سطح پر آمد ورفت کر رہا ہے حالانکہ یہ دونوں باتیں حقیقت کے خلاف ہیں حقیقت کے اعتبار سے زمین متحرک ہے اور گول ہے لہذا انسان اس کی سطح پر نہیں چل رہا ہے بلکہ اس کے کناروں پر چل رہا ہے اس لئے کہ گول چیز میں کوئی برابر کی سطح نہیں ہوتی ہے صرف اطراف و جوانب اور کنارے ہوتے ہیں جنہیں انسان وسعت کی بنا پر مستوی خیال کرتا ہے قرآن مجید نے زمین کو رام ہوجانے والے جانور سے تشبیہ دے کہ اس کی حرکت کی طرف متوجہ کیا ہے اور کناروں پر چلنے کا حکم دے کر اس کی کرویت کو واضح کیا ہے اور یہ اس کی بلاغت کا شاہکار ہے کہ ایسے الفاظ استعمال کر دیئے جن سے عالم اور جاہل دونوں برابر سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

مَا أَنتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ ﴿٢﴾ سورة القلم

یہ آیت اور بعد کی آیات ولید بن مغیرہ کے طنز کا جواب ہیں کہ اس نے رسول اکرم ﷺ کو دیوانہ کہہ دیا تھا تو قدرت نے اسے حلاف، مہین، ہماز، مشاء بنمیم، مناع للخیر، معتدی، اثیم، عتل اور زنیم تمام الفاظ سے یاد کیا ہے کہ یہ مسئلہ انتہائی سنگین ہے اور سارے مذہب اور دین کا دارو مدار نبی کی عقل کی صحت اور ان کے بیان کے وحی الٰہی ہونے ہی پر ہے؛ اس میں شک پیدا ہو گیا تو مذہب پر اعتبار ہی نہ رہ جائے گا، آیات کریمہ سے اتنا ضرور واضح ہو جاتا ہے کہ کسی نے پیغمبر کریمؐ کے دماغ پر حملہ کر دیا تھا تو قدرت نے قلم اور کتاب کا حوالہ دے کر صفائی دی ہے کہ پیغمبر ﷺ مجنون نہیں ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ درمیان میں قلم اور کتابت بھی کوئی مسئلہ ہے اور یہ کہ پیغمبر ﷺ کے دماغ پر حملہ کرنے والا مذکورہ بالا القاب اور خطابات کا بھی مستحق ہوتا ہے **فتدبر**۔

إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ ﴿١٧﴾ سورۃ القلم

کہا جاتا ہے کہ ولید بن مغیرہ ایک دولت مند انسان تھا، اس کے پاس بہت سے باغات وغیرہ تھے اور انہیں کے غرور میں پیغمبر ﷺ کی باتوں کا مذاق اڑایا کرتا تھا اور انہیں دیوانہ کہا کرتا تھا، قدرت نے توجہ دلائی کہ ہم ایسے افراد کا پہلے بھی امتحان لے چکے ہیں کہ جب ان میں اپنی طاقت کا غرور پیدا ہو گیا اور اپنے مال میں غریبوں کو شامل کرنا چھوڑ دیا تو ہم نے راتوں رات سارے باغ ختم کر دیئے اور صبح کو سب توبہ کرنے لگے، یہ ہمارا احسان تھا کہ ہم نے توبہ قبول کر لی اور ان پر یہ واضح کر دیا کہ ہمارے اقتدار سے باہر نکل جانا ممکن نہیں ہے۔

دور حاضر میں کتنے ہی ابن مغیرہ پائے جاتے ہیں جو دولت کے نشہ میں غرباء کو بھول جاتے ہیں اور اللہ کو بھی نظر انداز کر دیتے ہیں، قرآن مجید انہیں بھی متوجہ کر رہا ہے کہ ہم جس وقت چاہیں ساری نعمتیں واپس لے سکتے ہیں اور کسی میں انکار کرنے کا دم نہیں ہے ہم نے ساری نعمتیں آخرت میں صاحبان تقویٰ کیلئے رکھی ہیں اور کسی بدکار سے کسی بات کا وعدہ نہیں کیا ہے اور نہ کسی کتاب میں ایسی کوئی آیت نازل کی ہے کہ ہم ان کی ناز برداری کرتے رہیں گے، ہمارے یہاں صرف ایمان اور تقویٰ کی اہمیت ہے اور اس کا معیار بھی یہ ہے کہ انسان میں دولت کا غرور نہ پیدا ہو اور اپنے مال میں غرباء و مساکین کا بھی حصہ رکھے ورنہ برے انجام کے پیش آنے میں دیر نہیں لگتی ہے اور وہ کسی وقت بھی سامنے آ سکتا ہے اس وقت کوئی غرور کام آنے والا نہیں ہے اور سارا مال ایک مستقل وبال بن جائے گا۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُن كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ﴿٤٨﴾ سورۃ القلم

ایک مبلغ کی اہم ترین ذمہ داری یہ ہے کہ مصائب کو برداشت کرے اور نہ بددعا کرے اور نہ قوم سے کنارہ کشی کرے، انہیں کے درمیان رہے اور ان کے مظالم کو برداشت کرتا رہے، اسی کی تعلیم قدرت نے اپنے حبیبؐ کو دی ہے اور اسی کی تعلیم پیغمبر ﷺ نے اپنی قوم کے مبلغین کو عطا فرمائی ہے۔

وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ﴿٣٤﴾ سورۃ الحاقۃ

نگاہ پروردگار میں مسکین اس قدر اہمیت رکھتا ہے کہ اس کو کھانا نہ کھلاتا خدا پر ایمان نہ لانے کے مرادف ہے اور اس کا عذاب اتنا سخت ہے کہ انسان زنجیر میں جکڑ کر جہنم میں ڈال دیا جائے استغفر اللہ۔

واضح رہے کہ یہ ان لوگوں کی سزا ہے جو لوگوں کو مسکینوں کے کھلانے پر آمادہ نہیں کرتے تھے تو جن کے پاس خدا کا دیا ہوا بے حساب تھا اور وہ اس میں سے راہ خدا میں انفاق نہیں کرتے تھے ان کا انجام کیا ہوگا یہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ ﴿١﴾ سورۃ المعارج

تفسیر ثعلبی میں اس کی شان نزول یوں بیان ہوئی ہے کہ غدیر خم میں حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کے اعلان کے بعد حارث بن نعمان فہری نے آکر کہا کہ یہ اعلان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ نے اپنی طرف سے کیا ہے یا خدا کی طرف سے ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ خدا کی طرف سے ہے، اس نے کہا کہ خدایا اگر یہ سچے ہیں تو مجھ پر عذاب نازل کردے، اور عذاب نازل ہوگیا کہ ایک پتھر گرا اور اس کے جسم میں داخل ہو کر نکل گیا اور یہ آیت نازل ہوئی۔

سوچیئے کیا بد نصیب تھا یہ انسان کہ دشمنیٔ علی نے اس قدر دیوانہ بنا دیا تھا کہ بجائے اس کے کہ مولا ماننے والوں کے بارے میں عذاب کا سوال کرتا خود اپنے بارے میں عذاب کا سوال کر دیا اور بالآخر تباہ و برباد ہوگیا جو ہر دشمن علیؑ کا آخری انجام ہوتا ہے۔

وَمَن فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنجِيهِ ﴿١٤﴾ سورۃ المعارج

قیامت کے دن کوئی کسی کے کام آنے والا نہیں ہے اور صورت حال اس قدر سنگین ہے کہ کل جن پر قربان ہو رہے تھے آج انہیں کو بطور فدیہ دے کر بچنا چاہتے ہیں لیکن بچنے کا کوئی امکان نہیں ہے اور جہنم ایک ایک کو آواز دے رہا ہے اور تپش کا یہ عالم ہے کہ ایک کھال اتر جاتی ہے تو دوسری تیار کر دی جاتی ہے اور مسلسل عذاب کا سلسلہ جاری ہے اور یہ سب اس بات کی سزا ہے کہ پیغام الٰہی کو سنا نہیں تھا اور مال کو جمع کر کے رکھا تھا خرچ نہیں کیا تھا، جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ دین خدا میں مالیات کا مسئلہ عقائد و نظریات سے کم اہمیت کا حامل نہیں ہے۔

إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ﴿٢٨﴾ سورۃ المعارج

جہنم سے نجات نہ تصورات و خیالات میں ہے اور نہ خوش فہمیوں میں جہنم سے بچنے کا راستہ بہت محدود ہے اور اس کیلئے حسب ذیل اوصاف کا پیدا کرنا ضروری ہے۔

[۱] ہمیشہ نماز کا خیال رکھا جائے [۲] غرباء میں مال تقسیم کیا جائے [۳] روز قیامت کا خیال رکھا جائے [۴] دل میں خوف خدا کو جگہ دی جائے [۵] پاک دامنی کی حفاظت کی جائے [۶] امانت اور عہد و پیمان کا خیال رکھا جائے [۷] گواہیوں پر قیام کیا جائے اور انہیں ادا کیا جائے [۸] نماز کی محافظت کی جائے اور اسے ضائع نہ ہونے دیا جائے۔

پاکدامنی کی حفاظت میں زوجہ اور کنیز کا استثناء اس بات کی علامت ہے کہ اسلام عفت چاہتا ہے رہبانیت نہیں چاہتا ہے، اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ زوجہ کا حق ضائع ہو جائے اور اس طرح دوسرے گناہ کا ارتکاب ہو جائے یا واضح لفظوں میں یوں کہا جائے کہ اسلام میں جنسیات کا مرتبہ جرائم کا مرتبہ نہیں ہے، اس نے انسان کے داخلی جذبات کا مکمل احترام کیا ہے اور ان کی تسکین کے سامان کو فراہم کرنے کی تعلیم و تلقین کی ہے اور اسے مستحسن عمل قرار دیا ہے، صرف اس کا مطالبہ یہ ہے کہ جو کام کیا جائے وہ قانون کے حدود کے اندر ہو اور قانون کے حدود سے باہر نہ جانے پائے کہ انسان مجرمین میں شامل ہو جائے اور نجات آخرت سے محروم ہو جائے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ أَنْ أَنذِرْ قَوْمَكَ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١﴾ سورۃ نوح

جناب نوح علیہ السلام کا نام عبد الغفار یا عبد الملک یا عبد الاعلیٰ تھا، شدت گریہ کی بنا پر نوح لقب قرار پایا، تقریباً ۲۵۰۰ سال عمر پائی ۹۵۰ سال تبلیغ کی اور طوفان کے بعد ۵۰ یا ۶۰ سال زندہ رہے، ان کی نسل ان کے بیٹوں حمام، سام اور یافث سے آگے بڑھی۔

بت پرستی کا سلسلہ جناب آدم علیہ السلام کے پوتے انوش بن شیث کے دور سے شروع ہوا تھا اور جناب نوح علیہ السلام کے زمانے تک منزل شباب تک پہنچ گیا تھا، انہوں نے مختلف انداز سے قوم کو دعوت دی لیکن لوگ مسلسل فرار ہی کرتے رہے اور کانوں میں انگلیاں ہی ڈالتے رہے حد یہ ہے کہ انہوں نے بعض گناہوں کی بخشش کا بھی وعدہ کر لیا جو وہ اسلام لانے سے پہلے کر چکے تھے تا کہ اسلام لانے میں کوئی رکاوٹ اور جھجھک نہ باقی رہ جائے اور قوم کو دن رات خفیہ، علانیہ ہر طرح سے دعوت بھی دی لیکن جو راہ راست پر نہیں آنے والے تھے وہ نہیں آئے اور اس سے دو باتوں کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے۔

۱انسان کو قوم کی سرکشی سے بددل اور مایوس نہیں ہونا چاہیے ۲- مبلغ کو راہِ تبلیغ میں کسی بھی طریق کار کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے اور کسی وقت بھی پست ہمتی کا شکار نہیں ہونا چاہیے تبلیغ کا کم سے کم اثر یہ ہو گا کہ جب عذاب کا طوفان سر پر آئے گا تو پروردگار تبلیغ کرنے والے اور اس کی اطاعت کرنے والوں کو ہر حال بچالے گا چاہے باقی ساری قوم یا ساری دنیا کیوں نہ غرق ہو جائے اور ایسے طوفان کے عالم میں کسی انسان یا جماعت کا محفوظ رہ جانا ایک عظیم ترین نعمت الٰہی ہے جس کا حصول تبلیغ یا اطاعت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ﴿١﴾ يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ ۖ وَلَن نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا ﴿٢﴾ سورۃ الجن

انسان کے لئے مقام غیرت و شرم ہے کہ جن نے ایک مرتبہ قرآن سن لیا تو اس طرح کا مکمل ایمان لے آئے اور انسان صبح و شام پڑھتا اور سنتا رہتا ہے اور اس کے کردار پر اثر نہیں ہوتا ہے جب کہ اسے اشرف المخلوقات ہونے کا بھی خیال ہے تو کیا ایسے انسانوں کو بھی اشرف المخلوقات کہا جا سکتا ہے جو اس قدر بھی شعور اور احساس نہ رکھتے ہوں جس قدر شعور و احساس ایک آگ کی مخلوق میں پایا جاتا ہے جب کہ قصہ آدم علیہ السلام میں

روز اول ہی واضح کر دیا گیا ہے کہ خاک کا مرتبہ آگ سے بلند تر ہے اور خاک کی مخلوق کو نوری مخلوق کیلئے قبلہ بنایا جاسکتا ہے تو آتشیں مخلوق کا کیا ذکر ہے۔

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ﴿٢٦﴾ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا ﴿٢٧﴾ سورۃ الجن

آیت کریمہ صاف طور سے دلالت کرتی ہے کہ غیب کا ذاتی علم صرف پروردگار کے پاس ہے لیکن وہ جس نمائندہ کو پسند کرتا ہے اسے اس علم کا کوئی نہ کوئی حصہ ضرور عطا کر دیتا ہے اور یہ بات علم غیب کے بارے میں افراط و تفریط کے درمیان ایک معتدل راستہ ہے جس سے یہ مسئلہ بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ اصل علم پروردگار کے پاس ہے اور بندہ کو عطائے سے حاصل ہوتا ہے لہٰذا جب تک عطائے پروردگار کا ثبوت نہ مل جائے یا بندہ کا خدا سے مخصوص تعلق نہ ثابت ہو جائے اس وقت تک علم غیب کے کسی دعوے کی تصدیق نہیں کی جا سکتی اور نہ بندہ صاحب علم غیب تسلیم کیا جاسکتا ہے، اسی مخصوص تعلق ہی کی طرف قرآن مجید نے پسندیدہ رسولؐ اور نمائندہ کہہ کر اشارہ کیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ﴿١﴾ سورۃ المزمل

سورہ مزمل اور مدثر ایک کے بعد ایک نازل ہوا ہے، سورہ مزمل میں نبی ﷺ کے ذاتی کردار کا ذکر کیا گیا ہے اور مدثر میں عوامی اور مذہبی ذمہ داریوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور دونوں جگہ چادر اوڑھنے والا کہہ کر یاد کیا گیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ اب چادر پھینک کر عبادت کیلئے اٹھو اور چادر سے بے فکر ہو کر تبلیغ کیلئے کھڑے ہو جاؤ اور یہی وجہ ہے کہ انفرادی کردار میں عبادتِ شب کو واجب قرار دیدیا گیا چاہے نصف شب قیام کرو یا ایک تہائی شب یا دو تہائی شب کہ اس سے نفس پامال ہوتا ہے اور قول و عمل میں مطابقت کا اظہار ہوتا ہے ایسا نہ ہو کہ انسان دنیا کو بیدار کرنے کا منصوبہ بنائے اور خود سوتا رہ جائے، اور شب کا وقت مناجات کیلئے بھی بہتر وقت ہوتا ہے جب بندہ اپنے پروردگار سے تنہائی میں درددل بیان کر سکتا ہے اور اس سے اعانت اور امداد کا طلبگار ہو سکتا ہے، واضح رہے کہ نصف، ثلث اور دو ثلث میں اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ رات کا وقت تمام سال ایک جیسا نہیں رہتا ہے اور سردی اور گرمی کے اعتبار سے بدلتا رہتا ہے تو کبھی نصف حصہ مناسب ہوگا اور کبھی ثلث اور کبھی دو ثلث اور بندہ مکمل طور پر حکم خدا کی پابندی کر سکے گا۔

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ﴿١﴾ قُمْ فَأَنذِرْ ﴿٢﴾ سورۃ المدثر

یہ پیغمبر اسلام ﷺ کی تبلیغ کے بنیادی ارکان ہیں کہ۔ [۱] قوم کو ڈرائیں اور اس کام کیلئے باقاعدہ قیام کریں ظاہر ہے کہ یہ کام شاہی ملبوس والے نہیں کر سکتے ہیں لہٰذا ایک چادر والے کو مخاطب بنایا گیا ہے [۲] صرف پروردگار کی بڑائی کا اظہار کریں تاکہ دوسرے خدا خود بخود نگاہوں سے گزر جائیں [۳] لباس پاکیزہ رکھیں تاکہ دشمن متنفر نہ ہو سکے اور اس کے نفس کو پاکیزہ بنانے میں آسانی ہو [۴]- بت پرستی اور تمام کثافتوں سے

الگ رہیں تا کہ تبلیغ کی تاثیر میں اضافہ ہو سکے[۵] لوگوں پر احسان نہ جتائیں کہ اس طرح بلندیٔ نفس کا احساس پیدا ہو[٦] پروردگار کی خاطر صبر کریں کہ صبر کے بغیر کوئی کام نہیں ہو سکتا ہے۔

یہ تعلیمات صرف رسول اکرم ﷺ ہی کیلئے نہیں ہر مبلغ اور مصلح کیلئے ضروری ہے، پیغمبر ﷺ کو صرف مخاطب بنایا گیا ہے ورنہ انہیں ان ہدایات کی ضرورت نہیں ہے ضرورت ان انسانوں کو ہے جو اپنے فریضۂ تبلیغ کو ادا کرنا چاہتے ہیں اور راہ خدا میں کسی کارِ نمایاں یا عظیم خدمت کو انجام دینے کے خواہش مند ہیں۔

فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ﴿٤٨﴾ سورۃ المدثر

اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قیامت کے دن شفاعت کرنے والے ہوں گے اور شفاعت کا عقیدہ بالکل حق اور صحیح ہے لیکن اس شفاعت سے بے نمازیوں اور بے دینوں کو کوئی فائدہ نہ پہنچے گا اور وہ اس شفاعت سے محروم رہیں گے، کاش غلط فہمی میں مبتلا اور قوم کو دھوکہ دینے والے افراد اس آیت کریمہ کے مفہوم پر نگاہ ڈالتے اور حقیقت شفاعت کو محسوس کر کے بے نماز عوام کو شفاعت کا حقدار بنانے کی کوشش نہ کرتے۔

أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَلَّن نَّجْمَعَ عِظَامَهُ ﴿٣﴾ بَلَىٰ قَادِرِينَ عَلَىٰ أَن نُّسَوِّيَ بَنَانَهُ ﴿٤﴾ سورۃ القیامۃ

منکرین قیامت کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ جب بہت سے مردے خاک میں مل جائیں گے تو سب کو ایک دوسرے سے الگ کیسے کیا جائے گا قدرت نے انگلی کے پوروں کا حوالہ دے کر ثابت کر دیا کہ جو اتنی باریک نگاہ رکھتا ہے کہ ایسے پور بنا سکتا ہے جو ایک دوسرے سے ملنے نہ پائیں تو اس کیلئے مردوں کی ہڈیوں اور خاک کو الگ کر لینے میں کیا زحمت ہے واضح رہے کہ دستاویز پر نشانی انگوٹھا پوروں کے الگ الگ ہونے کا دستاویزی ثبوت ہے۔

لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ﴿١٦﴾ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ﴿١٧﴾ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ﴿١٨﴾ سورۃ القیامۃ

اصل کام قرآن کا دل کے اندر جمع ہو جانا ہے اس کے بعد اس کی تلاوت ہے، ورنہ دل قرآن سے خالی رہا اور صرف تلاوت کی گئی تو کوئی فائدہ نہیں ہو گا، امت کو اس نکتہ کی طرف متوجہ کرنے کیلئے رسول اکرم ﷺ کو مخاطب بنایا گیا ہے کہ صرف تلاوت، قرائت اور حافظہ کی کوئی قیمت نہیں ہے جب تک کہ دل کی گہرائیوں میں اس کے مطالب اور مفاہیم کی جگہ نہ ہو اور انسان اس سے مکمل طور پر استفادہ نہ کر سکے۔

إِنَّ هَٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً وَكَانَ سَعْيُكُم مَّشْكُورًا ﴿٢٢﴾ سورۃ الانسان

زمخشری اور فخر رازی دونوں نے نقل کیا ہے کہ آیات کریمہ اہلبیت علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہیں جب حضرات حسنؑ و حسینؑ بیمار ہوئے اور پیغمبر ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام کو نذر کرنے کی دعوت دی اور انہوں نے مع جناب فاطمہؑ اور فضہؑ کے تین تین روزہ کی نذر کر لی اور جب شفا کے

بعد روزے رکھے تو حضرت علی علیہ السلام تین صاع جَو لے آئے، جناب فاطمہؑ نے ایک ایک صاع کی پانچ پانچ روٹیاں تینوں دن تیار کیں اور وقت افطار کبھی مسکین، کبھی یتیم اور کبھی اسیر آ گیا اور سب نے اپنی روٹیاں اس کے حوالے کر دیں اور پانی سے افطار کر لیا تیسرے دن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ نے یہ حال دیکھا تو پریشان ہوئے اور جبرئیلؑ سورہ لے کر نازل ہوئے کہ یہ اہلبیت علیہم السلام کے ایثار کی جزا ہے۔

واضح رہے کہ اس مقام پر اولاً تو قدرت نے خود اہلبیت علیہم السلام کے کردار کی ترجمانی کی ہے کہ ہم جزا اور شکریہ نہیں چاہتے ہیں جو ان کے کمال کردار کی علامت ہے اور ہمارے لئے کار خیر کرنے کی بہترین تعلیم ہے ورنہ اہلبیت علیہم السلام نے اپنی زبان سے یہ بات نہیں کہی تھی اور دوسری طرف ان کے خوف قیامت کا مسلسل ذکر کیا ہے تاکہ ہم خوف قیامت سے بے نیاز نہ ہو جائیں جب ایسے کردار والوں کو ہول قیامت کا خیال ہے تو ہماری کیا حقیقت ہے۔

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ جب جناب سیدہؑ کے ہاتھ کی پکائی ہوئی روٹیاں سائل کو دی گئی ہیں تو ان کے نام پر نذر ہو جانے کے بعد صاحبان ایمان اور خاص کر سادات کو کس طرح محروم کیا جا سکتا ہے اور یہ احترام کی کون سی قسم ہے جو خود سیرت اہلبیت علیہم السلام کے خلاف ہے، معنوی اعتبار سے سائل کیسے ہی رہے ہوں لیکن ظاہری طور پر مدینہ کے مسکین و یتیم اور اسیر تھے اور احکام شریعت ظاہر ہی سے طے کیے جاتے ہیں معنویات کی دنیا اس سے بالکل مختلف ہوتی ہے اور اس کو احکام کی بنیاد نہیں بنایا جا سکتا ہے۔

وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٣٠﴾ سورۃ الانسان

یوں تو انسان کو آزاد اور صاحب اختیار بنایا گیا ہے لیکن کچھ اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنے ارادہ و اختیار کو عملی طور سے مشیت الہی کا پابند بنا دیا ہے اور اس کی مرضی کے خلاف سوچنے کا بھی ارادہ نہیں کرتے ہیں اور یہی ان کے کردار کا کمال اور ان کی عظمت کا راز ہے اس مقام پر اہلبیتؑ کا کمال مشیت الہی کی پابندی کو قرار دیا گیا ہے اور واقعاً یہی ایک بندے کا کمال کردار ہے کہ وہ اپنے کو اپنے مالک کے حوالے کر دے، اس کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ مشیت الہی ان کی مرضی کے تابع ہے کہ خدا بندے کا تابع نہیں ہو سکتا ورنہ خدائی ختم ہو جائے گی، یہ اور بات ہے کہ وہ اپنے بندے کی لاج رکھنے کے لئے اس کی مرضی کے مطابق کام انجام دیتا ہے کہ اس بندہ کی مرضی اصل میں مرضیٔ پروردگار ہی ہوتی ہے۔

وَإِذَا الرُّسُلُ أُقِّتَتْ ﴿١١﴾ سورۃ المرسلات

کیا قیامت خیز منظر ہوگا جب ستارے ماند پڑ جائیں گے آسمان ٹوٹ جائیں گے، پہاڑ اڑنے لگیں گے، اولین و آخرین جمع کر لئے جائیں گے، حساب و کتاب شروع ہو جائے گا اور فیصلہ کا وقت قریب آجائے گا۔

انسان اس ہولناک منظر کا تصور بھی کر لے تو جرم و گناہ کرنے کی ہمت نہ کرے، ہمارے گناہ اور جرائم اس بات کی علامت ہیں کہ ہم نے قیامت کا اقرار تو کیا ہے لیکن اس کا تصور نہیں کیا ہے اور اسی لئے قرآن کریم نے اس منظر کا نقشہ کھینچ دینا چاہا ہے تاکہ انسان راہ راست پر آجائے اور اسی ارحم الراحمین کے بندے نذر آتش جہنم نہ ہونے پائیں، وہ اپنے بندوں کو جنت النعیم عطا کرنا چاہتا ہے، آتش جہنم میں جلانا نہیں چاہتا ہے۔

• • •

فَإِن كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيدُونِ ﴿٣٩﴾ سورۃ المرسلات

جس طرح کفار دنیا میں اسلامی تعلیمات پر طنز کیا کرتے تھے اور اس کا مذاق اڑایا کرتے تھے اسی طرح روز قیامت ان سے کہا جائے گا کہ اب دنیا والا کوئی گر استعمال کر کے اپنے کو عذاب جہنم سے بچالو اور وہ کچھ نہ کر سکیں گے تب انہیں اپنی بد بختی کا صحیح احساس ہو گا۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ ﴿٤٨﴾ سورۃ المرسلات

بعض مفسرین نے نقل کیا ہے کہ جب ابوسفیان کی زوجہ اسلام لائی تو پیغمبر اسلام ﷺ نے پوچھا کہ تو نے اسلام کو کیسا پایا؟ اس نے کہا بہت عمدہ ہے صرف تین خرابیاں ہیں؛ ایک رکوع اور سجدہ، ایک پردہ اور ایک غلام حبشی کا بام کعبہ پر اذان دینا، آپؐ نے فرمایا جہاں تک رکوع و سجد کا تعلق ہے تو اس کے بغیر نماز، نماز نہیں ہے لہذا یہ ضروری ہے اور جہاں تک پردہ اور چادر کا تعلق ہے تو یہ بہترین حجاب ہے لہذا ضروری ہے اور جہاں تک بلال حبشی کے موذن ہونے کا تعلق ہے تو یہ بہترین غلام ہے لہذا اس کے ہوتے ہوئے غیر کے موذن بننے کا کوئی سوال نہیں ہے، یعنی اسلام کا تقاضا یہ ہے کہ خدا اور رسولؐ کے احکام کو تسلیم کیا جائے اور ان سے اپنی بات منوانے کی فکر نہ کی جائے، یہ انتہائی حیرت انگیز بات ہے کہ لوگ اسلام میں بھی اپنی ہی بات منوانا چاہتے ہیں اور خدا اور رسولؐ کی بات نہیں ماننا چاہتے ہیں، ظاہر ہے کہ اس کا نام انانیت ہے اسلام نہیں ہے۔

❁❁❁❁❁

تیسویں پارے کا مختصر جائزہ

اس پارے کے ضمن میں سورۂ نباء، نازعات، عبس، تکویر، انفطار، مطففین، انشقاق، بروج، طارق، اعلیٰ، غاشیہ، فجر، بلد، شمس، لیل، ضحیٰ، شرح، تین، علق، قدر، بینہ، زلزلہ، عادیات، قارعہ، تکاثر، عصر، ہمزہ، فیل، قریش، ماعون، کوثر، کافرون، نصر، مسد، اخلاص، فلق، ناس کا ذکر کیا جائے گا۔

۷۸۔ سورہ نباء کا مختصر جائزہ

سورہ نباء قرآن کریم کی ۷۸ ویں اور مکی سورتوں میں سے ہے یہ سورہ نسبتاً چھوٹی سورتوں میں سے ہے اور قرآن کے آخری پارے کی ابتداء اسی سورت سے ہوتی ہے اسی بنا پر اس پارے کا نام "عمّ" رکھا گیا ہے نبأ خبر کو کہا جاتا ہے اور اس سورت کو اس کی دوسری آیت میں موجود لفظ "نبأ" کی وجہ سے "سورہ نبأ" کہا جاتا ہے۔ سورہ نبأ میں روز قیامت اور اس دن رونما ہونے والے واقعات کے بارے میں بحث کی گئی ہے اسی طرح قیامت کے دن گناہگاروں اور نیک لوگوں کے مقام و مرتبے کی طرف بھی اس سورت میں اشارہ کیا گیا ہے اس سورت کی مشہور آیات میں سے ایک آیت نمبر ۳۱ ہے جس میں قیامت کے دن "متقین" کی حالت بیان کی گئی ہے احادیث کے مطابق اس آیت میں متقین سے مراد امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

مضامین

سورہ نبأ کی ابتداء میں ایک عظیم خبر اور واقعہ یعنی قیامت کا تذکرہ کرتے ہوئے اسے ایک حتمی الوقوع امر قرار دیا گیا ہے، ابتداء میں لوگ قیامت کے حوالے سے ایک دوسرے سے سوال کرتے تھے جس کے جواب میں خداوندعالم ایک تہدید آمیز لہجے میں فرماتا ہے کہ عنقریب تم سب اس کی حقیقت سے آگاہ ہو جاؤ گے۔ آگے چل کر قیامت کی حقانیت کو ثابت کرنے کیلئے بطور دلیل ارشاد ہوا ہے کہ اس کائنات میں موجود بہترین نظم و ضبط اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس فانی دنیا کے بعد ایک ثابت اور ہمیشہ رہنے والا عالم بھی ہے جو ثواب و عقاب کا دن ہے نہ کہ عمل کا۔ اس کے بعد اس دن کے واقعات کی توصیف کرتے ہوئے ارشاد ہے کہ اس دن سب لوگوں کو جمع کیا جائے گا جس کے بعد اللہ ظالموں کو دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا جبکہ متقی اور پرہیزگاروں کو ہمیشہ باقی رہنے والی نعمات سے نوازا جائے گا۔

فضیلت اور خواص

تفسیر مجمع البیان میں اس سورت کی تلاوت سے متعلق پیغمبر اکرم ﷺ کی ایک حدیث نقل ہے جس میں آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو بھی سورہ "عم یتسائلون" پڑھے تو خداوندعالم قیامت کے دن بہشت کے ٹھنڈے اور میٹھے پانی سے اسے سیراب کرے گا۔ اسی طرح امام صادق علیہ السلام سے

منقول ہے کہ جو شخص ہر روز سورہ "عم یتسائلون" کی تلاوت کرے تو سال ختم ہونے سے پہلے اسے خانۂ کعبہ کی زیارت نصیب ہو گی[1]۔ رسول خدا ﷺ سے منقول ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اس سورت کو پڑھے اور اسے زبانی یاد کرے تو قیامت کے دن اس کا حساب و کتاب ایک نماز پڑھنے کی طرح آسان ہو جائے گا[2]۔ اسی طرح احادیث میں آیا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے اس سورت کو ان سورتوں میں سے قرار دیا ہے جنہوں نے آپ کے بالوں کو سفید کر دیا۔

۷۹۔ سورہ نازعات کا مختصر جائزہ

سورہ نازعات قرآن کریم کی ۷۹ویں اور مکّی سورتوں میں سے ہے اور یہ تیسویں پارے میں واقع ہے اس سورہ کی ابتداء میں خدا نے "نازعات" کی قسم کھائی ہے اسی مناسبت سے اس کا نام "نازعات" رکھا گیا ہے نازعات سے مراد جان لینے والے فرشتوں کے ہیں سورہ نازعات میں قیامت اور اس کے ہولناک مناظر نیز اس دن نیکو کاروں اور بدکاروں کے انجام سے متعلق گفتگو ہوتی ہے اسی ضمن میں حضرت موسی علیہ السلام اور فرعون کے انجام کی طرف بھی اشارہ ہوا ہے اس سورت کے آخر میں اس بات پر تاکید کی جاتی ہے کہ قیامت کب واقع ہو گی اس بارے میں کسی کو کوئی علم نہیں ہے سورہ نازعات میں دَحْوُالارض (زمین کے پھیلاؤ) کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے احادیث میں آیا ہے کہ جس جگہ سے زمین کا پھیلاؤ شروع ہوا ہے وہ مکہ یا کعبہ تھا۔

مضامین

تفسیر نمونہ کے مطابق سورہ نازعات کے مضامین کو چھ (٦) حصوں میں خلاصہ کیا جا سکتا ہے۔ قیامت کے واقع ہونے پر متعدد قسموں کے ذریعے تاکید؛ قیامت کے ہولناک اور وحشتناک مناظر کی طرف اشارہ؛ حضرت موسی کی داستان اور فرعون کے انجام کی طرف مختصر اشارہ جو پیغمبر اکرمؐ اور مؤمنین کی تسلی اور مشرکین کے لئے خطرے کی گھنٹی ہے اور اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ معاد کا انکار انسان کو مختلف گناہوں میں مبتلا کر دیتا ہے؛ زمین و آسمان میں خدا کی قدرت کی نشانیوں کا بیان جو معاد اور موت کے بعد کی زندگی پر واضح دلیل ہے؛ قیامت کے بعض اور حوادث، طغیان گروں کے انجام اور نیکو کاروں کے انعامات کی طرف اشارہ؛ قیامت کب واقع ہو گی، اس بارے میں کسی کو حتمی علم نہ ہونے پر تاکید لیکن یہ بات مسلم ہے کہ اس کا وقوع بہت قریب ہے۔

فضیلت اور خواص

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۱۰، ص ۶۳۷۔

[2] مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، ۱۳۷۴ش، ج۲۶، ص ۴۔

احادیث میں سورہ نازعات کی تلاوت کیلئے بہت زیادہ فضیلت نقل ہوئی ہے من جملہ یہ کہ قیامت کے دن سورہ نازعات کی تلاوت کرنے والے کا بہشت میں جانے کیلئے حساب و کتاب کا وقت صرف ایک واجب نماز کے وقت کے برابر ہو گا[1]یہ شخص قبر اور قیامت کے دن تنہا نہیں ہو گا اور یہ سورہ اس کا مونس ہو گا یہاں تک کہ یہ شخص بہشت میں داخل ہو گا، یہ شخص اس دنیا سے سیراب ہو کر مرے گا، سیراب مبعوث ہو گا اور سیراب بہشت میں داخل ہو گا[2]، اسی طرح بعض احادیث میں اس سورت کے بعض خواص بیان ہوئے ہیں مثلا یہ کہ دشمن کے ساتھ مقابلے کے وقت دشمن کی دید سے مخفی رہنا، اشرار کے شر سے محفوظ رہنا اور بدن سے زہر کا دفع ہونا وغیرہ[3]۔

۸۰۔ سورہ عبس کا مختصر جائزہ

سورہ عبس قرآن کریم کی مکی سورتوں میں سے ہے ترتیب نزول کے لحاظ سے چوبیسویں جبکہ ترتیب مصحف کے اعتبار سے ۸۰ ویں سورت ہے اس سورت کا آغاز لفظ عَبَسَ سے ہوتا ہے جس کے معنی تیوری چڑھانے کے ہیں اسی وجہ سے اس کو سورہ عبس کہا گیا ہے سورہ عبس میں قرآن کی اہمیت، اپنے پروردگار کی نعمتوں کے مقابلے میں انسان کی ناشکری اور قیامت کے واقعات اور اس دن انسان کے انجام کے بارے میں گفتگو ہوتی ہے اس کی ابتدائی آیات میں آیا ہے کہ خدا اس شخص کی توبیخ کرتا ہے جو کسی نابینا کے ساتھ تیوری چڑھا کر پیش آتا ہے یہ شخص پیغمبر اکرم ﷺ تھے یا کوئی اور اس بارے میں مفسرین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

آیت نمبر ۳۴ سے لے کر ۳۷ تک اس سورت کی مشہور آیات میں سے ہیں جن میں محشر کے واقعات کی تصویر کشی کرتے ہوئے ارشاد ہے کہ اس دن انسان اپنے عزیزوں (ماں باپ، بہن بھائی اور بیوی بچوں) سے بھی دور بھاگتا پھرے گا۔

مضامین

سورہ عبس نسبتا چھوٹی سورت ہونے کے باوجود مختلف مسائل سے بحث کرتی ہے اور معاد کے بحث پر اس کی خاص توجہ مرکوز ہے اس سورت کے مضامین کو ۵ حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ حق اور حقیقت کے متلاشی ایک نابینا کے ساتھ مناسب رویہ اختیار نہ کرنے پر خدا کا سخت رد عمل؛ قرآن مجید کی عظمت اور منزلت؛ خدا کی دی ہوئی نعمتوں کے مقابلے میں انسان کی ناسپاسی اور ناشکری؛ انسان میں حس شکر گزاری کو بیدار کرنے کیلئے خدا کی نعمتوں کی ایک جھلک؛ قیامت کے ہولناک واقعات کا تذکرہ اور اس دن مؤمنوں اور کفار کا انجام۔

فضیلت اور خواص

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۹۰ش، ج۱۰، ص ۲۵۰۔

[2] محدث نوری، مستدرک الوسائل، ۱۴۰۸ق، ج۴، ص ۳۵۔ شیخ صدوق، ثواب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ص ۱۲۱۔

[3] طبرسی، مکارم الاخلاق، ۱۳۷۰ش، ص ۳۶۵۔ طبرسی، مکارم الاخلاق، ۱۳۷۰ش، ص ۳۶۵۔

اس سورت کی تلاوت کے بارے میں پیغمبر اکرم ﷺ سے نقل ہے کہ جو شخص سورہ عبس کی تلاوت کرے گا وہ شخص خوشحال اور مسکراتے ہوئے قیامت میں محشور ہو گا[1]۔ امام صادق علیہ السلام سے بھی نقل ہے کہ یہ شخص بہشت میں خدا کے پرچم کے سائے میں ہو گا اور خدا کی کرامتیں اس کے شامل حال ہونگی اور یہ کام خدا کیلئے بہت ہی آسان ہے[2]۔ اسی طرح امام صادق علیہ السلام سے ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص بارش کے وقت اس سورت کی تلاوت کرے گا خداوند متعال بارش کے قطرات کے برابر اس کے گناہوں کو معاف کر دیگا[3]۔ بعض احادیث میں اس سورت کی تلاوت کیلئے مخصوص خواص کا ذکر ملتا ہے جن میں مسافروں کا خطرے سے امان میں رہنا اور گم شدہ کا مل جانا شامل ہے[4]۔

۸۱۔ سورہ تکویر کا مختصر جائزہ

سورہ تکویر یا کُوِّرَت مکی سورتوں میں سے ہے ترتیب مصحف کے لحاظ سے ۸۱ ویں اور ترتیب نزول کے لحاظ سے ۷ ویں سورت ہے اور قرآن کے آخری پارے میں واقع ہے اس سورت کا نام اس کی پہلی آیت سے لیا گیا ہے جس میں تکویر (سورج کا تاریک ہوجانا) کی طرف اشارہ ہوا ہے سورہ تکویر میں قیامت اور اس کی دگرگونی نیز قرآن کی عظمت اور اس کی تاثیر سے بحث کی گئی ہے آیت نمبر ۷ اور ۸ اس سورت کی مشہور آیتوں میں سے ہیں جن میں زمانۂ جاہلیت میں لڑکیوں کو زندہ زندہ دفن کرنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ آخر انہیں کس جرم میں قتل کیا گیا۔

مضامین

سورہ تکویر کے مضامین سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورہ بعثت کے ابتدائی ایام میں نازل ہوا ہے؛ کیونکہ اس سورت میں پیغمبر اکرم ﷺ کو مشرکین کی ناروا تہمتوں سے پاک اور منزہ قرار دیا گیا ہے۔ اس سورت کے مضامین کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ قیامت کی نشانیاں اور واقعات۔ اس سورت کی ابتدائی آیات میں قیامت کی نشانیوں اور اس دن رونما ہونے والے واقعات کے بارے میں گفتگو ہوتی ہے؛ من جملہ ان نشانیوں اور واقعات میں سورج کا تاریک ہونا، ستاروں کا ٹوٹ جانا، شدید زلزے کی وجہ سے پہاڑوں کا حرکت میں آنا اور لوگوں میں خوف و ہراس کا پھیل جانا۔

قرآن کی عظمت اور جبرئیلؑ کی صفائی۔ دوسرے حصے میں قرآن اور اس کے لانے والے کی عظمت اور انسان کی روح پر قرآن کے اثرات سے متعلق گفتگو ہوتی ہے، اس حصے میں آیا ہے کہ قرآن خدا کے ایک مقرب اور امین فرشتے کے توسط سے نازل کیا گیا ہے اور مشرکین کے دعوے کے برخلاف اس فرشتے پر شیطان غالب نہیں آیا ہے۔

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۱۰، ص۶۶۱۔

[2] شیخ صدوق، ثواب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ص۱۲۱۔

[3] نوری، مستدرک الوسائل، ۱۴۰۸ق، ج۶، ص۲۱۰۔

[4] بحرانی، البرہان، ۱۴۱۵ق، ج۵، ص۵۸۱۔ کفعمی، مصباح، ۱۴۲۳ق، ص۱۸۲۔

فضیلت اور خواص

احادیث میں اس سورت کی تلاوت سے متعلق جو فضیلت اور خواص ذکر ہیں وہ یہ ہیں۔ قیامت کے دن نامہ اعمال دیتے وقت رسوائی سے محفوظ رہنا؛ آنکھوں کی بیماری یا زخم کا ٹھیک ہونا؛ دوسروں کی خیانت سے خدا کی پناہ میں محفوظ رہنا[1]۔

۸۲۔ سورہ انفطار کا مختصر جائزہ

سورہ انفطار قرآن کی ۸۲ویں اور مکّی سورتوں میں سے ہے جو ۳۰ویں پارے میں واقع ہے اس سورت کا نام انفطار ہے جس کے معنی پھٹ جانے اور ایک دوسرے سے جدا ہونے کے ہیں اور یہ نام اس کی پہلی آیت سے لیا گیا ہے جس میں خدا نے آسمان کے پھٹ جانے کا تذکرہ فرمایا ہے سورہ انفطار میں قیامت اور اس کے شرائط اور نشانیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اسی طرح ابرار (نیکو کار) اور فُجّار (بدکار) نیز ان دونوں کے مقام و منزلت کی طرف بھی اس سورت میں اشارہ ملتا ہے۔

مضامین

سورہ انفطار میں قیامت اور اس کی نشانیوں نیز اس دنیا کے اختتام پر رونما ہونے والے واقعات کا ذکر ہوتا ہے اسی طرح یہ سورت انسان کو خدا کی ان نعمتوں کی طرف متوجہ کراتی ہے جو اس کے وجود کو احاطہ کیے ہوئے ہیں اس کے علاوہ اس سورت میں خداوند متعال نے انسانوں کو دو گروہوں (ابرار اور فجار) میں تقسیم کرتے ہوئے قیامت کے دن ان میں سے ہر ایک کے انجام کی تصویر کشی فرمائی ہے اسی طرح خدا کے مقرب فرشتوں (کراما کاتبین) کے ذریعے انسان کے اعمال کا ثبت و ضبط ہونے کا تذکرہ بھی اس سورت میں ملتا ہے۔

فضیلت اور خواص

تفسیر مجمع البیان میں پیغمبر اکرم ﷺ سے منقول ہے کہ جو شخص سورہ انفطار کی تلاوت کرے خدا اسے روئے زمین پر موجود تمام قبروں کی تعداد کے برابر نیز برف اور بارش کے قطروں کے دس گنا نیکیاں عطا کرے گا[2]۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص قیامت کے دن میری زیارت کرنا چاہتا ہے جس طرح ظاہری آنکھوں سے میری زیارت کی جاتی ہے، تو اسے چاہئے کہ سورہ تکویر،

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۱۰، ص۶۷۰۔ بحرانی، تفسیر البرہان، ۱۴۱۵ق، ج۵، ص۵۸۹۔ شیخ صدوق، ثواب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ص۲۷۹۔

[2] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۹۰ش، ج۱۰، ص۲۸۳۔

سورہ انفطار اور سورہ انشقاق کی تلاوت کرے[1]۔ شیخ صدوق امام صادق علیہ السلام سے ایک حدیث میں نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ جو شخص سورہ انفطار اور سورہ انشقاق کو اپنی واجب یا مستحب نمازوں میں قرأت کرے تو خدا اس کی حاجتوں کو پورا کرے گا اور اس کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہو گا اور خدا ہمیشہ رحمت کی نگاہ سے اسے دیکھے گا یہاں تک کہ وہ حساب و کتاب سے فارغ ہو جائے[2]۔ شیعہ حدیثی منابع میں اس سورت کی تلاوت کے کچھ خواص کا تذکرہ ملتا ہے جن میں زندان سے رہائی، قیامت کی رسوائی سے محفوظ رہنا اور آنکھوں کی بینائی میں اضافہ اور آنکھوں کی بیماریوں سے نجات وغیرہ شامل ہیں[3]۔

۸۳۔ سورہ مُطَفِّفِین کا مختصر جائزہ

سورہ مُطَفِّفِین قرآن کریم کی ۸۳ ویں اور مکے میں نازل ہونے والی آخری سورت ہے یہ سورت قرآن کے آخری پارے میں واقع ہے اس کا نام اس کی پہلی آیت سے لیا گیا ہے جس میں "مطففین" یعنی ناپ طول میں کمی کرنے والے کی مذمت کرتے ہوئے ارشاد ہے کہ یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ آخرت نام کی کوئی چیز موجود نہیں ہے قیامت کے دن رونما ہونے والے واقعات نیز نیکوکاروں اور گناہگاروں کی خصوصیات اس سورت کے مضامین میں شامل ہیں تفاسیر میں آیا ہے کہ اس سورت کی تیسویں آیت امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام کے دشمنوں کی مذمت میں نازل ہوئی ہے۔

مضامین

اس سورت کی پہلی تین آیتوں میں ڈنڈی مارنے، ناپ تول میں کمی کرنے اور لین دین میں لوگوں کے حقوق کی رعایت نہ کرنے کا فقہی حکم بیان کرتے ہوئے اسے حرام قرار دیا گیا ہے۔ اس سورت میں معاد کی توصیف، محشر اور عالم آخرت کے حالات کو بیان کیا گیا ہے۔ سورہ مطففین دو جماعتوں ابرار (نیکوکار) اور فجار (مجرمین) کو متعارف کراتے ہوئے اِس دنیا میں کافروں کی جانب سے مؤمنین کا مزاق اڑائے جانے اور آخرت میں مؤمنین کا کافروں پر ہنسنے کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

فضیلت اور خصوصیات

تفسیر مجمع البیان میں سورہ مطففین کی تلاوت کے بارے میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سے نقل ہے کہ جو شخص اس سورت کی تلاوت کرے خدا قیامت کے دن اسے پاک اور خالص پینے کی چیزوں سے سیراب کرے گا جو آج تک کسی اور کو نصیب نہ ہوئی ہوگی[4]۔ اسی طرح امام صادق علیہ السلام سے بھی

---

[1] متقی ہندی، کنز العمال، ج۶، ص ۳۸۳۴۔

[2] شیخ صدوق، ثواب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ص ۱۲۱۔

[3] کفعمی، مصباح، ۱۴۲۳ق، ص ۴۵۹۔ بحرانی، تفسیر البرہان، ۱۴۱۶ق، ج۵، ص ۵۹۹۔

[4] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۱۰، ص ۶۸۵.

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اپنی واجب نمازوں میں سورہ مطففین پڑھے گا تو خدا قیامت کے دن دوزخ کے عذاب سے اسے نجات ملے گی، نہ وہ جہنم کی آگ کو دیکھے گا اور نہ جہنم کی آگ اسے دیکھ سکے گی[1]۔ تفسیر البرہان میں امام صادق علیہ السلام سے ایک اور حدیث نقل ہوئی ہے جس میں آیا ہے کہ سورہ مطففین کو جس چیز پر بھی پڑھے تو وہ چیز روئے زمین کے حشرات کی آفت سے محفوظ رہے گی[2]۔

۸۴۔ سورہ انشقاق کا مختصر جائزہ

سورہ انشقاق قرآن مجید کی ۸۴ویں اور مکی سورتوں میں سے ہے جو ۳۰ویں پارے میں واقع ہے انشقاق کا معنی پھٹنے کے ہے اور اس وجہ سے اس سورت کو یہ نام دیا گیا ہے کہ اس کے آغاز میں قیامت کے وقت آسمان پھٹ جانے کی طرف اشارہ ہوا ہے سورہ انشقاق میں قیامت کی نشانیاں، دنیا کا اختتام اور معاد کے بارے میں تذکرہ ہوا ہے اور آخرت میں لوگوں کی دو قسموں کی طرف اشارہ ہے۔ ان میں سے ایک گروہ کا نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں ہونے اور ان کا حساب آسان ہو گا اور ایک گروہ کا نامہ اعمال ان کے پیچھے کی طرف سے دیا جائے گا اور وہ جہنم میں چلے جائیں گے۔ سورہ انشقاق کی ۲۱ویں آیت میں مستحب سجدہ ہے؛ یعنی اس کی تلاوت کرے یا سنے تو اس شخص پر مستحب ہے کہ وہ سجدہ کرے۔

مضامین

سورہ انشقاق، اپنے سے پہلے والی دو سورتوں (تکویر اور انفطار کی طرح اور کلی طور پر مکی سورتوں کی طرح معاد اور اس کے حالات اور آخرت کے بارے میں تذکرہ کرتی ہے ان حالات میں سے ایک آسمان پھٹ جانے کی طرف اشارہ ہے اور پھر دو قسم کے لوگوں کے بارے میں بیان کرتی ہے۔ پہلا گروہ اصحاب یمین کا ہے جن کا نامہَ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جاتا ہے اور دوسرا گروہ اصحاب شمال کا ہے جن کا نامہَ اعمال ان کے پیچھے سے دیا جاتا ہے۔

فضائل اور خواص

تفسیر مجمع البیان میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سے منقول ہے کہ جو بھی سورہ انشقاق کو پڑھے گا تو قیامت کے دن اللہ تعالی اس کے نامہَ اعمال کو پیٹھ پیچھے سے دینے سے روک دے گا[3]۔ امام صادق علیہ السلام سے بھی منقول ہے کہ جو بھی سورہ انشقاق کو واجب نمازوں اور مستحب نمازوں میں ہمیشہ پڑھے گا، اللہ تعالی اس کی حاجات بر لائے گا اور وہ اور اللہ تعالی کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہو گی اور قیامت کے دن جب لوگوں کا حساب کے

---

[1] مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، ۱۳۷۴ش، ج۲۶، ص۲۴۱۔

[2] بحرانی، البرہان، ۱۴۱۶ق، ج۵، ص۶۰۳۔

[3] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۹۰ش، ج۱۰، ص۳۰۱۔

وقت اللہ تعالی کے نظر لطف سے مستفید ہو گا[1]۔ تفسیر برہان میں اس سورت کی تلاوت کے کچھ خواص ذکر ہوئے ہیں ان میں سے ایک وضع حمل میں آسانی ہے، اس کے علاوہ عمل ام داود میں بھی اس کی تلاوت کی تاکید ہوئی ہے[2]۔

۸۵۔ سورہ بروج کا مختصر جائزہ

سورہ بروج، قرآن کریم کی پچاسیویں اور مکی سورت ہے یہ تیسویں پارے میں ہے اس سورت کو "بروج" کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا آغاز برجوں کے حامل آسمان کی قسم سے ہوتا ہے سورہ بروج اصحاب اخدود کی داستان سے شروع ہوتی ہے اور اس میں بروز قیامت مومنین کی سرنوشت کا تذکرہ کیا گیا ہے اسی طرح اس میں قرآن کریم کو جھٹلانے والوں کو عذاب سے خبردار کیا گیا ہے اور آخر میں قرآن کے بارے میں واضح کیا گیا ہے کہ یہ لوح محفوظ میں ہے، وہ لوح کہ جس میں دنیا بھر کے وقائع و حوادث مکمل تفصیلات کے ساتھ ثبت ہیں اور کسی طور بھی اس میں تغیر و تبدل کا امکان نہیں ہے۔

مضامین

سورہ بروج کا آغاز آسمان، روز قیامت اور اس کے وقوع کی قسموں کیساتھ ہوتا ہے اور اس میں مؤمنین کو تکلیفیں پہنچانے والے اصحاب اخدود کی ہلاکت کی داستان کا ذکر ہے پھر اس میں مومنین کی سرنوشت، قیامت کے دن ان کے اجر اور صفات و افعالِ خدا کا بیان ہے اس کے بعد فرعون، ثمود، علم خدا، انسانوں کی حرکات و سکنات اور نیتوں پر اس کے احاطے اور قرآن کی عظمت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

فضیلت و خواص

اس سورہ کی فضیلت میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ سے مروی ہے۔ سورہ بروج کی قرائت کرنے والے کو خدا جمعہ اور روز عرفہ درک کر لینے والے شخص کے دس برابر اجر سے نوازے گا[3]۔ اسی طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے نماز یومیہ میں اس کی قرئت کی سفارش کی ہے[4]۔ امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے جو شخص اس سورہ کو نماز واجب میں پڑھے گا وہ قیامت کے روز روکے جانے والے مقامات پر انبیا، رسول اور صالحین کے ساتھ ہو گا کیونکہ یہ انبیا کی

---

[1] شیخ صدوق، ثواب الاعمال و عقاب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ص ۱۲۱۔

[2] بحرانی، البرهان، ۱۴۱۶ق، ج۵، ص ۶۱۵۔ حر عاملی، وسائل الشیعہ، ۱۴۱۴ق، ج۶، ص ۱۴۱۔

[3] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۹۰ش، ج۱۰، ص ۳۱۰۔

[4] مجلسی، بحار الانوار، ج۸۹، ص ۳۲۱۔

سورت ہے[1]۔ تفسیر برہان میں انسان سے خوف و مشکلات کو دور کرنا، اچھی نیند اور آسانی کے ساتھ بچے کو دودھ چھڑانا اس کے خواص بیان ہوئے ہیں[2]۔

٨٦۔ سورہ طارق کا مختصر جائزہ

سورہ طارق چھیاسیواں (٨٦واں) سورہ ہے جو مکی سورتوں میں سے شمار ہوتا ہے اور قرآن کے ٣٠ویں سپارے میں موجود ہے طارق ستارہ کے معنا میں ہے سورے کی ابتدا میں طارق کی قسم کھائی گئی اسی وجہ سے اس سورے کا نام طارق رکھا گیا ہے سورہ طارق میں معاد کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے خداوند بیان کرتا ہے کہ وہ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے یہ سورت قرآن کی اہمیت، اس کی آیات کو قاطع اور واضح بیان کرتی ہے۔ اس سورت کی نویں آیت مشہور آیات میں شمار ہوتی ہے کہ جس میں قیامت کو یوم تبلی السرائر (وہ دن جس روز راز فاش ہو جائیں گے) کہا گیا ہے۔

مضامین

تفسیر نمونہ کے مطابق اس سورت کے دو اساسی مطالب ہیں۔ [١] معاد، [٢] قرآن، اس کی قدر و قیمت اور اہمیت پروردگار نے سورت کے آغاز میں قسمیں اٹھانے کے بعد انسان کے محافظ فرشتوں کی طرف اشارہ کیا ہے اور پھر امکان معاد، انسان کی پہلی زندگی اور نطفے سے پیدائش کی یاد دہانی کرواتا ہے اس سے نتیجہ لیا جاتا ہے کہ خداوند نہایت بے قدر و قیمت ایک قطرے سے انسان خلق کرنے کی قدرت رکھتا ہے نیز اسے دوبارہ پلٹانے پر بھی قادر ہے بعد والے مرحلے میں متعدد معنادار قسموں کے ساتھ قیامت کی کچھ خصوصیات اور اہمیتِ قرآن بیان کی گئی ہے آخرکار کافروں کو ڈرانے اور دھمکانے کے ساتھ اس سورت کا اتمام ہے۔

فضیلت اور خصوصیات

اس سورت کی فضیلت میں، پیغمبر اسلام ﷺ سے منقول ہے کہ۔ جو شخص سورۂ طارق کی تلاوت کرے گا، خدا اسے آسمان میں ستاروں کی تعداد کے برابر دس نیکیاں عطا کرے گا[3]۔ ایک اور روایت کے مطابق پیغمبر ﷺ نے سور طارق کی تعلیم کو خدا کے تقرب کا ذریعہ، اور شرک کے سوا تمام گناہوں کی معافی کا ایک وسیلہ بیان کیا ہے[4]۔ امام صادق علیہ السلام سے یہ بھی روایت ہے کہ جو شخص اپنی واجب نمازوں میں سورہ طارق کی

---

[1] صدوق، ثواب الاعمال، ١٣٨٢ش، ص ١٢٢۔

[2] بحرانی، البرہان، ١٤١٦ق، ج ٥، ص ٦٢١۔ بحرانی، البرہان، ١٤١٦ق، ج ٥، ص ٦٢١.

[3] طبرسی، مجمع البیان، ١٣٩٠ش، ج ١٠، ص ٣٢٠۔

[4] نوری، مستدرک الوسائل، ١٤٠٨ق، ج ٤، ص ٣٦٥۔

تلاوت کرے گا، قیامت کے دن خدا کے نزدیک اونچا مقام پائے گا اور انبیاء کرام اور ان کے ساتھیوں کے ہمراہ جنت میں ہو گا[1]۔ سورہ طارق کی تلاوت کے بارے میں تفسیر البرہان میں، زخم کے انفیکشن کی روک تھام جیسی خصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے[2]۔

۸۷۔ سورہ اعلی کا مختصر جائزہ

سورہ اعلیٰ قرآن کی ۸۷ویں اور مکی سورتوں میں سے ہے اور آخری پارے میں واقع ہے اس سورت کا نام اس کی پہلی آیت سے لیا گیا ہے جس کے معنی "برتر" اور "افضل" کے ہیں اس کی ابتدائی آیتوں میں پیغمبر اکرم ﷺ کو خدا کی تسبیح کرنے کی ترغیب دی گئی ہے جس کے بعد خدا کی سات صفات کا تذکرہ ہوتا ہے آگے چل کر مؤمنوں کو خدا کے سامنے خاشع جبکہ کافروں کو شقی قرار دیتے ہوئے ان دو گروہوں کی سعادت اور شقاوت کے عوامل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

مضامین

تفسیر نمونہ کے مطابق سورہ اعلیٰ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں پیغمبر اکرم ﷺ کی ذات سے متعلق گفتگو ہوتی ہے اور آپ ﷺ کو خدا کی تسبیح اور اپنی رسالت کے ادا کرنے کا حکم دیا جارہا ہے اس حصے کے آخر میں خدا کی سات صفات کا تذکرہ ہوتا ہے دوسرے حصے میں مؤمنوں کو خدا کے سامنے خاشع اور کافروں کو شقی قرار دیتے ہوئے ان دو گروہوں کی سعادت اور شقاوت کے عوامل کو بیان کیا گیا ہے۔

فضیلت اور خواص

اس کی فضیلت اور تلاوت کے حوالے سے تفسیر مجمع البیان میں پیغمبر اکرم ﷺ سے منقول ہے۔ "جو شخص سورہ اعلی کی کی تلاوت کرے گا خدا حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسی علیہ السلام اور محمد ﷺ پر نازل ہونے والے ہر حرف کے بدلے میں اسے دس نیکیاں عطا کرے گا[3]۔ امام صادق علیہ السلام سے بھی نقل ہوئی ہے کہ جو شخص سورہ اعلی کو اپنی واجب یا مستحب نمازوں میں پڑھے گا قیامت کے دن اس سے کہا جائے گا کہ بہشت کے جس دروازے سے چاہو داخل ہو جاؤ ان شاء اللہ[4]۔

۸۸۔ سورہ غاشیہ کا مختصر جائزہ

---

[1] شیخ صدوق، ثواب الأعمال و عقاب الأعمال، ۱۳۸۲ش، ص ۱۲۲۔

[2] بحرانی، البرھان، ترجمہ، ج۵، ص ۶۲۹۔

[3] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۱۰، ص ۷۱۷۔

[4] علی بابایی، برگزیدہ تفسیر نمونہ، ۱۳۸۷ش، ج۵، ص ۴۷۵۔

سورہ غاشیہ قرآن کریم کی مکی سورت ہے جو ترتیب مصحف کے لحاظ سے ۸۸ویں اور ترتیب نزول کے لحاظ سے ۶۸ویں سورت ہے اور قرآن کے ۳۰ویں پارے میں واقع ہے غاشیہ کا معنی چھپانا ہے جو کی قیامت کے ناموں میں سے ایک ہے اس سورت میں جنت اور دوزخ کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں اور منکروں کے حالات اور انجام، نیز مؤمنین کی شادمانی، شادابی اور فلاح و رستگاری کو موضوع سخن بنایا گیا ہے اور انسانوں کو خلقت میں غور و فکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

مضامین

سورہ غاشیہ بہشت اور اس کی نعمتوں کی صفات اور دوزخ اور اس کے عذاب کے بیان سے شروع ہوتی ہے پھر اللہ کی وحدانیت کے بارے میں تذکرہ ہوتا ہے ان آیات میں اللہ تعالی انسانوں سے کہتا ہے کہ وہ خلقت کی خوبصورتیوں پر توجہ کریں؛ جیسے اونٹ، آسمان، پہاڑ اور زمین کی خلقت کی خوبصورتیوں پر توجہ کرے ان مخلوقات کی خوبصورتیاں اور اسرار انسان کو اللہ تعالی کی طرف راہنمائی کرتی ہیں پھر پیغمبر اکرم ﷺ کی نبوت کا تذکرہ ہوتا ہے آخر میں کافروں کو عذاب کی دھمکی دیتا ہے اس کے علاوہ اس سورت میں منکرین کے انجام نیز مومنین کی شادمانی، شادابی اور فلاح و رستگاری کے بارے میں تذکرہ ہوا ہے۔

فضیلت اور خصوصیات

اس سورے کی فضیلت کے بارے میں پیغمبر اکرم ﷺ سے نقل ہے کہ جو بھی سورہ غاشیہ کی تلاوت کرے گا اللہ تعالی قیامت کے دن اس کے حساب و کتاب میں آسانی کرے گا[1]۔ امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو بھی اپنی واجب یا مستحب نمازوں میں ہمیشہ سورہ غاشیہ پڑھے گا اللہ تعالی اسے دنیا اور آخرت میں اسے اپنی رحمت میں ڈھانپے گا اور جہنم کے دردناک عذاب سے محفوظ رکھے گا[2]۔ بعض روایات میں سورہ غاشیہ کی تلاوت کے لیے بعض خصوصیات ذکر ہوئی ہیں۔ درد سے نجات (اگر کسی کے دانت میں درد ہو تو اس کے لیے قرائت کی جائے) اور کھانے کے احتمالی نقصانات سے حفاظت اور بچے کی ولادت کے دوران اسے ہر ضرر سے محفوظ رکھنے کے لیے مفید قرار دیا ہے[3]۔ سورہ غاشیہ کو پیر اور جمعرات کے دن نماز فجر کی دوسری رکعت میں پڑھنا اور اسی طرح نماز عید فطر اور عید قربان میں پڑھنا بھی مستحب مؤکد ہے[4]۔

۸۹۔ سورہ فَجْر کا مختصر جائزہ

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۹۹۵م، ج۱۰، ص ۳۳۳۔

[2] شیخ صدوق، ثواب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ص ۱۲۲۔

[3] بحرانی، البرهان فی تفسیر القرآن، ۱۴۱۶ق، ج۵، ص ۶۴۱۔ کفعمی، مصباح، ۱۴۲۳ق، ص ۴۶۰۔

[4] حر عاملی، وسائل الشیعہ، ۱۴۱۴ق، ج۶، ص ۱۱۷ و ۱۱۸۔

سورہ فَجر ۸۹ ویں سورت اور قرآن کی مکی سورتوں میں سے ہے جو ۳۰ ویں پارے میں واقع ہے اس سورت کا نام فجر ہے جو صبح کی سفیدی کے معنی میں ہے یہ کلمہ سورہ کے آغاز میں ہے جسکی اللہ تعالی نے قسم کھائی ہے۔ سورہ فجر قسم سے شروع ہوتی ہے اور قوم عاد، ثمود و قوم فرعون نیز ان کی سرکشی اور برائیوں کی طرف اشارہ کرتی ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ انسان ہمیشہ اللہ کی طرف سے امتحان کی حالت میں ہے؛ بعض اس امتحان میں ناکام ہوتے ہیں اور اس شکست کی دلائل بھی بیان ہوئے ہیں۔

مضامین

یہ سورت قوم عاد کے انجام نیز اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ (اونچے ستونوں والے ارم) اور قوم ثمود، قوم فرعون اور ان کے فساد و سرکشی کی طرف اشارے کرتی ہے، سورہ فجر اس نکتے کی یادآوری کراتی ہے کہ انسان کو مسلسل امتحان الہی کا سامنا ہے اور نعمت و مصیبت سے اس کو آزمایا جائے گا اور بعد ازاں اس امتحان میں بے ایمان انسانوں کی شکست کے اسباب بیان ہوئے ہیں اور روز جزا کی آمد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جب بے ایمان لوگ جہنم کے آثار دیکھ کر متنبہ ہونگے لیکن اب کیا وقت ہے متنبہ ہونے کا جو بہت بے فائدہ اور بے وقت ہے۔

فضائل اور خواص

سورہ فجر کی تلاوت کے بارے میں تفسیر مجمع البیان میں پیغمبر اکرم ﷺ سے ایک روایت نقل ہوئی ہے جس میں ارشاد ہوتا ہے۔ جو بھی ذی الحجہ کی پہلی دس راتوں میں اس کی تلاوت کرے گا، اللہ تعالی اس کے گناہ معاف کرے گا اور اگر دوسرے دنوں میں تلاوت کرے تو قیامت میں ایک نور اس کے ساتھ ہوگا اسی طرح امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ۔ سورہ فجر کو واجب نمازوں اور مستحب نمازوں میں پڑھیں یہ امام حسین علیہ السلام کی سورت ہے جو اس کی تلاوت کرے قیامت کے دن بہشت میں وہ ان کے ساتھ ہونگے[1]۔

۹۰۔ سورہ بلد کا مختصر جائزہ

سورہ بلد قرآن کی ۹۰ ویں اور مکی سورتوں میں سے ہے جو ۳۰ ویں پارے میں واقع ہے اس سورت کا آغاز بلد یعنی سرزمین مکہ کی قسم سے شروع ہوتا ہے؛ اور اسی وجہ سے اسے بَلَد نام دیا ہے اللہ تعالی سورہ بلد میں فرماتا ہے کہ انسان کو دنیا میں ہمیشہ رنج و آلم ہے اور پھر بعض نعمتوں کو بیان کرنے کے بعد ان کے مقابلے میں انسان کی ناشکری کی طرف اشارہ کرتا ہے سورہ بلد میں سب سے اہم عمل انسان کے لیے غلام آزاد کرنے، فقیروں کی مدد کرنے کو بیان کیا گیا ہے۔

مضامین

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ شمسی ہجری، ج۱۰، ص۷۳۰۔

مکہ کی عظمت و قداست بیان کرنے کے عنوان سے اس شہر کی قسم کھانے پر اس سورت کا آغاز ہوتا ہے بعد ازاں انسان کی خلقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بیان کیا جاتا ہے کہ انسان کی زندگی رنج و مشقت کے ہمراہ ہے، مشکل ترین مگر بہترین اور باوقعت ترین اعمال-غلاموں کی آزادی، بینواؤں کو کھانا کھلانے اور مدد پہنچانے-کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور نیک اعمال کے عاملین کو "اصحاب میمنہ" (اصحاب یمین) اور (جنتی) قرار دیا جاتا ہے اور منکرین اور بدکاروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انہیں "اصحاب مشئمہ" (اصحاب شمال، اور دوزخی) قرار دیا جاتا ہے۔

فضائل اور خواص

ابوبصیر امام صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جو بھی اسے واجب نماز میں پڑھے گا وہ دنیا میں صالح ہونے میں مشہور ہوگا اور آخرت میں اللہ کے نزدیک خاص مقام سے مشہور ہوگا اور انبیا، شہداء اور صالحین کے دوستوں میں سے ہوگا[1]۔ ابی بن کعب نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے نقل کیا ہے کہ جو بھی سورہ بلد کی تلاوت کرے گا اللہ تعالی اسے قیامت کے دن اپنے غضب سے محفوظ رکھے گا اور سفر آخرت کے خطرناک موڑ سے اسے نجات دے گا[2]۔ تفسیر برہان میں اس سورت کی تلاوت کے بارے میں بعض خواص کا ذکر ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ بچے کی حفاظت کے لیے اس سورت کو لکھ کر اس کے ہمراہ رکھیں، اسی طرح سانس کی بیماریوں کے لیے بھی اسے لکھیں اور پھر پانی سے دھو کر اس پانی کو ناک میں ڈالا جائے[3]۔

۹۱۔ سورہ شمس کا مختصر جائزہ

سورہ شمس قرآن کریم کی مکی سورتوں میں سے ہے جو ترتیب مصحف کے لحاظ سے اکانوےویں اور ترتیب نزول کے لحاظ سے چھبیسویں سورت ہے اس کا نام اس کی پہلی آیت سے لیا گیا ہے جس میں شمس (سورج) کی قسم کھائی گئی ہے اس سورت میں تزکیہ اور تہذیب نفس جیسے اخلاقی موضوعات پر تاکید کی گئی ہے اسی طرح اس میں حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی اونٹنی، قوم ثمود کے ہاتھوں اس اونٹنی کے مار ڈالنے نیز قوم ثمود کے انجام پر مشتمل داستان بیان ہوئی ہے۔

مضامین

یہ سورت تزکیہ اور تہذیب نفس پر تاکید کرتی ہے اور نفس کی پاکیزگی کو نجات کا سرمایہ اور نفس کی ناپاکی کو ناامیدی کا سبب سمجھتی ہے۔ سورہ شمس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ اس سورت میں خدا نے پےدرپے گیارہ دفعہ قسم کھائی ہے اس لحاظ سے یہ سورت قرآن کی سب سے زیادہ قسم کھانے والی سورت کے طور پر مشہور ہے۔ خداوند عالم کا اتنی دفعہ قسم کھانا اس بات کی علامت ہے کہ جو مطالب اس سورت میں بیان ہوئے ہیں وہ

---

[1] شیخ صدوق، ثواب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ص ۱۲۳۔

[2] بحرانی، البرھان، ۱۴۱۷ق، ج۵، ص۶۵۹۔

[3] بحرانی، البرھان، ۱۴۱۷ق، ج۵، ص۶۵۹۔ بحرانی، البرھان، ۱۴۱۷ق، ج۵، ص۶۵۹۔

نہایت ہی اہم مطالب ہیں۔ قرآن میں عموماً دو مقصد کی خاطر قسم کھائی جاتی ہیں۔ ایک یہ کہ جس مطلب کو بیان کرنے کیلئے قسم کھائی جاتی ہے اس کی اہمیت اور عظمت کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے، دوسرا یہ کہ جن چیزوں کی قسم کھائی جا رہی ہے خود انہی کی اہمیت اور عظمت کو بیان کرنا ہوتا ہے۔

فضیلت اور خواص

پیغمبر اکرم ﷺ سے منقول ہے۔ "جو شخص اس کی تلاوت کرے گا اسے ان چیزوں کے برابر صدقہ دینے کا ثواب عطا کیا جائے گا جن چیزوں پر سورج اور چاند کی روشنی پڑتی ہے"[1]۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ اپنے اصحاب کو نمازوں میں سورۂ شمس پڑھنے کی سفارش فرماتے تھے[2]، امام صادق علیہ السلام سے بھی ایک حدیث میں آیا ہے کہ۔ "جو شخص سورہ شمس کی تلاوت کرے گا قیامت کے دن اس کے بدن کے تمام اعضاء اور اس کے آس پاس موجود تمام اشیاء اس کے حق میں گواہی دیں گے اور اس وقت خدا فرمائے گا۔ میرے اس بندے کے بارے میں تمہاری گواہی کو قبول کرتا ہوں اور اسے جزا عطا کرتا ہوں اسے بہشت تک ہمراہی کرو اور جو کچھ بھی پسند ہے اسے لے لو بہشت کی نعمتیں اس پر گوارا ہوں"[3]۔ سورہ شمس عید فطر اور قربان کی نماز کی دوسری اور بعض کے مطابق پہلی رکعت میں پڑھنا مستحب ہے، اسی طرح مستحب ہے کہ دَحوُالاَرض (۲۵ ذیقعدہ) کو سورج نکلتے وقت دو رکعت پڑھی جائے جسکی دونوں رکعتوں میں حمد کے بعد ۵ مرتبہ سورہ شمس پڑھی جاتی ہے[4]۔

۹۲۔ سورہ لیل کا مختصر جائزہ

سورہ لیل قرآن کے تیسویں پارے میں واقع ہے اور موجودہ ترتیب میں اس کا نمبر بیانوے (۹۲) ہے اور یہ مکی سورتوں میں سے ہے سورت کا آغاز لیل کی قسم کے ساتھ ہونے کی وجہ سے اس سورت کا نام بھی اللیل ہے اس سورت میں دو گروہوں کے بارے میں گفتگو ہوئی ہے پہلا گروہ پرہیزکاروں کا ہے کہ جو بخششِ مال کے ذریعے خدا کی خوشنودی کا خواہاں ہے اور دوسرا گروہ تنگ نظروں کا ہے کہ جو بہشت کے وعدے کو جھوٹ سمجھتا ہے۔

مضامین

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۹۹۵م، ج۱۰، ص ۳۶۷۔

[2] مجلسی، بحارالانوار، ۱۴۰۳ق، ج۸۹، ص ۳۲۵۔

[3] مجلسی، بحارالانوار، ۱۴۰۳ق، ج۸۹، ص ۳۲۵۔

[4] نجفی، جواہر الکلام، ۲۰۰۰م، ج۱۱، ص ۳۵۸۔ حرعاملی، وسائل الشیعہ، ۱۴۱۴ق، ج۸، ص ۱۸۲۔

یہ سورہ دو گروہوں کے احوال بیان کرتا ہے۔ پہلا گروہ پرہیز گاروں اور متقین کا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو راہ خدا میں انفاق کرتے ہیں اور خوشنودیٔ خدا کیلئے مال بخشتے ہیں، قرآن نے انھیں خوشنودیٔ خدا کے حصول اور رستگاری کا وعدہ دیا ہے۔ دوسرا گروہ شقی (سخت دل) افراد کا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو بخل سے کام لیتے ہیں اور خدا کے بہشت کے وعدے کو جھوٹ سمجھتے ہیں قرآن انھیں ہلاکت کی سرزنش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ لوگ دنیا پرستی اور تنگ نظری کی وجہ سے دوسروں کو مال بخشنے اور عطا کرنے سے کتراتے ہیں جبکہ یہ مال قیامت کے روز ان کا فریادرس نہیں ہوگا۔

فضیلت اور خواص

تفسیر مجمع البیان میں پیغمبر ﷺ سے مروی ہے کہ سورہ لیل کی تلاوت کرنے والے کو پروردگار اس کے راضی ہونے کی مقدار کے برابر نعمتیں دیتا ہے اور اسے سختی اور تنگی سے نجات نیز اس کے کاموں میں آسانی پیدا کرتا ہے[1]۔ اسی طرح شیخ صدوق، امام صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ جو شخص دن یا رات میں اسے تلاوت کرتا ہے اس کے بدلے میں اس کے جسم کے تمام اعضاء اس کے نیک اعمال کی شہادت دیں گے، خدا اس شہادت کو قبول کرے گا اور اس شخص کو بہشت کی طرف راہنمائی کی جائے گی[2]۔ تفسیر برہان میں اس سورت کے خواص ذکر ہوئے ہیں ان میں سے برے خوابوں کا نہ آنا، بخار کا علاج اور غشی سے نجات کیلئے مریض کے کان میں اس کا پڑھنا شامل ہیں[3]۔

۹۳۔ سورہ ضحی کا مختصر جائزہ

سورہ ضحیٰ یا والضحی قرآن کی ۹۳ ویں اور مکی سورتوں میں سے ہے جو تیسویں پارے میں واقع ہے یہ سورت من جملہ ان سورتوں میں سے ایک ہے جس کی تمام آیتیں پیغمبر اکرم ﷺ پر ایک ساتھ نازل ہوئیں سورہ ضحی کی شأن نزول کے بارے میں آیا ہے کہ یہ سورت ایک مدت تک پیغمبر اکرم ﷺ پر وحی کا سلسلہ رکنے اور اس پر کفار کی طرف سے آپ کو طعنہ دینے کے بعد نازل ہوئی سورہ ضحی میں پیغمبر اکرم ﷺ سے مخاطب ہو کر خدا کی طرف سے آپ کو تنہا نہ چھوڑنے کی یقین دہانی کے ساتھ ساتھ آپ کے اوپر نازل ہونے والی خدا کی نعمتوں کا تذکرہ نیز آپ کو یتیموں اور محتاجوں کی دیکھ بھال کرنے اور لوگوں کیلئے خدا کی نعمتوں کی یاددہانی کرنے کی سفارش کی گئی۔

مضامین

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۴۱۵ق، ج۱۰، ص ۳۷۳۔

[2] صدوق، ثواب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ص ۱۲۳۔

[3] بحرانی، البرہان، ۱۴۱۶ق، ج۵، ص ۶۷۵۔

سورہ ضحیٰ کی ابتداء میں خداوند عالم دو قسمیں کھا کر اپنے حبیب حضرت محمد ﷺ کو یہ بشارت دیتا ہے کہ آپ کا پروردگار کبھی بھی آپ ﷺ کو تنہا نہیں چھوڑے گا اس کے بعد آپ کو یہ نوید بھی ملتی ہے کہ عنقریب آپ کو اتنا دیا جائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں۔ اس سورت کے آخری حصے میں پیغمبر اکرم ﷺ کی گذشتہ زندگی میں خدا نے آپ پر جو مہربانی اور انتہائی سخت حالات میں جو آپ کی حمایت کی ہے ان کی یاد دہانی کرائی ہے اسی وجہ سے اس سورت کی آخری آیات میں آپ کو ان نعمتوں کے شکرانے کے طور پر یتیموں اور بینواؤں کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے اور خدا کی نعمتوں کو بیان کرنے کا حکم ہے۔

فضیلت اور خواص

پیغمبر اکرم ﷺ سے منقول ہے کہ جو شخص سورہ والضحیٰ کی تلاوت کرے روز قیامت اس کی شفاعت کرنا مجھ پیغمبر پر فرض ہے اور خدا اسے اس دنیا میں موجود یتیموں اور بینواؤں کے دس گنا ثواب عطا کرے گا۔ ایک اور حدیث میں امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص سورہ والضحیٰ، سورہ لیل، سورہ انشراح اور سورہ شمس کو دن یا رات میں تلاوت کرے تو قیامت کے دن اس کے آس پاس موجود تمام چیزیں اس کے حق میں گواہی دیں گی یہاں تک کہ اس کے اپنے بال، جلد، گوشت، ہڈیاں، خون، رگیں اور عصب وغیرہ بھی[1]۔

۹۴۔ سورہ شرح کا مختصر جائزہ

سورہ شرح یا انشراح یا اَلَم نَشرَح قرآن کی ۹۴ویں اور مکی سورتوں میں سے ہے جو قرآن کے ۳۰ویں پارے میں واقع ہے اس سورت کے تینوں اسامی اس کی پہلی آیت سے لئے گئے ہیں جن سے یہاں پر پیغمبر اکرم ﷺ کا شرح صدر مراد ہے، سورہ انشراح میں خدا اپنے پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کو دی جانے والی نعمتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ کو تسلی دیتا ہے، آیت نمبر ۵ اس سورت کی مشہور آیت ہے جس میں خدا کی طرف سے یہ وعدہ دیا جا رہا ہے کہ دشواریوں اور سختیوں کے ساتھ آسانیاں بھی ہوتی ہیں اس آیت کو قرآنی ضرب الامثال میں شمار کیا جاتا ہے اور مختلف زبانوں میں اس کا استعمال مرسوم ہے، اس سورت سے متعلق شرعی احکام میں آیا ہے کہ واجب نمازوں میں سورہ حمد کے بعد صرف سورت کی قرأت نہیں کی جا سکتی مگر یہ کہ اس کے ساتھ سورہ ضحیٰ کی بھی قرائت کی جائے۔

مضامین

اس سورت میں خداوند متعال رسول اللہ ﷺ کو تسلی دینے کی خاطر اپنی نعمتوں کا ذکر کرتا ہے جن میں شرح صدر، آپ ﷺ کا بوجھ ہلکا کرنا اور آپ ﷺ کا نام بلند کرنا وغیرہ شامل ہیں آگے چل کر فرماتا ہے کہ بتحقیق مشکلات کے ساتھ ساتھ آسانیاں بھی ہیں جس طرح سورہ ضحیٰ میں خداوند

---

[1] بحرانی، البرہان، ۱۳۸۹ش، ج۵، ص۶۸۱۔

متعال اپنے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو عطا کرنے والی نعمتوں کا تذکرہ کرتا ہے اسی طرح اس سورت میں بھی آپ ﷺ کو دی جانے والی بعض دیگر نعمتوں کا تذکرہ کرتا ہے اسی بنا پر حقیقت میں سورہ انشراح سورہ ضحیٰ کا تسلسل ہے۔

فضیلت اور خواص

اس سورت کی فضیلت کی بارے میں پیغمبر اکرم ﷺ سے ایک حدیث نقل ہوئی ہے۔ جو شخص سورہ انشراح کی تلاوت کرے وہ اس شخص کی مانند ہے جس نے میرا دیدار کیا ہو[1]۔ اسی طرح امام صادق علیہ السلام سے بھی ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص سورہ انشراح کو دن یا رات میں پڑھے اس کے بدن کے تمام اجزاء اور اس کے اطراف میں موجود تمام چیزیں قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دیں گے[2]۔ پیغمبر اکرم ﷺ سے ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اس سورہ کی تلاوت کرے خدا اسے یقین اور عافیت عطا کرے گا[3]۔ دن اور رات کو اس سورت کی تلاوت کے بہت سارے خواص ذکر کیے گئے ہیں، مشکلات اور گرفتاریوں سے نجات کیلئے نماز کی دوسری رکعت میں اس کی قرأت کی سفارش کی گئی ہے، اس طرح اس کیلئے مزید خواص ذکر ہیں جن میں۔ سینے کے درد سے شفا، وضع حمل میں آسانی، ڈر اور خوف کا ازالہ اور دریائی سفر میں محافظت وغیرہ شامل ہیں[4]۔

۹۵۔ سورہ تین کا مختصر جائزہ

سورہ تین یا والتین والزیتون قرآن مجید کی ۹۵ویں سورت ہے جو مکی سورتوں میں سے ہے، یہ سورہ تین چھوٹی سورتوں میں سے ہے اور ۳۰ویں پارے میں واقع ہے، تین، انجیر کے معنی میں ہے، سورہ تین کا اصل مضمون قیامت اور اُخرَوی اجر کے بارے میں ہے، اللہ تعالی اس سورت کو چار قسموں سے شروع کرتے ہوئے انسان کی خلقت کو سب سے بہتر اور اچھی خلقت قرار دیتا ہے بعض روائی تفاسیر میں اس سورت کی آیتوں کو چودہ معصومین علیہم السلام میں سے بعض پر تطبیق دی ہے؛ مثال کے طور پر کہا گیا ہے کہ «والتین والزیتون» سے مراد امام حسنؑ اور امام حسینؑ ہیں۔

مضامین

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۹۰ش، ج۱۰، ص ۳۸۷۔

[2] شیخ صدوق، ثواب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ص ۱۲۳۔

[3] بحرانی، البرہان، ۱۴۱۵ق، ج۵، ص ۶۸۷۔

[4] کاشف الغطاء، کشف الغطاء، ۱۴۲۲ق، ج۳، ص ۴۷۵۔ کاشف الغطاء، کشف الغطاء، ۱۴۲۲ق، ج۳، ص ۲۶۱۔ بحرانی، البرہان، ۱۴۱۵ق، ج۵، ص ۶۸۷ میرزا حسین نوری، مستدرک الوسائل، ج۸، ص ۲۳۶

سورہ تین قیامت میں دوبارہ اٹھانے، اللہ کی طرف سے حساب اور اخروی جزا کے بارے میں ہے اس سورت کی ابتدا میں انسان کی بہترین خلقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے پھر کہا گیا ہے کہ بعض لوگ اپنی ابتدائی فطرت پر باقی رہتے ہیں لیکن بعض پست ترین مقام تک پہنچتے ہیں اور آخر میں یہ کہا گیا ہے کہ اللہ کی حکمت کا تقاضا ہے کہ ان دو گروہوں میں فرق ہو اور ان کے اجر میں بھی فرق ہو۔

فضیلت اور خواص

پیغمبر اکرم ﷺ سے منقول ہے کہ۔ جو شخص اس سورت کی تلاوت کرتا ہے، جب تک دنیا میں ہے (زندہ ہے) اللہ تعالی اسے دو خصوصیات عطا کرتا ہے۔ سلامتی اور یقین اور جب مرتا ہے تو جتنے لوگوں نے اس سورت کی تلاوت کی ہے اسی تعداد کے برابر ایک دن روزہ رکھنے کا ثواب اسے عطا کرتا ہے[1]۔ اسی طرح شعبان کی تیرہ تاریخ کی رات کو دو رکعت نماز نقل ہوئی ہے کہ جس کی ہر رکعت میں سورہ حمد کے بعد سورہ تین تلاوت کرنے کے لیے کہا گیا ہے[2]۔

۹۶۔ سورہ عَلَق کا مختصر جائزہ

سورہ عَلَق یا اِقرا پیغمبر اکرم ﷺ پر نازل ہونے والی پہلی سورت ہے (اکثر مفسروں کے مطابق) قرآن مجید کے موجودہ مصحف میں ۹۶ویں سورت ہے جس کا شمار مکی سورتوں میں ہوتا ہے اور ۳۰ویں پارے میں واقع ہے اس کے نام کو اس سورت کی دوسری آیت سے اخذ کیا گیا ہے جس میں انسانی خلقت کو جمے ہوئے خون (علق) کی طرف نسبت دیا ہے سورہ علق میں انسان کی خلقت اور تکامل نیز اللہ تعالی کی نعمتوں کا ذکر ہوا ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کے باوجود انسان اپنے پروردگار کے سامنے ناشکری اور تکبر کرتا ہے اس سورت میں اس شخص کے لیے دردناک عذاب کا ذکر ہے جو لوگوں کو ہدایت اور نیک اعمال سے روکتا ہے۔ سورہ علق واجب سجدے والی چار سورتوں میں سے ایک ہے اور اس کی آخری آیت میں سجدہ واجب ہے؛ یعنی جب اس آیت کو پڑھے یا سنے تو سجدہ کرنا ضروری ہے۔

مضامین

سورہ علق کی آیات میں مندرجہ ذیل مطالب بیان ہوئے ہیں۔ سورہ کی ابتدا میں پیغمبر اکرم ﷺ کو پڑھنے اور تلاوت کرنے کا حکم ہوتا ہے، انسانی خلقت کی تمام تر عظمت کے باوجود اسے بے قدر و قیمت خون کے ایک لوتھڑے سے تعبیر کیا گیا ہے، اللہ تعالی کے لطف و کرم کے زیر سایہ انسان کے تکامل اور اس کے علم اور قلم سے آشنائی کے بارے میں بات ہوتی ہے، سرکشی کرنے والے ناشکر انسانوں کا تذکرہ ہوا ہے، لوگوں کو

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۱۰، ۴۷۷۔

[2] شیخ صدوق، ثواب الاعمال، ۱۴۰۶ق، ص ۱۲۳۔ سید بن طاووس، اقبال الاعمال، ۱۳۷۶ش، ج۳، ص ۳۱۱۔

ہدایت پانے اور نیک اعمال کی انجام دہی سے روکنے والوں کے لیے سخت عذاب کا بیان ہے، سورت کے آخر میں اللہ تعالی کو سجدہ کرنے اور اس کے قریب ہونے کا حکم ہوتا ہے۔

فضیلت اور خواص

سورہ علق کی فضیلت کے بارے میں امام صادق علیہ السلام مروی ہے کہ جو کوئی دن یا رات میں سورہ اقراء باسم ربک پڑھے اور اسی دن یا رات کو مرجائے تو وہ شہید کی موت مرے گا اور اللہ تعالی اسے شہید محشور کرے گا اور شہدا کی صف میں کھڑا کرے گا، اور قیامت میں اس شخص کی مانند ہو گا جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے رکاب میں تلوار سے جہاد کیا ہے[1]۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سے منقول ہے کہ جس نے سورہ اقراء کی تلاوت کی گویا اس نے تمام مفصلات سورتوں کی تلاوت کی[2]۔ پانی میں غرق ہونے سے نجات، سفر میں حادثات سے محفوظ رہنا، مال کا چوری اور دیگر حادثات سے محفوظ رکھنا اس سورت کے خواص میں سے بعض ہیں جو اس سورت کے لئے ذکر ہوئے ہیں[3]۔

۹۷۔ سورہ قَدْر کا مختصر جائزہ

سورہ قدْر یا انا انزلنا تیسویں پارے کی ستانوے ویں (۹۷ویں) سورت ہے جو مکی سورتوں کا حصہ ہے اس سورت کا نام اس کی پہلی آیت سے لیا گیا ہے کہ جس میں نزول قرآن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے سورہ قدر شب قدر کی عظمت و فضیلت اور شب قدر میں فرشتوں کے نزول جیسے مطالب بیان کرتی ہے، اس کے مضامین سے قیامت تک کے لئے وجودِ معصوم کی ضرورت پر استدلال کیا جاتا ہے۔ نماز یومیہ، بعض مستحب نمازوں اور شب قدر میں ہزار مرتبہ اس کی تلاوت کی تاکید بیان ہوئی ہے۔

مضامین

مجموعی طور پر سورت قدر شب قدر میں نزول قرآن کی عظمت (جو ہزار مہینوں سے افضل) رکھتی ہے نیز اس رات رحمت کے فرشتوں اور روح کے نزول، اور تقدیر انسان کی تحریر اس رات کی برکات کے مضامین پر مشتمل ہے۔

فضیلت اور خواص

---

[1] طبرسی، جوامع الجامع، ۱۳۷۸ش، ج ۴، ص ۵۱۲۔

[2] ابوالفتوح رازی، روض الجنان و روح الجنان فی تفسیر القرآن، ۱۳۷۵ش، ج ۲۰، ص ۳۳۳۔

[3] بحرانی، البرہان فی تفسیر القرآن، مؤسسہ البعثہ، ج ۵، ص ۶۹۵۔

روایات میں اس سورت کی قرائت کی بہت زیادہ فضیلت بیان ہوئی ہے مثلاً۔ نماز یومیہ میں سورہ حمد کے بعد افضل ترین سورہ قدر و سورت اخلاص کی قرائت ہے[1]۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول روایت کے مطابق جملۂ «إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ» اور اس کی تفسیر پر ایمان رکھنے والا اس پر ایمان نہ رکھنے والے پر اس طرح فضیلت رکھتا ہے جس طرح انسان تمام حیوانات پر فضیلت رکھتا ہے[2]۔ امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ سورۂ «إنا أنزلناه» کو نماز واجب میں پڑھنے والے سے ہاتف غیبی اس طرح مخاطب ہوتا ہے۔ اے بندۂ خدا! ابھی تک جو تونے گناہ کیے تھے خدا نے وہ سب بخش دیئے ہیں اب تو نئے سرے سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کر[3]۔

۹۸۔ سورہ بَیِّنہ کا مختصر جائزہ

سورہ بیّنہ یا لَمْ یَکُن یا قَیِّمہ قرآن کی ۹۸ویں سورہ ہے یہ سورہ مدنی سورتوں میں سے ہے اور قرآن کے تیسویں پارے میں واقع ہے اس کا نام اس کی پہلی آیت سے لیا گیا ہے جس کے معنی گواہ کے ہیں، سورہ بینہ میں اسلام کی حقانیت اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ کی رسالت کو قبول کرنے کے حوالے سے اہل کتاب میں سے کافروں کی دشمنی اور لجاجت کے بارے میں بحث کی گئی ہے اور ان کو اور مشرکوں کو بدترین مخلوقات اور جہنم کا مستحق قرار دیا گیا ہے دوسری طرف سے مؤمنوں اور نیک انسانوں کو ہمیشہ رہنے والی بہشت کی بشارت دی گئی ہے اس کی ساتویں آیت؛ آیت خیرُ البریہ کے نام سے مشہور ہے اور شیعہ اور اہل سنت دونوں فریقوں کی احادیث کے مطابق یہ آیت امام علی علیہ السلام اور آپ کے پیروکاروں کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

مضامین

سورہ بیّنہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کی رسالت کے جہانی ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے روشن اور واضح دلائل سے ثابت کرتی ہے، اس سورہ میں دو فقہی احکام یعنی نماز اور زکات کے وجوب کو بیان کیا گیا ہے اسی طرح اس سورت میں اسلام کی حقانیت، وحی اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ کی رسالت کو قبول کرنے سے انکار کرنے والے اہل کتاب کی دشمنی کو بیان کرتے ہوئے ان کافروں اور مشرکین کو بدترین مخلوق اور جہنم کا مستحق قرار دیا گیا ہے اور دوسری طرف مؤمنوں اور نیک لوگوں کو بہترین مخلوق قرار دیتے ہوئے انہیں ہمیشہ رہنے والی بہشت کی بشارت دی گئی ہے۔

فضیلت اور خواص

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا۔ "اگر لوگوں کو اس سورت کی برکتوں کا علم ہوتا تو وہ اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر اسے سیکھنے میں لگ جاتے..." قبیلہ خُزاعہ سے ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اس سورت کی تلاوت کا کیا اجر و ثواب ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا۔

---

[1] کلینی، الکافی، ۱۴۰۷ق، ج۱، ص ۲۵۰۔

[2] کلینی، الکافی، ۱۴۰۷ق، ج۱، ص ۲۵۰۔

[3] صدوق، ثواب الأعمال وعقاب الأعمال، ۱۴۰۶ق، ص ۱۲۴۔

"کوئی منافق اسے تلاوت نہیں کرے گا اور نہ وہ شخص جس کے دل میں شک اور تردید ہو وہ اس کی تلاوت کرے گا خدا کی قسم خدا کے مقرب فرشتے جب سے زمین اور آسمان بنی ہے اس سورت کی تلاوت کرتے آئے ہیں اور اس کی تلاوت کرنے سے ایک لحظہ بھی کوتاہی نہیں کرتے اسی طرح فرماتے ہیں کہ جو بھی رات کو سوتے وقت اس کی تلاوت کرے گا، خدا فرشتوں کو اس کے دین و دنیا کی حفاظت، اس کی مغفرت اور اس پر رحمت کے نزول کی درخواست پر مامور کرتا ہے اور اگر کوئی دن کے وقت اس کی تلاوت کرے تو اس شخص کو ان چیزوں کے برابر ثواب دیا جائے جن کو دن کی روشنی روشن کرتی ہے اور رات کی تاریکی تاریک کرتی ہے"[1]۔

۹۹۔سورہ زلزال کا مختصر جائزہ

سورہ زلزال یا زلزلہ قرآن کی ۹۹ویں سورت اور چھوٹی سورتوں میں سے ہے جو ۳۰ویں پارے میں واقع ہے اکثر مفسروں کے مطابق یہ سورہ مدنی سورتوں میں سے ہے اور اس کی پہلی آیت سے اس کا نام انتخاب ہوا ہے سورہ زلزال قیامت کی نشانیوں کے بارے میں ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ہر نیک اور بد اعمال انجام دینے والے کو اس کے اعمال کا نتیجہ ملے گا۔

مضامین

سورہ زلزال تین مضامین پر مشتمل ہے۔[۱] قیامت واقع ہونے کی نشانیاں (اشراط الساعۃ)؛[۲] قیامت کے دن انسانی اعمال پر زمین کی گواہی؛ [۳] لوگوں کو اچھے اور بروں میں تقسیم کرنا اور ہر کسی کو اس کے اعمال کی جزا ملنا[۴] اللہ تعالی اس سورت میں قیامت کے دن محاکمہ سخت اور صحیح ہونے کی تاکید کرتا ہے۔

فضائل اور خواص

پیغمبر اکرم ﷺ سے منقول ہے کہ؛ جو بھی اس سورے کی تلاوت کرے گا گویا اس نے سورہ بقرہ کی تلاوت کی اور اسے ایک چوتھائی قرآن کی تلاوت کا ثواب دیا جائے گا اسی طرح ایک اور روایت آپ ﷺ سے منقول ہے کہ سورہ زلزال ایک چوتھائی قرآن کے برابر ہے[2]۔ امام صادق علیہ السلام سے بھی روایت نقل ہے کہ «اذا زلزلت» کی تلاوت سے تھکاوٹ اور ملالت کا احساس نہ کرو جو بھی مستحب نمازوں میں اس کی تلاوت کرے تو اللہ اسے زلزلے سے دوچار نہیں کرے گا اور زلزلہ یا آسمانی بجلی، یا دنیوی کسی آفت کے ذریعے اس کی موت نہیں آئے گی، اور اللہ اسے بہشت کا حکم کرے گا پھر اللہ تعالی فرمائے گا۔ اے میرے بندے! تم پر میں نے اپنی جنت مباح کر دی؛ جہاں چاہو جا کر رہو تمہارے لیے کوئی

---

[1] مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، ۱۳۷۱ش، ج ۲۷، ص ۱۹۶؛ طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج ۱۰، ص ۷۹۱۔

[2] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج ۱۰، ص ۷۹۶۔

مانع نہیں اور کوئی تمہیں وہاں سے نہیں نکالے گا[1]۔ نماز جعفر طیار میں بھی پہلی رکعت میں سورہ حمد کے بعد سورہ زلزال پڑھنے کی تاکید ہوئی ہے[2]۔

۱۰۰۔ سورہ عادیات کا مختصر جائزہ

سورہ عادیات یا والعادیات قرآن کی سویں سورت ہے جو گیارہ آیات پر مشتمل ہے اس سورت کی ابتداء قسم سے ہوتی ہے اس کا نام اس کی پہلی آیت سے لیا گیا ہے اور اس کے معنی تیز دوڑنے والے (گھوڑوں) کے ہیں اس کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف پایا جاتا ہے یہ سورہ قرآن کے آخری یعنی تیسویں پارے میں واقع ہے۔ سورہ عادیات میں مجاہدین اور قیامت کے دن مردوں کے زندہ ہونے نیز انسان کی ناشکری کے بارے میں بحث ہوتی ہے۔

مضامین

اس سورت میں میدان جنگ میں لڑنے والے مجاہدین اور سپاہیوں کی توصیف، اللہ کی نسبت انسان کی ناشکری، زر پرستی کی بنا پر انسان کی کنجوسی اور بخل نیز قیامت کی صورت حال اور روز جزا کی کیفیت سے متعلق بحث کی گئی ہے۔

فضیلت اور خواص

اس سورت کی فضیلت اور تلاوت کے حوالے سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سے نقل ہے کہ جو شخص اس سورت کی تلاوت کرے گا خدا عید قربان کی رات مزدلفہ میں قیام کرنے والے حجاج میں سے ہر ایک کے بدلے اس شخص کو دس نیکیاں عطا کرے گا۔ امام صادق علیہ السلام سے بھی نقل ہے کہ جو شخص سورہ عادیات کی تلاوت پر مداومت کرے گا خداوند قیامت کے دن اسے حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ محشور کرے گا اور یہ شخص آپ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے دوستوں کے ساتھ رہے گا[3]۔ بعض احادیث میں سورہ عادیات کو نصف قرآن کے برابر قرار دیا گیا ہے[4]۔ نماز جعفر طیار کی دوسری رکعت میں سورہ حمد کے بعد سورہ عادیات پڑھنے کی تاکید ہوئی ہے[5]۔

۱۰۱۔ سورہ عادیات کا مختصر جائزہ

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۱۰، ص۷۹۶۔

[2] قمی، مفاتیح الجنان، ص۶۶، ذیل «نماز جعفر طیار»۔

[3] مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، ۱۳۷۴ش، ج۲۷، ص۲۲۳؛ طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۱۰، ص۸۰۱۔

[4] مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، ۱۳۷۴ش، ج۲۷، ص۲۲۳۔

[5] قمی، مفاتیح الجنان، ۱۳۸۶ش، ص۶۶، نماز جعفر طیار۔

سورہ قارعہ قرآن مجید کی ۱۰۱ویں سورت ہے جو مکی سورتوں میں سے ہے اور ۳۰ویں پارے میں واقع ہے اس سورت کا نام سورت کے پہلے لفظ «القارعہ» سے لیا گیا ہے جو قیامت کے ناموں میں سے ایک ہے جس کا معنی "کھڑ کھڑانے والی" ہے سورہ قارعہ قیامت اور اس کے واقعات کے بارے میں ہے جس میں نیک کاموں کے لئے اجر اور برے کاموں کی سزا کے بارے میں بیان ہوا ہے۔

مضامین

یہ سورت آغاز سے اختتام تک واقعۂ محشر کو بیان کرتی ہے اور معاد (یعنی قیامت سے متعلق نازل ہونے والی) سورتوں میں سے ہے اس دن کے شدائد و احوال اور انسان کے انتہائی انجام کو بیان کرتی ہے اور واضح کرتی ہے کہ اگر کسی کے نیک اعمال برے اعمال اور گناہوں سے زیادہ اور معصیتوں پر بھاری ہوں تو وہ پر سرور زندگی اور جاویدانی حیات سے بہرہ ور ہوگا اور اگر کسی کے برے اعمال اس کے نیک اعمال پر بھاری ہوں تو اس کا ٹھکانا دوزخ اور بہت زیادہ جھلسا دینی والی آگ ہے۔

فضیلت اور خصوصیات

اُبَیّ بن کعب سے ایک روایت میں منقول ہے کہ جو بھی اس سورت کی تلاوت کرے گا قیامت کے دن اس کا نامہَ اعمال سنگین رہے گا اور اسی طرح امام باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو بھی القارعہ کی تلاوت کرتا ہے وہ دجال پر ایمان لانے کے فتنے سے محفوظ رہتا ہے اور قیامت میں جہنم کی ناپاکیوں سے محفوظ رہتا ہے[1]۔

۱۰۲۔ سورہ تَکاثُر کا مختصر جائزہ

سورہ تَکاثُر قرآن مجید کی ۱۰۲ویں سورت ہے جس کا شمار مکی سورتوں میں ہوتا ہے اور قرآن مجید کے ۳۰ویں پارے میں واقع ہے تکاثر کا معنی ایک دوسرے کو دیکھ کر بڑھ چڑھ کر حصول دنیا اور برتری دیکھانے کی کوشش کو کہا جاتا ہے، چونکہ یہ لفظ اس سورت کی پہلی آیت میں مذکور ہے اس لئے اس سورت کا نام تکاثر رکھا گیا ہے اس سورت میں ان لوگوں کی مذمت ہوئی ہے جو مال، اولاد اور طرفداروں کے لحاظ سے دوسروں پر فخر کرتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ عنقریب جو نعمتیں ان لوگوں کو دی گئی ہیں اس بارے میں ان سے سوال ہوگا۔

مضامین

---

[1] «في حديث أبي من قرأها ثقل الله بها ميزانه يوم القيامة» و «عمرو بن ثابت عن أبي جعفر (ع) قال من قرأ القارعة آمنه الله من فتنة الدجال أن يؤمن به و من قيح جهنم يوم القيامة» (مراجعہ کریں: طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۱۰، ص۸۰۶).

اس سورت میں "تکاثر" یعنی دنیا طلبی، اولاد اور طرفداروں کی کثرت میں ایک دوسرے پر فخر و مباہات کرنے کی مذمت ہوئی ہے؛ اس خصوصیت کی وجہ سے وہ لوگ اللہ تعالی اور حقیقی سعادت سے غافل ہوتے ہیں اسی طرح ان لوگوں کی تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ بہت جلدی اپنی اس بیہودہ حرکتوں کا نتیجہ پالیں گے اور جو نعمتیں انہیں دی گئی ہیں اس بارے میں عنقریب ان سے سوال ہو گا۔

فضیلت اور خصوصیات

سورہ تکاثر کی فضیلت کے بارے میں روایات میں آیا ہے کہ اگر کوئی شخص اس سورت کی تلاوت کرے تو اللہ تعالی نے دنیا میں جو نعمتیں اسے دی ہیں اس کا حساب کتاب نہیں ہو گا اور ہزار آیات کی تلاوت کے برابر ثواب ملے گا[1]۔ اسی طرح امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص واجب نمازوں میں سورہ تکاثر پڑھے تو اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا اور اگر مستحب نمازوں میں پڑھے تو ۵۰ شہیدوں کا اجر لکھے گا اور واجب نماز میں فرشتوں کی چالیس صفیں اس کے پیچھے نماز پڑھیں گی[2]۔ بعض روایات میں کچھ خصوصیات بیان ہوئی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جو اس سورت کی تلاوت کرے گا اگلے دن غروب تک امان میں رہے گا[3]۔

۱۰۳۔ سورہ عصر کا مختصر جائزہ

سورہ عصر یا والعَصْرِ قرآن مجید کی ۱۰۳ویں سورت ہے جس کا شمار مکی سورتوں میں ہوتا ہے اور قرآن مجید کے ۳۰ویں پارے میں واقع ہے اس کا نام پہلی آیت سے لیا گیا ہے خداوند متعال اس سورت کے آغاز میں عصر کی قسم کھاتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ سارے انسان گھاٹے میں ہیں مگر وہ لوگ جو ایمان والے ہیں، نیک عمل انجام دیتے ہیں اور ایک دوسرے کو حق اور صبر کی تلقین کرتے ہیں احادیث میں آیا ہے کہ اہل ایمان سے مراد وہ لوگ ہیں جو امام علی علیہ السلام کی ولایت پر ایمان لائے ہیں۔

مضامین

اس سورت میں خداوند متعال نے عصر کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ بے شک انسان خسارے میں ہے؛ سوائے ان کے جو ایمان لائیں اور نیک اعمال کرتے رہیں اور ایک دوسرے کو حق کی ہدایت اور صبر و تحمل [و استقامت] کی تلقین کرتے رہیں۔

فضائل اور خواص

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۱۰، ص۸۱۰۔

[2] شیخ صدوق، ثواب الاعمال، ۱۴۰۶ق، ص۱۲۵۔

[3] بحرانی، البرھان، ۱۴۱۶ق، ج۵، ص۷۴۳۔

سورہ عصر پیغمبر اکرم ﷺ کے اصحاب کے درمیان اتنی اہمیت کے حامل تھی کہ بعض مصادر کے مطابق جب ایک دوسرے سے ملتے تھے تو سورہ عصر سنائے بغیر اپنی جگہ سے نہیں اُٹھتے تھے اور ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے تھے[1]۔ امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو بھی متحب نمازوں میں سورہ عصر کی تلاوت کرے تو قیامت کے دن اس کا چہرہ نورانی ہوگا، مسکراتی اور چمکتی آنکھوں کے ساتھ بہشت میں اسے داخل کرینگے[2]۔ پیغمبر اکرم ﷺ کی ایک حدیث میں منقول ہے۔ کہ جو بھی اس سورت کو پڑھے گا اس کی عاقبت صبر اور بردباری پر اختتام پذیر ہوگی اور قیامت کے دن حق والوں کے ساتھ محشور ہوگا[3]۔

۱۰۴۔ سورہ هُمَزَہ کا مختصر جائزہ

سورہ ہُمَزہ یا لُمَزہ قرآن کریم کی ۱۰۴ویں اور مکی سورتوں میں سے ہے جو قرآن کے آخری پارے میں واقع ہے اس کا نام "ہمزہ" اور لمزہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہ دو لفظ اس کی پہلی آیت میں آئے ہیں جن کے معنی عیب جوئی اور بدگوئی کرنے والے کے ہیں اس سورت میں خداوند متعال مال اندوزی کرنے والے افراد کو جہنم کی چکنا چور کر دینے والی آگ سے ڈراتا ہے جو عیب جوئی کے ذریعے لوگوں پر برتری کے خواہاں ہیں۔ بعض مفسرین معتقد ہیں کہ یہ سورت وَلید بن مُغیرَہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو پیغمبر اکرم ﷺ کے پیٹھ پیچھے آپ پر تہمتیں لگایا کرتا تھا اور آپ کی شان میں بدگوئی کیا کرتا تھا جبکہ مفسرین کی ایک اور جماعت اسے ایک ایسے گروہ کے بارے میں نازل ہونے کی قائل ہے جو پیغمبر اکرم ﷺ کو بدنام کرنے کے درپے تھا۔

مضامین

اس سورت میں ذخیرہ اندوزی کرنے والے افراد کو جہنم کی آگ کی بشارت دی گئی ہے جو مال و دولت کی کثرت کے بل بوتے پر لوگوں کو اپنا غلام بنانا چاہتے ہیں اور غرور اور تکبر کا اظہار کرتے ہیں اسی بناء پر وہ لوگوں کی عیب جوئی کرتے ہیں، یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ ان کا مال و دولت انہیں ہمیشہ کیلئے زندہ رکھیں گے حالانکہ ایسا نہیں ہے اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔

فضیلت اور خواص

---

[1] سیوطی، الدر المنثور، ۱۴۰۴ق، ج۶، ص۳۹۱۔

[2] شیخ صدوق، ثواب الاعمال و عقاب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ص۱۲۵۔

[3] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۱۰، ص۴۳۴۔

اس سورت کی تلاوت کے بارے میں آیا ہے کہ جو شخص اسے اپنی واجب نمازوں میں قرائت کرے تو فقر و تنگدستی اس سے دور اور رزق و روزی اس کی طرف آئے گی، نیز یہ شخص بری موت سے محفوظ رہے گا[1]۔ پیغمبر اکرمؐ سے بھی اس حوالے سے مروی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ اور آپ کے ساتھیوں کا مذاق اڑانے والے افراد میں سے ہر ایک کی بدلے اسے دس نیکیاں عطا فرمائے گا[2]۔ بعض احادیث میں اس سورت کی تلاوت کے کچھ خواص ذکر ہوئے ہیں۔ ۱- نظر بد کا خاتمہ ۲- آنکھوں کے درد سے شفا[3]۔

۱۰۵۔سورہ فیل کا مختصر جائزہ

سورہ فیل ۱۰۵ویں سورت ہے اور مکی سورتوں میں اس کا شمار ہوتا ہے اور قرآن مجید کے ۳۰ویں پارے میں واقع ہے اس سورت کو اس لئے یہ نام دیا گیا ہے کہ اس میں اصحاب فیل کا واقعہ بیان ہوا ہے؛ وہ لوگ جو کعبہ کو مسمار کرنے کی غرض سے مکہ کی طرف آئے تھے اور اللہ تعالی کی طرف سے ابابیل نام کے پرندے ان پر مسلط ہوئے اور ان کے سروں پر کنکر مار کر ہلاک کر دیا بعض مراجع تقلید کے فتوے کے مطابق اگر کوئی نماز یومیہ میں سورہ حمد کے بعد سورہ فیل پڑھنا چاہے تو احتیاط کی بنا پر سورہ قریش بھی ساتھ پڑھے؛ کیونکہ یہ دونوں سورتیں ایک سورت کے حکم میں ہیں۔

مضامین

اس سورت میں اللہ تعالی اصحاب فیل کے واقعے کی طرف اشارہ کرتا ہے جو کعبہ کو مسمار کرنے کی غرض سے اپنے وطن سے نکلے تھے اور اللہ تعالی نے ان پر ابابیل پرندے مسلط کر کے انہیں ہلاک کر دیا پرندوں نے ان کے سروں پر کنکریاں پھینک کر انہیں اس طرح سے ہلاک کر دیا کہ کھائے ہوئے بھوسے کی طرح ہو گئے تھے۔

فضائل اور خواص

سورہ فیل کی تلاوت کی فضیلت کے بارے میں امام صادقؑ سے منقول ہے کہ واجب نمازوں میں پڑھے تو قیامت کے دن اس دنیا کی تمام موجوات گواہی دینگی کہ پڑھنے والا نمازیوں میں سے تھا اور قیامت کے دن ایک منادی ندا دے گا کہ میرے بندے کے بارے میں تم لوگوں نے صحیح گواہی دی اور اس کے بارے میں تمہاری گواہی قبول کرتا ہوں اسے بہشت لے جاؤ اور وہ ان لوگوں میں سے ہے جس کے کام کو خود اللہ تعالی

---

[1] فقہ الرضا، منسوب بہ امام رضا(ع)، موسسہ آل البیت علیہم السلام لاحیاء التراث، ص ۳۴۴۔

[2] طبرسی، الاحتجاج، ۱۴۰۳ق، ج ۲، ص ۴۸۲۔

[3] بحرانی، البرہان فی تفسیر القرآن، بنیاد بعثت، ۱۴۱۶ق، ج ۵، ص ۷۵۵؛ محسن آشتیانی و سید محسن موسوی، درمان با قرآن، ص ۱۶۳۔ بحرانی، البرہان فی تفسیر القرآن، بنیاد بعثت، ۱۴۱۶ق، ج ۵، ص ۷۵۵۔

پسند کرتا ہے[1]۔ بعض روایات میں سورہ فیل کی تلاوت کے لئے بعض خواص ذکر ہوئے ہیں؛ جیسے دشمن کے شر سے محفوظ رہنا،اور مسخ اور بہتان سے دوچار نہ ہونا[2]۔

۱۰۶۔سورہ قریش کا مختصر جائزہ

سورہ قریش یا ایلاف قرآن کی ایک سو چھ ویں اور مکی سورت ہے کہ جو تیسویں پارے میں ہے اس سورت کو اس اعتبار سے کہ یہ قریش کی یکجہتی کے بارے میں بات کر رہی ہے، قریش یا ایلاف کہا جاتا ہے یہ سورت قریش پر خدا کی نعمتوں اور ان کی ذمہ داریوں کو بیان کر رہی ہے۔

مضامین

سورہ قریش ابتدا سے آخر تک قریش کے بارے میں بات کر رہی ہے اور قریش پر خدا کی نعمتوں اور اس کے مقابلے میں ان کے فرائض کو ان الفاظ میں بیان کر رہی ہے کہ خدا نے تاکید کی ہے کہ اس یکجہتی کی بنیاد اور محور خدا کی بندگی ہے،وہی ہے جو خانہ کعبہ کا رب ہے اور اسی نے ان کی بھوک کو سیری و خوشحالی اور ان کی بدامنی کو امن و آسائش میں تبدیل کیا ہے۔

فضائل اور خواص

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ سے منقول ہے کہ جو شخص سورہ قریش کی قرائت کرے گا تو خداوند عالم اسے دس نیکیاں دے گا مسجد الحرام میں طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں کی تعداد کے برابر[3]۔ امام صادق علیہ السلام سے منقول روایت کے مطابق اس سورت کی بکثرت تلاوت موجب ہوگی کہ خدا قیامت کے دن اس شخص کو اس حال میں محشور کرے گا کہ وہ ایک بہشتی سواری پر سوار ہوگا یہاں تک کہ نور کے دستر خوان پر جا بیٹھے گا[4]۔ بعض روایات میں اس کے خواص میں آیا ہے کہ یہ دل کی بیماریوں اور غذا کے زہریلے اثرات کو ختم کرتی ہے[5]۔

۱۰۷۔سورہ ماعون کا مختصر جائزہ

---

[1] شیخ صدوق، ثواب الاعمال وعقاب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ص ۱۲۶۔

[2] حر عاملی، وسائل الشیعہ، ۱۴۱۴ق، ج۶، ص ۵۵۔ طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۱۰، ص ۸۲۰۔

[3] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۱۰، ص ۸۲۷۔

[4] شیخ صدوق، ثواب الاعمال وعقاب الاعمال، ۱۳۸۲ش، ص ۱۲۶۔

[5] بحرانی، البرہان فی تفسیر القرآن، ۱۴۱۶ق، ج۵، ص ۷۵۹۔

سورہ ماعون یا أَرَأَيْتَ الَّذِي قرآن مجید کی ۱۰۷ویں سورت ہے جس کا شمار مکی سورتوں میں ہوتا ہے اور قرآن مجید کے ۳۰ویں پارے میں واقع ہے ماعون کا لفظ اس سورت کی آخری آیت کے آخری لفظ سے لیا گیا ہے جس کا معنی زکات یا ہر مفید چیز کے ہیں اس سورت میں قیامت کے منکروں کی صفات بیان ہوئی ہیں قرآن کہتا ہے یہ لوگ انفاق نہیں کرتے ہیں، نماز کو سبک سمجھتے ہیں اور ریاکاری کرتے ہیں کہا گیا ہے کہ سورہ ماعون ابوسفیان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

مضامین

اس سورت میں قیامت کے منکروں کی صفات کو پانچ مرحلوں میں بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ قیامت سے انکار کی وجہ سے اللہ کی راہ میں انفاق کرنے اور یتیم و مسکین کی مدد سے انکار کرتے ہیں، نماز میں سستی کرتے ہیں ریاکاری کرتے ہیں اور محتاجوں کی مدد نہیں کرتے ہیں۔

فضیلت اور خصوصیات

پیغمبر اکرم ﷺ سے منقول ہے کہ جو بھی نماز عشاء کے بعد سورہ ماعون کی تلاوت کرے اللہ تعالی اسے بخش دے گا اور صبح کی اذان تک اس کی حفاظت کرے گا[1]۔ امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس نے نماز عصر کے بعد سورہ ماعون کی تلاوت کی وہ اگلے دن عصر تک اللہ کے حفظ و امان میں محفوظ رہے گا[2]۔ ایک اور روایت میں منقول ہے کہ واجب اور مستحب نمازوں میں اس سورت کو پڑھنے سے اس شخص کی نماز اور روزے اللہ کے ہاں قبول ہونے کا باعث بنتے ہیں اور اس کے دوسرے امور کا حساب نہیں ہوتا ہے[3]۔

۱۰۸۔ سورہ کوثر کا مختصر جائزہ

سورہ کوثر قرآن کریم کی ۱۰۸ویں اور مکی سورتوں میں سے ہے جو تیسویں پارے میں واقع ہے یہ سورہ قرآن کا سب سے چھوٹا سورہ ہے اس سورے کو اس بنا پر "کوثر" کہا جاتا ہے کہ اس کی ابتدائی آیت میں اللہ تعالی کی جانب سے اپنے پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کو کوثر عطا کرنے کا ذکر ہے اور پیغمبر اکرم ﷺ کو اس عظیم نعمت کے شکرانے کے طور پر نماز پڑھنے اور قربانی دینے کا حکم دیا گیا ہے۔

مفسرین نے کوثر کے بہت سارے مصادیق کی طرف اشارہ کیا ہے منجملہ ان میں۔ حوض کوثر، بہشت، خیر کثیر، نبوت، قرآن، اصحاب کی کثیر تعداد اور شفاعت وغیرہ مشہور ہیں شیعہ علماء کے مطابق حضرت فاطمہ زہرا(س) اور آپ کی ذریت کوثر کے مصادیق میں سے ہیں کیونکہ یہ سورہ ان لوگوں کے جواب میں نازل ہوا ہے جنہوں نے پیغمبر اکرم ﷺ کو ابتر ہونے کا طعنہ دیا تھا۔

---

[1] بحرانی، البرہان فی تفسیر القرآن، ۱۴۱۵ق، ج۵، ص۷۶۷۔
[2] بحرانی، البرہان فی تفسیر القرآن، ۱۴۱۵ق، ج۵، ص۷۶۷۔
[3] بحرانی، البرہان فی تفسیر القرآن، ۱۴۱۵ق، ج۵، ص۷۶۷۔

مضامین

سورہ ضحیٰ اور سورہ انشراح کی طرح اس سورت کی تمام آیات میں پیغمبر اکرم ﷺ کو مورد خطاب قرار دیا گیا ہے، پہلی آیت میں خدا کی طرف سے پیغمبر اکرم ﷺ کو کوثر جیسی نعمت عطا کرنے کی بشارت دی گئی ہے، مفسرین کوثر سے خیر کثیر مراد لیتے ہیں، دوسری آیت میں اس عظیم نعمت کے شکرانے میں نماز ادا کرنے اور قربانی دینے کا حکم دیا گیا ہے، تیسری اور آخری آیت میں آپ ﷺ کے دشمنوں کو ابتر اور بے اولاد قرار دیا گیا ہے۔

فضیلت اور خواص

ابو بصیر امام صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں۔ جو شخص اپنی یومیہ نمازوں میں سورہ کوثر کی تلاوت کرتا ہے اسے قیامت کے دن حوض کوثر نصیب ہو گا اور وہ درخت طوبیٰ کے سایے میں رسول خدا کا ہم نشین ہو گا[1]۔ پیغمبر اکرم ﷺ سے روایت ہے۔ جو شخص سورہ کوثر کی تلاوت کرتا ہے خداوند متعال اسے بہشت کی نہروں سے سیراب کرے گا اور عید قربان کے دن مسلمانوں کی طرف سے ذبح کرنے والی قربانی نیز اہل کتاب اور مشرکین کی طرف سے پیش کردہ قربانی کے برابر اسے ثواب دیا جائے گا[2]۔

۱۰۹۔سورہ کافرون کا مختصر جائزہ

سورہ کافرون قرآن کریم کی ۱۰۹ویں سورت ہے جس کا شمار مکی سورتوں میں ہوتا ہے اور قرآن مجید کے ۳۰ویں پارے میں واقع ہے اس کو سورہ کافرون کہا جاتا ہے کیونکہ یہ کافروں کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو آئینِ بت پرستی سے کھلے عام برائت کرنے کا حکم دیتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ ان سے کہیں کہ ان کے دین کی طرف مائل نہیں ہونگا کبھی ان کے ساتھ کسی قسم کی سازباز کرنے کو تیار نہیں ہوں، کہا گیا ہے کہ یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جب کافروں نے پیغمبر اکرم ﷺ کو یہ تجویز دی تھی کہ کچھ عرصہ وہ لوگ پیغمبر اکرم ﷺ کے دین کی پیروی کریں گے اور کچھ عرصہ پیغمبر ان کے آئین کی پیروی کریں۔

مضامین

خداوند متعال نے سورہ کافرون میں پیغمبر اسلام ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ بت پرستی کے آئین سے بیزاری کا اعلان کریں نیز یہ بھی کہا کہ کافروں سے کہدیں کہ وہ ان کا آئین نہیں مانیں گے لہذا نہ محمد ﷺ کا دین وہ لوگ مانیں گے اور نہ ہی پیغمبر اکرم ﷺ ان کا آئین قبول کریں گے لہذا کافر اس بات سے مایوس ہو جائیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ ان سے کوئی سازباز کرینگے۔

---

[1] شیخ صدوق ثواب الأعمال، ۱۴۰۶ق، ص۱۲۶ و ۱۲۷۔

[2] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۱۰، ص۸۳۵۔

فضیلت اور خصوصیات

اس سورت کی فضیلت کے بارے میں نقل ہوا ہے کہ کسی نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ کے پاس آکر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ مجھے ایسی چیز کی تعلیم دیں جسے سوتے وقت پڑھوں آپ نے فرمایا جب سونا چاہو تو سورہ کافرون کی تلاوت کر کے سوجاؤ اس سے تم شرک سے محفوظ رہو گے[1]۔ اسی طرح امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اس سورت کی تلاوت کا ثواب ایک چوتھائی قرآن کی تلاوت کے برابر ہے جو شخص اپنی واجب نمازوں میں سورہ کافرون اور اخلاص کی تلاوت کرے تو اللہ تعالی اسے، اس کے والدین اور اس کی اولاد کو بخش دے گا[2]۔ آپ نے مزید فرمایا۔ نماز فجر کی دو رکعت میں جو سورت پسند ہے پڑھو لیکن میں سورہ اخلاص اور کافرون پڑھنا زیادہ پسند کرتا ہوں[3]۔ روایات میں اس سورت کی خصوصیات میں تلاوت کرنے والے سے شیطان کا دور رہنا، اگر سورج طلوع کرتے وقت دس مرتبہ پڑھے تو دعا کی استجابت، شب جمعہ اگر سو بار پڑھ کر سوئے تو خواب میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ کو دیکھنا، ذکر ہوا ہے[4]۔

۱۱۰۔ سورہ نصر کا مختصر جائزہ

سورہ نصر قرآن کی ۱۱۰ویں اور مدنی سورتوں میں سے ہے جو ۳۰ویں پارے میں واقع ہے سورت کا نام پہلی آیت سے لیا گیا ہے جو کامیابی کے معنی میں ہے اس سورت کے دوسرے ناموں میں سے ایک اذاجاء ہے یہ سورت تین اہم پیشگوئیوں اور غیبی اخبار پر مشتمل ہے۔ [۱] فتح مکہ عظیم کامیابی اور اسلام کی آخری فتح کے عنوان سے؛ [۲] مکہ اور مضافات کے لوگوں کا ایمان لانا اور رسول اللہ کے ہاتھوں بیعت؛ [۳] رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کی رحلت، دعا کی استجابت اور دشمنوں کے مقابلے میں کامیابی اس سورت کی خصوصیات میں شمار کی جا سکتی ہیں۔

مضامین

اللہ تعالی سورہ نصر میں پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ کو کامیابی اور فتح و نصرت کا وعدہ دیتا ہے اور یہ خبر دیتا ہے کہ بہت جلدی لوگ گروہ گروہ کی شکل میں اسلام قبول کرینگے پھر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ کو اس فتح و کامیابی کے نتیجے میں اللہ تعالی کی حمد و ثنا اور تعریف کرنے اور استغفار کرنے کا حکم دیتا ہے علامہ طباطبائی جیسے بعض مفسروں کے مطابق یہ سورت مدینہ میں صلح حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی؛ لہذا اللہ تعالی نے جس فتح کا وعدہ دیا ہے وہ فتح مکہ ہے، لیکن بعض دیگر کا کہنا ہے کہ یہ سورت حجۃ الوداع کے دوران منٰی میں نازل ہوئی ہے، واحدی نیشابوری نے اسباب النزول میں لکھا ہے کہ یہ سورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کی غزوہ حنین سے واپسی کے وقت نازل ہوئی اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ و آلہ دو سال سے زیادہ بقید حیات نہ رہے۔

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۱۰، ص۵۵۰۔

[2] شیخ صدوق، ثواب الاعمال، ۱۴۰۶ق، ص۱۲۷۔

[3] شیخ طوسی، تہذیب الاحکام، ۱۳۷۸/۱۳۸۲ق. ج۲، ص۱۳۶۔

[4] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۱۰، ص۵۵۲۔ کفعمی عاملی، مصباح کفعمی، ص۴۶۱۔ محدث نوری، مستدرک الوسائل، مؤسسہ آل البیت، ج۶، ص۱۰۵۔

فضائل اور خواص

پیغمبر اکرم ﷺ سے منسوب ایک روایت میں آیا ہے کہ جو اس سورت کی تلاوت کرے گا اس کا ثواب اس شخص کے برابر ہے جو فتح مکہ میں پیغمبر اکرم ﷺ کے رکاب میں شہید ہوا ہے[1]۔ اسی طرح ایک اور روایت کے مطابق جس نے ۹ شعبان کی رات کو چار رکعت نماز پڑھی جس کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد دس مرتبہ سورہ نصر پڑھا تو اللہ تعالی اس کے بدن پر جہنم کی آگ حرام قرار دے گا (یعنی جہنم کی آگ سے عذاب نہیں ہو گا) اور ہر آیت کی تلاوت کے بدلے جنگ بدر کے دس شہید اور دینی علماء کا ثواب ملے گا[2]۔ اسی طرح اس سورت کے بعض دوسرے خواص میں سے دعا کی قبولیت اور دشمن پر کامیابی بیان کی گئی ہے[3]۔

۱۱۱۔ سورہ مسد کا مختصر جائزہ

سورہ مسد یا تَبَّت قرآن کریم کی ۱۱۱ویں اور مکی سورتوں میں سے ہے جو پارہ نمبر ۳۰ میں واقع ہے "مسد" مُونج کی بٹی ہوئی رسی کو کہا جاتا ہے اور یہ نام اس سورت کی آخری آیت سے جبکہ "تبت" اس کی پہلی سے لیا گیا ہے یہ سورت ابولہب اور اس کی زوجہ جو پیغمبر اکرم ﷺ کے بہت بڑے دشمنوں میں سے تھے، کے بارے میں نازل ہوئی اور اس میں ان دونوں کو جہنم کی آگ کی خبر دی ہے اس سورت میں ابولہب کی بیوی کو حمالۃ الحطب (ایندھن اٹھانے والی) کے نام سے یاد کیا گیا ہے بعض مفسرین کہتے ہیں کہ چونکہ یہ عورت پیغمبر اکرم ﷺ کو اذیت پہنچانے کے لئے آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھاتی تھی اس وجہ سے اسے اس نام سے یاد کیا گیا ہے۔

مضامین

سورہ مسد مکمل طور پر ابولہب اور اس کی زوجہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس سورت میں ابولہب اور اس کے اعمال کی نابودی کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے اس کی بیوی کو جہنم کی آگ کی بشارت دی گئی ہے، تفسیر نمونہ میں آیا ہے کہ یہ سورت واحد سورہ ہے جس میں دشمنان اسلام میں سے ایک کا نام لے کر ان کی مذمت کی گئی ہے اس سورت کے مضامین سے معلوم ہوتا ہے کہ ابولہب اور اس کی زوجہ کو پیغمبر اکرم ﷺ سے سخت دشمنی تھی۔

فضیلت اور خواص

---

[1] بحرانی، البرہان فی تفسیر القرآن، واحد تحقیقات اسلامی بنیاد بعثت، ۱۴۱۷ق، ج ۵، ص ۷۸۳۔

[2] سید بن طاووس، اقبال بالاعمال الحسنۃ، تحقیق: جواد قیومی اصفہانی، قم، مرکز النشر التابع لمکتب الأعلام الإسلامی، ۱۴۱۶ق، ج ۳، ص ۲۲۰۔

[3] نمازی شاہرودی، مستدرک سفینۃ البحار، ۱۳۷۸ش، ج ۸، ص ۴۸۰۔

پیغمبر اکرم ﷺ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا۔ مجھے امید ہے کہ جو شخص سورہ مسد کی تلاوت کرے گا خدا اسے ابولہب کے ساتھ ایک مقام پر محشور نہیں فرمائے گا[1]۔ پیغمبر اکرم ﷺ کا یہ فرمان اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ شخص اہل بہشت ہو گا[2]۔

۱۱۲۔ سورہ اخلاص کا مختصر جائزہ

سورہ اخلاص یا توحید قرآن کریم کی ۱۱۲ویں سورت ہے جو مکی سورتوں میں سے ہے اور ۳۰ویں پارے میں واقع ہے اس سورت کو اس لئے توحید یا اخلاص کا نام دیا گیا ہے کہ اس میں اللہ کی وحدانیت کا ذکر ہے اور یہ انسان کو شرک سے نجات دیتی ہے، سورہ توحید کا مضمون توحید اور اللہ تعالی کی وحدانیت اور اللہ کا دوسروں سے بے نیازی اور مخلوقات کا اللہ کی طرف محتاج ہونا ہے۔

روایت کے مطابق پیغمبر اکرم ﷺ نے امام علی علیہ السلام کو سورہ اخلاص سے تشبیہ دی ہے اور فرمایا ہے کہ جس طرح تین مرتبہ سورہ اخلاص کی تلاوت پورے قرآن کے مانند ہے اسی طرح امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ دل، زبان اور ہاتھ سے (عمل) سے محبت کرنا پورا اسلام ہے۔

مضامین

علامہ طباطبائی تفسیر المیزان میں لکھتے ہیں کہ سورہ اخلاص میں اللہ تعالی کی یوں تعریف ہوئی ہے کہ وہ احد ہے اور تمام موجودات اپنی تمام ضروریات میں اس کے محتاج ہیں اور کوئی بھی اس کی ذات، صفات یا افعال میں شریک نہیں ہے یہ توحید قرآن سے مختص ہے اور تمام (اصولی، فرعی اور اخلاقی) معارف کی بنا انہی پر ہے۔

فضیلت اور خصوصیات

پیغمبر اکرم ﷺ اور امام باقرؑ سے منقول ہے کہ سورہ توحید ایک تہائی قرآن کے برابر ہے[3]۔ امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ جو بھی سورہ توحید پڑھے اور اس پر یقین بھی ہو تو گویا اس نے توحید (اللہ کی وحدانیت) کو پہچان لیا ہے[4]۔ پیغمبر اکرم ﷺ سے منقول ہے کہ اس سورت کو زیادہ پڑھو کیونکہ یہ سورہ قرآن کا نور ہے[5]۔ امام علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس نے دن یا رات میں سورہ توحید اور سورہ قدر کی سو مرتبہ تلاوت کی، اس کے مرنے کے بعد اللہ اس کی قبر میں اس کے آگے اور پیچھے ایک نور قرار دے گا جو بہشت تک اس کے ساتھ ہو گا[6]۔ امام صادق علیہ السلام کا بھی فرمان ہے کہ جو شخص پنجگانہ نمازیں پڑھے لیکن کسی ایک میں بھی سورہ توحید نہ پڑھے تو اس سے کہا جائے گا کہ تم نمازیوں میں سے نہیں

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۷۲ش، ج۱۰، ص۸۵۰۔

[2] مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، ۱۳۷۴ش، ج۲۷، ۴۱۲۔

[3] سیوطی، الدرالمنثور، ج۸، ص۶۷۸تا۶۸۰؛ قطب راوندی، الدعوات، مدرسہ امام مہدی، ص۲۱۷۔

[4] شیخ صدوق، عیون اخبار الرضا، ۱۴۰۴ق، ج۲، ص۱۲۲۔

[5] قطب راوندی، الدعوات، مدرسہ امام مہدی، ص۸۴۔

[6] قطب راوندی، الدعوات، مدرسہ امام مہدی، ص۲۱۹۔

ہو[1]۔ روایی منابع میں اس سورہ کی قرائت کی بعض خصوصیات جیسے؛ آنکھ کے درد ختم ہونا، سفر کے دوران انسان کی حفاظت (اگر گیارہ مرتبہ پڑھے) اور اسی طرح سوتے ہوئے ۵۰ فرشتوں کا اس کی حفاظت پر مامور ہونا، فقر اور تنگ دستی کو دور کرنا اور گناہوں کی بخشش (اگر ۲۰۰ مرتبہ جمعہ کے دن یا رات میں دو رکعتی نماز میں پڑھے)، اور اسی طرح استجابت دعا (اگر پہلی رکعت میں سورہ حمد کے بعد پڑھے) ذکر ہوئے ہیں[2]۔

۱۱۳۔ سورہ فلق کا مختصر جائزہ

سورہ فلق قرآن کریم کی ۱۱۳ویں اور مکی سورتوں میں سے ہے جو ۳۰ویں پارے میں واقع ہے سورہ فلق چار قل میں سے ہے خداوند عالم اس سورت میں پیغمبر اکرم ﷺ کو ہر چیز خاص کر رات کی تاریکی، گرہوں میں پھونکیں مارنے والوں اور حسد کرنے والوں کے شر سے خدا کی پناہ مانگنے کا حکم دے رہا ہے، اہل سنت کے بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جب ایک یہودی نے پیغمبر اکرم ﷺ پر جادو کیا جس کی وجہ سے حضور ﷺ بیمار ہوئے جبرئیل کے توسط سے سورہ فلق اور سورہ ناس کے نزول کے بعد ان آیات کو پیغمبر اکرم ﷺ پر پڑھا گیا جس کے بعد آپ بستر بیماری سے بلند ہوئے لیکن بعض شیعہ علماء اس بات پر اعتراض کرتے ہیں کیونکہ پیغمبر اکرم ﷺ پر سحر اور جادو اثر ہی نہیں کرتا۔

سورہ فلق اور سورہ ناس کو مُعَوِّذَتین بھی کہا جاتا ہے؛ کیونکہ انہیں تعویذ کیلئے پڑھا جاتا ہے۔

مضامین

خداوند عالم اس سورت میں پیغمبر اکرم ﷺ کو ہر چیز خاص کر رات کی تاریکی، گرہوں میں پھونکیں مارنے والوں اور حسد کرنے والوں کے شر سے خدا کی پناہ مانگنے کا حکم دے رہا ہے تفسیر المیزان کے مطابق "النَّفّاثاتِ فِي الْعُقَدِ" سے مراد صرف جادوگر عورتیں نہیں بلکہ اس سے مراد جادو کرنے والا ہر شخص ہے۔ تفسیر نمونہ کے مطابق سورہ فلق پیغمبر اکرم ﷺ اور مسلمانوں کو ہر چیز کی برائی اور شر سے خدا کی پناہ لینے کی تعلیم دیتی ہے۔

فضیلت اور خواص

اس کی تلاوت کے بارے میں پیغمبر اکرم ﷺ سے منقول ہے کہ جو شخص سورہ فلق اور سورہ ناس کی تلاوت کرے وہ اس شخص کی مانند ہے جس نے تمام انبیاء کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہو[3]۔ اسی طرح امام باقر علیہ السلام سے بھی منقول ہے کہ جو شخص نماز شب کی وتر میں مُعَوِّذَتین (ناس و فلق)

---

[1] کلینی، اصول کافی، ج۲، ص۴۵۵۔

[2] بحرانی، تفسیر البرہان، ۱۴۱۶ق، ج۵، ص۷۹۸۔ قطب راوندی، الدعوات، مدرسہ امام مہدی، ص۲۹۵۔ طبرسی، مکارم الاخلاق، ۱۳۷۷ش، ص۲۸۹۔ شیخ صدوق، خصال، ۱۴۰۳ق، ص۶۲۶۔ طوسی، مصباح المتہجد، ۱۴۱۱ق، ص۲۶۱۔ شیخ صدوق، من لایحضرہ الفقیہ، ۱۴۱۳ق، ج۱، ص۳۱۵۔

[3] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۳۸ق، ج۱۰، ص۴۹۱۔

اور سورہ اخلاص کی تلاوت کرے اس شخص سے مخاطب ہو کر کہا جاتا ہے کہ اے بندہ خدا تمہارے لئے خوشخبری ہے کہ خدا نے تمہاری نماز وتر کو قبول کیا ہے[1]۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ سورہ فلق اور سورہ ناس کو خدا کے یہاں سب سے محبوب سورتیں قرار دیتے ہیں[2]۔ ایک اور حدیث میں پیغمبر اکرم ﷺ سے نقل ہے کہ جو شخص سورہ اخلاص، سورہ ناس اور سورہ فلق کو ہر رات دس مرتبہ پڑھے تو گویا ایسا ہے کہ اس نے پورے قرآن کی تلاوت کی ہو اور یہ شخص اپنے گناہوں سے اس طرح باہر آئے گا گویا اس کی ماں نے اسے تازہ جنم دیا ہے اور یہ شخص اگر اسی دن یا رات مرجائے تو شہادت کی موت مرا ہے[3]۔ سورہ فلق کے خواص کے بارے میں نقل ہوا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ مُعَوِّذَتین پڑھ کر امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے لئے تعویذ باندھتے تھے[4]۔

۱۱۴۔ سورہ ناس کا مختصر جائزہ

سورہ ناس قرآن کی ۱۱۴ویں اور مکی سورتوں میں سے ہے جو تیسویں پارے میں واقع ہے سورہ ناس چار قل میں سے ایک ہے اس سورت میں خداوند عالم اپنے حبیب ﷺ کو چھپے ہوئے وسوسہ گروں سے خدا کی پناہ مانگنے کا حکم دیتا ہے، اہل سنت کی بعض تفاسیر میں آیا ہے کہ یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جب ایک یہودی نے پیغمبر اکرم ﷺ پر جادو کیا جس کی وجہ سے آپ ﷺ بیمار ہو گئے تھے جبرئیلؑ کے توسط سے سورہ فلق اور سورہ ناس کے نزول کے بعد ان آیتوں کو پیغمبر اکرم ﷺ پر پڑھا گیا جس کے بعد آپ ﷺ بستر بیماری سے اٹھ کھڑے ہوئے بعض شیعہ علماء اس تفسیر کو قبول نہیں کرتے کیونکہ وہ پیغمبر اکرم ﷺ پر سحر اور جادو کے اثر انداز ہونے کے قائل نہیں ہیں۔

مضامین

خداوند عالم اس سورت میں اپنے حبیب کو حکم دے رہا ہے کہ آپ خَنّاس (باربار وسوسہ ڈالنے اور بار بار پسپا ہونے والوں) کی شر سے خدا کی پناہ مانگیں، اس سورت کے مضامین سورہ فلق کے مضامین کی طرح ہیں دونوں میں آفتوں اور مصیبتوں کے موقع پر خدا کی پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے، اس فرق کے ساتھ کہ سورہ فلق میں مختلف انواع کے شرور سے پناہ مانگنے جبکہ اس سورت میں فقط بار بار وسوسہ ڈالنے اور بار بار پسپا ہونے والے (خناس) کی شر سے پناہ مانگنے کی بات ہوئی ہے۔

فضیلت اور خواص

---

[1] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۳۸ق، جلد ۱۰ ص ۴۹۱۔

[2] مجلسی، بحارالانوار، ۱۴۰۳ق، ج ۹۲، ص ۳۶۸۔

[3] طبرسی، مجمع البیان، ۱۳۳۸ق، ج ۱۰، ص ۴۹۱۔

[4] دانشنامہ قرآن و قرآن پژوہی، ۱۳۷۷ش، ج ۲، ص ۱۲۷۲-۱۲۷۱۔

پیغمبر اکرم ﷺ سے اس کی تلاوت کے بارے میں آیا ہے کہ جو شخص سورہ فلق اور سورہ ناس کی تلاوت کرے وہ اس شخص کی مانند ہے جس نے تمام انبیاء کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہو، امام باقر ﷺ سے منقول ہے کہ جو شخص نماز وتر میں مُعَوِّذَتین (سورہ ناس اور سورہ فلق) اور سورہ اخلاص کی تلاوت کرے تو اس سے مخاطب ہو کر کہا جاتا ہے کہ اے بندہ خدا تمہارے لئے خوشخبری ہے کہ تمہاری یہ نماز قبول ہو گئی ہے اسی طرح ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ سورہ فلق اور سورہ ناس کو خدا کے یہاں سب سے محبوب سورتیں قرار دیتے ہیں۔ سورہ ناس کے خواص کے بارے میں نقل ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے سورہ ناس اور سورہ فلق کی تلاوت کے ذریعے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو تعویذ فرمایا، ایک اور حدیث میں پیغمبر اکرم ﷺ سے نقل ہے کہ جو شخص سورہ اخلاص، سورہ ناس اور سورہ فلق کو ہر رات دس مرتبہ پڑھے تو وہ اس شخص کی مانند ہے جس نے پورے قرآن کی تلاوت کی ہو اور اس کے تمام گناہ معاف کیے جائیں گے اس طرح کہ گویا آج ہی وہ متولد ہوا ہو اور اسی رات یا دن کو اگر یہ شخص مر جائے تو وہ شہید کی موت مرے گا[1]۔

تیسویں پارے کے چیدہ نکات

عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ﴿١﴾ عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيمِ ﴿٢﴾ سورۃ النبا

روایات میں نباء عظیم کے بارے میں بہت سی باتیں وارد ہوئی ہیں لیکن حقیقت امر یہ ہے کہ کفار کیلئے پیغمبرؑ اسلام کی بیان کی ہوئی ہر بات ایک عظیم خبر کی حیثیت رکھتی تھی اور وہ آپس میں اس موضوع پر گفتگو کرتے تھے کہ یہ روزانہ جو خبریں دیا کرتے ہیں ان میں کہاں تک واقعیت اور صداقت پائی جاتی ہے کبھی خدا کے بارے میں کبھی آخرت کے بارے میں کبھی نبوت کے بارے میں اور کبھی دیگر خبریں قدرت نے یہ واضح کر دیا کہ یہ عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا اس کے بعد اپنی قدرت کے شواہد بیان کیے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ موضوع بھی زیر بحث تھا، پھر آخرت کا ذکر کیا جو علامت ہے کہ یہ بھی ایک موضوع تھا پھر دیگر جزئیات جزا و سزا کا ذکر کیا گیا اور درمیان میں بعض دیگر اہم نکات کی طرف بھی اشارہ کر دیا گیا مثلاً (وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا) جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کافروں نے خدائی آیات کا بھی انکار کیا تھا اور انہیں بھی جھٹلایا تھا جس سے اس بات کی بھی تائید ہوتی ہے کہ نباء عظیم سے مراد ولایت حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام ہے جس کا اعتراف (بقولے) بدترین دشمن عمرو عاص نے بھی کیا ہے کہ "ھو النباء العظیم و فلک نوح" اور اس کا ایک اشارہ سورہ کے آخر میں بھی ہے کہ کافر کی یہ آرزو ہو گی کہ کاش میں تراب ہوتا جس سے اس امر کا اشارہ ملتا ہے کہ وہ غیر مکلّف اور جماد بنا رہنا چاہتا تھا اور اس امر کا بھی اشارہ ملتا ہے کہ فیصلہ ابو تراب کی محبت پر ہونے والا ہے اور کافر اس سے بھی محروم رہ گیا ہے، اسی لئے آرزو کر رہا ہے کہ کاش میں تراب ہوتا تو ابو تراب کے زیر حکومت ہوتا اور ان کی محبت کو اپنے دل میں لے کر میدان حشر میں آتا۔

يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا ۖ لَّا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿٣٨﴾ سورۃ النبا

---

[1] سورۂ فلق کی فضیلت اور خواص کے بعینہ حوالہ کی جانب مراجعہ فرمائیں۔

روز قیامت سخت ترین وقت ہو گا جہاں ملائکہ مقربین اور جبریل امین میں بھی زبان کھولنے کا یارانہ ہو گا لیکن اس کے باوجود رحمان بعض بندوں کو اجازت دے سکتا ہے کہ وہ عرض مدعا کریں اور دیگر بندوں کے حق میں سفارش کریں، ان کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ یہ ہر بات درست اور صحیح صحیح کہتے ہیں اور اس قانون کے سب سے عظیم مصداق معصومینؑ ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بندۂ خدا کو سفارش کی اجازت ہو یا نہ ہو معصوم کو بہر حال اجازت ہو گی کہ وہ مرضئ معبود کے خلاف زبان نہیں کھولتا ہے اور جو کہتا ہے وہی کہتا ہے جو خدا چاہتا ہے۔

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَىٰ ﴿١٥﴾ سورۃ النازعات

کس قدر نرم اور لطیف گفتگو جناب موسیٰ علیہ السلام نے کی ہے، نہ اپنی شخصیت کا تذکرہ کیا، نہ اپنی عظمت کا اظہار کیا، صرف اتنی سی بات کہ بندہ خدا کے دل میں خوف خدا پیدا ہونا چاہیے اور اس کے دل کو پاکیزہ ہونا چاہیے، مگر فرعون نے ہنگامہ شروع کر دیا اور بے بسی کا یہ عالم تھا کہ رب اعلیٰ ہو کر بھی لوگوں کو مدد کیلئے طلب کر رہا تھا کہ جادو گر آ کر خدا کی خدائی کو بچائیں، یقیناً ایسا بے عقل اور بد دماغ انسان اس بات کا حقدار ہے کہ اسے آخرت میں بد دماغی کی سزا دی جائے اور دنیا میں بھی بے عملی کی بنا پر رسوا کیا جائے، انسان کے پاس طاقت و صلاحیت نہ ہو تو بڑے عہدے کا دعویٰ بھی نہ کرے اور اپنی اوقات کے اندر رہے۔

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿٤٠﴾ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ﴿٤١﴾ سورۃ النازعات

آخرت میں نجات کا واضح اور مستقیم راستہ صرف یہ ہے کہ انسان اپنے دل میں خوفِ خدا رکھتا ہو اور عملی میدان میں نفس کو خواہشات سے روکتا ہو، خواہشات ہی انسان کی تباہی کا سرچشمہ ہیں اور ان پر کنٹرول کرنا ہی انسان کی نجات کا بہترین وسیلہ ہے۔

انسان خواہشات پر قابو پالے تو نہ حقائق کا انکار کرے گا اور نہ غلط منصب کا دعوی کرے گا، نہ غرور اور غلط فہمی میں مبتلا ہو گا اور نہ حکم خدا کے مقابلہ میں اپنی رائے کو مقدم کرے گا، نہ قانون شریعت کے سامنے خانہ وخاندان اور دوست واحباب کو اہمیت دے گا اور نہ مال دنیا کی طمع میں حکم خدا کو نظر انداز کرے گا، نہ واجبات کو ترک کرے گا اور نہ محرمات کا ارتکاب کرے گا اور جو اپنے کو ایسا بنالے گا اس کی نجات میں یقینا کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔

عَبَسَ وَتَوَلَّىٰ ﴿١﴾ أَن جَاءَهُ الْأَعْمَىٰ ﴿٢﴾ سورۃ عبس

یہ آیات کریمہ اس وقت نازل ہوئیں جب رسول اکرمؐ کے پاس صنادید قریش بیٹھے ہوئے تھے اور آپ انہیں دعوت اسلام دے رہے تھے کہ ابن ام مکتوم، جناب خدیجہؑ کے رشتہ کے بھائی اور نابینا، وارد ہو گئے اور رسول اکرمؐ سے اسلامی تعلیمات کے بارے میں سوال کرنے لگے اور آپ نے گفتگو کو جاری رکھا مگر بعض لوگوں کو ان کا آنا ہی ناگوار گزرا قدرت نے دونوں ہی کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ اس شخص کو ناراض ہونے کا حق نہیں تھا اس لئے کہ آنے والا بھی ایک بندہ خدا تھا اور رسولؐ کو بھی کفار کے بارے میں اس قدر فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں تھی کہ انہیں اس قدر اہمیت دیدی جائے، وہ ایمان لائیں یا جہنم میں جائیں، رسولؐ کا کام پیغام الٰہی کو پہنچا دینا ہے اور بس مفسرین نے رسول اکرمؐ کے بیان کو

جاری رکھنے کو بھی ایک غلطی شمار کیا ہے جب کہ یہ انتہائی عجیب وغریب بات ہے؛ دین اسلام کی تبلیغ میں ایک مورد کو دوسرے پر مقدم رکھنااور اہم کو غیر اہم سے آگے بڑھادینا کسی طرح کی کوئی غلطی نہیں ہے اب یہ کام خدا کا ہے کہ وہ اس ذمہ داری کو معاف کردے کہ فلاں مقام پر زیادہ زحمت نہ کی جائے اور فلاں مقام پر محنت کی جائے، یہ بندہ کے اختیار کی بات نہیں ہے اسے تو اپنی تکلیف شرعی پر بہرحال عمل کرنا ہے۔

حقیقت حال یہ ہے کہ تیوریاں پڑھا کر منہ پھیر لینے والا شخص رسول اکرمؐ کے علاوہ کوئی دوسرا ہے جیسا کہ بعض روایات میں عثمان کا نام لیا گیا ہے اور بعض میں بنی امیہ کا ایک آدمی کہا گیا ہے اس کا رسول اکرمؐ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور شاید بنی امیہ نے اپنے خاندان کی پردہ پوشی کیلئے آیت کا رخ رسول اکرمؐ کی طرف موڑ دیا ہے۔

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴿١﴾ سورۃ التکویر

سورہ مبارکہ کے دو حصے ہیں؛ پہلے حصہ میں بارہ آیات کے بعد یہ اعلان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص کو معلوم ہو گا کہ اس نے کیا مہیا کیا ہے اور کیا لے کر آیا ہے اور موقع اتنا سخت ہو گا کہ کوئی چارۂ کار نہ ہو گا۔۱سورج کی شعاع لپیٹ دی جائے گی ۲ستارے ٹوٹ کر گر پڑیں گے ۳-پہاڑ حرکت میں آجائیں گے ۴اونٹنیاں عزیز ترین ہونے کے باوجود معطل ہوجائیں گی ۵-وحوش جمع کردیئے جائیں گے ۶دریاؤں میں بے پناہ جوش ہوگا ۷ جسم وروح کو جوڑدیاجائے گا ۸زندہ درگور لڑکیاں منزل محاسبہ میں آجائیں گی ۹-نامۂ اعمال منتشر ہوجائیں گے ۱۰آسمان کا چھلکا اتر جائے گا ۱۱جہنم بھڑکادیاجائے گا ۱۲جنت قریب تر کردی جائے گی

ایسے حالات میں اپنے اعمال کے بارے میں کوئی بھی شخص کیا کر سکے گا اس کا علم پروردگار کے علاوہ کسی کو نہیں ہے مقصد یہ ہے کہ جو کچھ کرنا ہے دنیا میں کرکے آؤ ورنہ جو کیا ہے وہ تو بہرحال سامنے آنے والا ہے۔

دوسرے حصہ میں ان آیات کریمہ میں تین قسم کی قسمیں ہیں ستارے، رات، دن اور اسکے بعد یہ بیان دیا گیا ہے کہ قرآن کو جبریل امین نے نازل کیا ہے اور وہ بہت محترم فرشتہ ہے اور میرا پیغمبرؐ بھی کوئی دیوانہ نہیں ہے اب اس قسم کا اس موضوع سے کیا رابطہ ہے یہ ایک قابل غور فکر مسئلہ ہے اور غالباً یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ جس طرح رات، دن اور ستاروں کا نظام مستقیم اور دقیق ہے اسی طرح جبریل کی تنزیل اور پیغمبر کا ذہن دونوں اپنے مقام پر بالکل صحیح کام کر رہے ہیں اور ان کے بارے میں کسی طرح کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے اور اسی طرح قرآن بھی بالکل صحیح اور یقینی ہے اور اس کی شان لاریب فیہ کی ہے۔

يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ﴿٦﴾ سورۃ الإنفطار

بعض مفسرین نے یہ غلط فہمی پیدا کرنا چاہی ہے کہ قیامت کے دن وہ لوگ خسارہ میں رہیں گے جنہوں نے خدا کے کرم پر اعتماد نہیں کیا اور اعمال صالحہ انجام دیتے رہے، خدا انہیں سے سوال کرے گا کہ تمہیں رب کریم کے کرم کے بارے میں کس نے دھوکہ میں رکھا تھا اور تم کیوں نیک اعمال کرتے رہے تھے لیکن ظاہر ہے کہ یہ انداز تفسیر مزاج قرآن، مزاج مذہب اور مزاج عقل کے سراسر خلاف ہے اور اس طرح سارے

قرآن کا نزول مہمل قرار دیا جائے گا اور سارے احکام و فرائض کا تذکرہ ایک بے معنی سی بات ہو کر رہ جائے گی جو کسی قیمت پر ممکن نہیں ہے، کاش اس مفسر نے یوں کہا ہوتا کہ تجھے رب کریم کے کرم کے بارے میں کسی نے دھوکہ میں رکھا کہ تونے اس کے کرم کی قدر نہیں کی اس نے تجھے سوّر، کتے اور گدھے کے بجائے انسانی صورت عطا کر دی اور تو نے کردار جانوروں جیسا پیش کیا اور انسانیت کی آبرو کا تحفظ نہیں کیا یہ اس کے کرم کی کھلی توہین ہے جس کا تذکرہ خود اس سورہ میں آخر تک کیا گیا ہے اور روز جزا سے ڈرایا گیا ہے اور انسان کی بے بسی کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ﴿١﴾ سورۃ المطففین

ناپ تول میں بے ایمانی کرنے والوں کو آخرت کا خیال رکھنا چاہیئے، اولاً تو اس لئے کہ آخرت میں ہر برائی کی سزا ملنے والی ہے اور یہ بہر حال ایک برائی اور خیانت ہے اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ وہاں بھی اعمال ناپے تولے جائیں گے تو اگر خدا نے بھی یہی طریقہ اختیار کر لیا اور جیسے کو تیسے کا قانون نافذ کر دیا تو انسان کا انجام کیا ہو گا اس تصور سے ہر صاحب عقل کو عبرت حاصل کرنی چاہیے اور بندوں کے ساتھ ویسا برتاؤ کرنا چاہئے جیسے برتاؤ کی رب العالمین سے خود توقع رکھتا ہے جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بار بار دہرایا گیا ہے کہ (اِرحم تُرحَم) تم دنیا میں رحم کرو تاکہ تم پر روز قیامت رحم کیا جائے اور تم بندوں پر رحم تاکہ خدا تم پر رحم کرے۔

كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّينٍ ﴿٧﴾ سورۃ المطففین

آیات کریمہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ قدرت کے نظام میں دو طرح کے دفتر ہیں؛ ایک میں تمام بدکار و بد عقیدہ اور بے دین افراد کے نام درج ہیں اور ایک میں مقربین، ابرار، نیک کردار اور صالحین کے نام محفوظ کیے گئے ہیں پہلی قسم کیلئے جہنم اور عذاب الیم ہے اور دوسری قسم کیلئے جنت اور شراب خالص ہے، اور انسان کو دنیا میں مقابلہ کرنا ہے تو اس جنت اور نعمت جنت کی تحصیل کیلئے مقابلہ اور دوڑ دھوپ کرنی چاہیئے، مال دنیا کے لیے جان دینے سے کوئی فائدہ نہیں ہے جو جان دینے کے بعد بالکل بے کار اور بے فائدہ ہو جاتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ ﴿٦﴾ سورۃ الإنشقاق

عقیدۂ آخرت انسان کو اس نکتے کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ انسان دنیا میں جس کو چاہے ہدف اور مقصد بنالے اور جس طرف چاہے سر اٹھا کر روانہ ہو جائے لیکن دراصل وہ خدا ہی کی طرف جا رہا ہے اور اسی کا سامنا کرنے کی منزل سے قریب تر ہو رہا ہے؛ زندگی کا آخری انجام موت ہے اور موت لقائے الٰہی کا پیش خیمہ ہے اور جب انسان کو معلوم ہے کہ اسے بالآخر پروردگار سے ملاقات کرنا ہے تو ایسے اعمال کیوں نہیں انجام دیتا جو اس ملاقات کے لیے مناسب اور سازگار ہوں اور جن سے سرخروئی حاصل ہو سکتی ہو۔

فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٤﴾ سورۃ الإنشقاق

بشارت کا لفظ عذاب کے ساتھ ایک عجیب روحانی تکلیف کی طرف اشارہ ہے جس میں کفار کو مبتلا ہونا ہے اور جس کی طرف سابقہ آیات میں اشارہ کیا گیا ہے کہ کافر دنیا میں مسرور تھا اور اب ہلاکت کی دعا مانگ رہا ہے اور مومن دنیا میں زحمتیں برداشت کر رہا تھا اور اب اپنے اہل و عیال کی طرف خوش و خرم واپس جارہا ہے۔

عائلی زندگی کا سب سے حسین موقع وہ ہوتا ہے جب انسان اپنے اہل و عیال کی طرف خوش و خرم واپس آتا ہے کہ جس کے مقابلہ میں نہ کسی دولت کی کوئی حیثیت ہے اور نہ سازو سامان کی، یہ دولت نصیب نہ ہو تو ہر سامان مار و عقرب بن جاتا ہے اور ہر سرمایت باعث شماتتِ ہمسایت ہو جاتا ہے۔

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ ۝١ سورۃ البروج

کہا جاتا ہے کہ اس سے منازل شمس و قمر مراد ہیں یعنی حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو اور حوت۔

وَشَاهِدٍ وَمَشْهُودٍ ۝٣ سورۃ البروج

شاہد و مشہود کے بارے میں مفسرین کے درمیان بیحد اختلافات ہیں اور بروایتے اس کے ۴۸ معنی بیان کیے گئے ہیں لیکن بظاہر محسوس اور غیر محسوس کے علاوہ کوئی بات ظاہر نہیں ہوتی ہے چاہے اس سے مراد کچھ بھی ہو جیسا کہ بعض روایات میں شاہد رسولؐ خدا ہیں اور مشہود حضرت علیؑ اور بعض میں شاہد رسولؐ خدا ہیں اور مشہود قیامت وغیرہ۔

فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ۝١٦ سورۃ البروج

واضح رہے کہ خدا اپنے اختیار میں مکمل صاحب اختیار ہے لیکن اس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ میزان عدل کے خلاف بھی کام کر سکتا ہے، اس کا ہر فعل ارادہ کا تابع ہے اور ارادہ غلط چیز سے متعلق ہو ہی نہیں سکتا ہے کہ اس کا ظہور منظر عام پر آئے یا واضح لفظوں میں یوں کہا جائے کہ یہ بات مسلم ہے کہ وہ جو چاہے وہ کر سکتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ برائی اور ظلم کو چاہ بھی سکتا ہے یا نہیں؟؟! اہل عقل و عدل کا عقیدہ یہی ہے کہ اس کی مشیت غلط کام سے، متعلق نہیں ہو سکتی لہٰذا صاحب اختیار ہے لیکن غلط کام نہیں کر سکتا ہے۔

فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝٥ سورۃ الطارق

انسان کی بغاوت کا سب سے بڑا راز یہ ہے کہ وہ اپنی حقیقت کو نظر انداز کر دیتا ہے ورنہ اپنی حقیقت اور اصلیت پر نگاہ رکھنے والا شکر کر سکتا ہے فخر اور غرور نہیں کر سکتا، فخر اس لئے نہیں کر سکتا کہ ایک قطرۂ نجس سے پیدا ہوا ہے اور شکر اس لئے کرے گا کہ اس خدا نے قطرۂ نجس سے طیب و طاہر

انسان بنادیا ہے ورنہ رحم مادر سے ساقط بھی ہو سکتا تھا اور پھر مزید کرم یہ ہے کہ دو مختلف مواد کو جمع کر کے ایک تیسرے انسان کی تشکیل کر دی ہے۔

آیت کریمہ میں یہ اشارہ بھی ہے کہ مرد کا نطفہ صلب سے خارج ہوتا ہے اور عورت کا مادہ سینے کی ہڈیوں کے اندر سے جس کی طرف بہت سے ماہرین اور اہل نظر نے اپنے بیانات میں رہنمائی کی ہے۔

فَذَكِّرْ إِن نَّفَعَتِ الذِّكْرَىٰ ﴿٩﴾ سورۃ الأعلی

بعض کاہل افراد اسے تبلیغ کے ترک کرنے کا جواز بنا لیتے ہیں کہ آج کل فائدہ کا امکان نہیں ہے لہٰذا تبلیغ واجب نہیں ہے، حالانکہ یہ تاکید پروردگار ہے کہ فائدہ کا احتمال بھی ہو تو تذکیر و تبلیغ کرتے رہو ورنہ یقین تو فائدہ کے حصول کے بعد ہی ہو سکتا ہے، اور اس وقت تبلیغ کا عمل ختم ہو چکا ہو گا اور اس کی کوئی ضرورت نہ رہ جائے گی۔

لَّا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً ﴿١١﴾ سورۃ الغاشیۃ

واضح رہے کہ جنت ایسے ماحول کا نام ہے جہاں پسند کیا ہر چیز مہیا ہو گی، اس کے باوجود لغویات کی کوئی آواز سنائی نہ دے گی جو اس بات کی علامت ہے کہ وہاں جانے والے وہی افراد ہو گئے جن کی پسند میں لغو آوازیں، جھوٹ، غیبت، و بہتان، ناچ گانا وغیرہ شامل نہ ہوں ورنہ ایسے ذوق والے جہاں بھی ہوں گے لغویات کی آواز ضرور سنائی دے گیا۔

فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾ سورۃ الغاشیۃ

یہ انسان کی ذمہ داریوں کا توازان ہے کہ اسے دوسرے انسانوں کی طرف سے بالکل آزاد کیا جا سکتا ہے اور نہ ذمہ دار بنایا جا سکتا ہے اس کی حیثیت ایک درمیانی شخصیت کی ہوتی ہے کہ تبلیغ و تذکیر کا فرض انجام دیتا رہے اور لوگوں کے انحراف سے بددل ہو کر خوشی کا ارادہ نہ کر لے رب العالمین نے خود بھی انسان کو نتائج کی ذمہ داری سے آزاد کر دیا ہے کہ کام کرنا تمہارا فرض ہے اس کے بعد نتائج کے تم ذمہ دار نہیں ہو، اس کا منظر عام پر لانا ہمارے مستقل قوانین فطرت کا کام ہے۔

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ﴿٦﴾ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴿٧﴾ سورۃ الفجر

اس سورہ مبارکہ میں عبرت و نصیحت کے متعدد تذکرے پائے جاتے ہیں قوم عاد کا تذکرہ؛ عاد ایک شخص کا نام تھا جس کا بیٹا تھا شداد اور اسی نے جنت بنوا کر اپنے دادا ارم کے نام پر اسے باغ ارم بنا دیا تھا لیکن جب اسکے نظارے کیلئے گیا تو دروازے ہی پر ملک الموت مل گئے اور روح قبض کر لی اور وہ اس باغ کے نظارے سے بھی محروم رہ گیا جسے اس کے نوکروں اور مزدوروں نے بار بار دیکھا تھا۔

إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿١٤﴾ سورۃ الفجر

صاحبان ایمان کو ہمیشہ اس نکتے کو یاد رکھنا چاہیے کہ ظالمیں کسی قدر کیوں نہ آگے بڑھ جائیں قدرت ان کی تاک میں رہتی ہے اور جب اس نے فرعون، شداد، ثمود جیسوں کو نہیں رہنے دیا ہے تو آج کل کے ظالموں کو کیسے چھوڑ دے گی اور یہی بات خود ظالموں کو بھی سمجھنی چاہیے۔

یَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ سورة الفجر

یہ ان صاحبان ایمان کا تذکرہ ہے جن کا کردار خدا کی نگاہ میں پسندیدہ ہے اور خود بھی راضی برضائے پروردگار ہیں، ایسے لوگ دنیا سے مطمئن جاتے ہیں اور ان کے اشتیاق میں بندگان خدا بھی بے چین رہتے ہیں اور بہشت بریں بھی، اسی بنیاد پر اس کا واضح ترین مصداق امام حسینؑ کو قرار دیا گیا ہے جنہوں نے رضائے الٰہی کی خاطر اپنا بھرا گھر لٹا دیا اور خود زیر خنجر کہتے رہے الٰہی رضاً برضاک پروردگار میں تیری مرضی پر راضی ہوں تو پروردگار نے بھی آواز دی (یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ)۔

فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿١٣﴾ سورة البلد

انسان کتنا ہی بخیل کیوں نہ ہو دار دنیا میں مال ضرور صرف کرتا ہے اور جو عزت یا شہرت کا طلبگار ہوتا ہے وہ زیادہ صرف کرتا ہے لیکن ان تمام مصارف سے انسان صرف بندگان خدا کو مرعوب کر سکتا ہے خدا کی نگاہ میں ایسے صرف کی کوئی قیمت نہیں ہے اور نہ اس کے ذریعہ انسان قیامت کی گھاٹیوں کو پار کر سکتا ہے اس کیلئے انہیں امور کی ضرورت ہے جن کا تذکرہ آیات ذیل میں کیا گیا ہے لوگوں کو آزادی دلوائے، غریبوں کو کھانا کھلائے، یتیم کی پرورش کرے مسکین کا خیال رکھے، صبر و مرحمت کی وصیت و نصیحت کرتا رہے یہ ساری باتیں نہ ہوں تو باقی نمائشی اعمال کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔

وَالنَّهَارِ إِذَا جَلَّاهَا ﴿٣﴾ سورة الشمس

اس مقام پر پروردگار عالم نے نور و ظلمت، روز و شب، ارض و سما اور نفس انسانی کی قسم کھا کر اس حقیقت کو واضح کرنا چاہا ہے کہ فلاح پاکیزہ نفس افراد کیلئے ہے اور ناکامی اور رسوائی خبیث النفس افراد کیلئے ہے جس کی مثال دور قدیم میں قوم ثمود اور ان کے نبی کی تھی کہ نبی انتہائی پاکیزہ نفس اور قوم ایسی خبیث کہ ایک اونٹنی کو پانی بھی نہ پینے دیا اور اس کی کوچیں کاٹ ڈالیں جس پر خدا نے عذاب نازل کر دیا اور خدا کو انجام کی کوئی فکر نہیں ہے اور نہ وہ کسی سے ڈرنے والا ہے ناقۂ صالح کی یہی مظلومیت تھی جس کی طرف امام حسینؑ نے اشارہ کیا تھا اور اپنے پروردگار سے فریاد کی تھی کہ میرا بچہ ناقۂ صالح سے کم نہیں تھا اور یہ قوم ان ظالموں سے کم نہیں ہے جنہوں نے ایک بچے ناقہ کو بھی پانی سے محروم کر دیا تھا۔

وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ ﴿١﴾ سورة الليل

بظاہر ان تمام قسموں کا مقصد یہ ہے کہ یہ تمام مخلوقات بے جان اور بے شعور ہونے کے باوجود ان کی دو قسمیں نہیں ہیں اور سب محوِ اطاعت پروردگار ہیں لیکن انسان اشرف المخلوقات ہونے کے باوجود دو حصوں میں تقسیم ہو گیا ہے اور اس میں خبیث النفس افراد پیدا ہو گئے ہیں جو انتہائی افسوس اور شرم کی بات ہے۔

فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ﴿٥﴾ سورۃ اللیل

بعض مفسرین نے یہ واضح کرنا ضروری سمجھا ہے کہ آیات مذکورہ ابوبکر کی شان میں نازل ہوئی ہیں لیکن یہ بتانے کی زحمت نہیں کی ہے کہ ان کے کسی عمل کی بنا پر نازل ہوئی ہیں اور نہ یہ واضح کیا ہے کہ مذکورہ آیات کے دونوں قسم کے کرداروں میں سے کون سی آیتیں ان کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

كَلَّا لَئِن لَّمْ يَنتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ﴿١٥﴾ سورۃ العلق

قدرت کی نگاہ میں بدترین کام عبادت الٰہی سے روکنا ہے اور ہر وہ شخص جو عبادت الٰہی سے روکتا ہے اسے اپنے انجام سے باخبر رہنا چاہیے اور صاحبان ایمان کو ہرگز ایسے بے ایمان افراد کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے بلکہ سجدے کے ساتھ اپنے رب سے تقرب حاصل کرنا چاہیے۔

لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ﴿٣﴾ سورۃ القدر

شب قدر ماہ مبارک رمضان کی ۱۹،۲۱ یا ۲۳ ویں شب کو کہا جاتا ہے جس میں نزول قرآن کا سلسلہ شروع ہوا ہے اور یہ شب، قدر و منزلت میں ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس شب میں تمام مخلوقات کے مقدرات کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور ہر انسان کا فرض ہے کہ اپنا مقدر بنانے کیلئے اس رات کو عبادت و تلاوت میں بسر کرے اگرچہ بعض حلقوں میں شب قدر بھی تفریحات اور منکرات کی رات ہو گئی ہے۔

واضح رہے کہ اگر قدر و منزلت کے اعتبار سے ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہو سکتی ہے تو خندق میں علیؑ کی ایک ضربت بھی عبادت ثقلین سے افضل ہو سکتی ہے جیسا کہ سرکار دو عالمؐ نے خود اعلان کیا تھا۔

وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا ﴿١﴾ سورۃ العادیات

کسی قدر شرمناک بات ہے کہ پروردگار گھوڑوں کی قسم کھائے اور انسان کی سرکشی کا اعلان کرے، کیوں نہ ہو گھوڑے تیز رفتاری سے میدان کی طرف جاتے ہیں، وہ صبحدم کھائے پیے بغیر حملہ آور ہو جاتے ہیں، وہ دشمنوں کے درمیان دَر آتے ہیں اور کسی بات کی پرواہ نہیں کرتے ہیں اور انسان جان کی فکر اور مال کے اندیشہ میں مبتلا رہتا ہے اور میدان تک جانا گوارا نہیں کرتا اور بعض اوقات اگر چلا بھی جاتا ہے تو فرار کرنے لگتا ہے ایسے انسانوں سے تو جانور ہی بہتر ہیں اور شاید اسی لئے بعض مقامات پر میدان جہاد کے گھوڑوں کی یادگار بھی قائم کی جاتی ہے کہ یہ انسان کی عبرت اور نصیحت کیلئے بہترین سامان ہے اگر اس میں یہ شعور وادراک زندہ رہ گیا ہو۔